

تذکرہ

ملائے جیاب

(۱۲۰۱ھ - ۱۲۰۰ھ)

جلد دوم

انستراہی

---

مکتبہ رحمانیہ  
اردو بازار © لاہور

۱۲۰۰ھ  
۱۹۸۱ء

۲۹۲۹۹۹۲۳

۳۰۵

ج-۲

66012

کتاب : علمائے پنجاب  
تالیف : اختر راہی  
طباعت : ۱۹۸۰ء/۱۹۸۰ء (بار اول)  
مطبع : زائد بشیر پرنٹرز لاہور  
صفحات : ۸۶۰  
قیمت : صفر روپیہ  
ناشر : مقبول الرحمان، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

## سید غلام حیدر علی شاہ چلال پوری

سید غلام حیدر علی شاہ بن سید جمعہ شاہ ۳ صفر ۱۲۵ھ / ۲۶ اپریل ۱۸۳۸ء کو  
چلا پور ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ وہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م ۱۸۵ھ) کی  
اولاد میں سے تھے۔

سید غلام حیدر علی شاہ نے قرآن مجید میاں محمد اعظم خان پوری سے پڑھنا شروع کیا  
اور مکمل اپنے چچا سید امام شاہ سے کی۔ میاں عبد اللہ چکری سے فارسی اور اردو کی  
درسی کتابیں پڑھیں۔ درس نظامی کی بعض کتابیں مین وال کے مقام پر قاضی محمد کمال سے  
پڑھیں۔ یہیں اپنے دور کے بلند پایہ عالم مفتی غلام محی الدین سے استفادہ کیا۔ اور  
کنز الدقائق کا درس لیا۔ اس کے بعد کسی دوسرے عالم کے سامنے زانوئے تلمذ  
تہہ نہیں کیا۔

سید غلام حیدر علی شاہ کی عمر سترہ برس تھی کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ بیعت  
طریقت کے لیے خواجہ شمس الدین سیالوی کے مرید اور حلیفہ سید غلام شاہ کی خدمت  
میں ہرن پور گئے اور بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ وہ انہیں اپنے مرشد کے پاس سیال پور  
لے گئے۔ ۶ رجب ۱۲۷۱ھ / ۲۶ مارچ ۱۸۵۵ء کو سید غلام حیدر علی شاہ نے خواجہ شمس الدین  
کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ اس کے بعد عبادت و ریاضت میں مشغول  
رہے۔ اس عرصے میں انہوں نے اپنے مرشد سے خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی  
(م ۱۱۴ھ) کی تالیفات کثکول اور مرتبہ کا درس لیا۔ کچھ عرصہ بعد خلافت اور  
اجازت بیعت سے سرفراز ہوئے۔

سید غلام حیدر علی شاہ نے چلا پور میں سلسلہ رشد و ہدایت شروع کیا اور

دور و نزدیک کے ہزاروں افراد نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ موصوف ہر دلعزیز بزرگ تھے۔ انہوں نے جلالپور میں ایک خاتواہ قائم کی جس میں فقراء اور زاہدین کے لیے مسکنگ تھانہ قائم کیا اور ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی۔

یہتر سال کی عمر میں ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ / ۶ جولائی ۱۹۰۸ء کو واصلِ بحق ہوئے اور جلال پور میں مدفون ہوئے۔ علماء و شعراء نے کئی مرثیے کہے۔ علامہ اقبال نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا:

ہر کہ پیرِ خاکِ مزارِ پیرِ حیدر شاہ رفعت  
تربتِ ادرا امینِ جلوہ ہائے طورِ گفت  
ہاتھ از گردوں رسید و خاکِ اورا بوسہ داد  
گفتش سالِ وفات او بگو "مغفور" کشت یہ

۱۳۲۶ھ

سید غلام حیدر علی شاہ مرحوم کے حسب ذیل چار صاحبزادے تھے:

۱۔ صاحبزادہ سید بدیع الدین شاہ (م ۱۲۹۵ھ)

۲۔ سید قائم الدین شاہ (م ۱۳۱۶ھ)

۳۔ سید محمد رسول شاہ۔ صغریٰ میں وفات پائی۔

۴۔ سید محمد منظر علی شاہ (م ۱۳۳۵ھ)۔ جانشین ہوئے تھے۔

سید غلام حیدر علی شاہ مرحوم سے کوئی تصنیف یادگار نہیں۔ اُن کے ملفوظات کا ایک مجموعہ صوفی نور عالم نے "احیاء القلوب فی نفحات المحبوب" (فارسی) کے نام سے مرتب کیا تھا جو ۱۳۲۷ھ / ۰۹-۱۹۰۸ء میں ساڈھورہ سے طبع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ملک محمد الدین نے "ذکر حبیب" میں اُن کے احوال و ملفوظات یکجا کئے ہیں۔

## علامہ دستگیر قصوری

مولانا علامہ دستگیر ہاشمی قصوری بن مولانا حسن بخش اس خالوادہ علم و دانش کے فرزند تھے جس میں مولانا علامہ محی الدین قصوری پیدا ہوئے۔ مولانا علامہ دستگیر محلہ جڈہ بیابان لاہور میں پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچے تو بغرض تعلیم اپنے ماموں مولانا علامہ محی الدین قصوری کے پاس پہنچے۔ ان سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ مولانا علامہ محی الدین سے ان کے گونا گوں رشتے تھے۔ ان کے خواہر زادہ، داماد، شاگرد، شہید، مرید، باصفا اور حلیقہ تھے۔ مولانا علامہ دستگیر نے اپنے ماموں زاد بھائی مولانا عبدالرسول قصوری سے بھی دینی استفادہ کیا ہے۔

مولانا علامہ دستگیر نے تمام عمر تبلیغ و تلقین حق میں گزاری۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے شعبہ تبلیغ و اشاعت سے بھی وابستہ رہے۔ انجمن کے لیے بعض کتابیں تالیف کیں جن کی آمدنی انجمن کے فنڈ میں جمع ہوتی تھی۔ مولانا قصوری بلند پایہ مصنف تھے انہوں نے اپنی اکثر تالیفات شائع کر کے مفت تقسیم کیں۔ کتابوں کی اشاعت کے لیے مسلمان و الیاء ریاست اور مخیر لوگوں سے مالی تعاون حاصل کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے راجپور، مالیر، کوٹلہ بریلی اور پنجاب کے مختلف شہروں کے سفر کئے۔

مولانا قصوری مناظرہ ذوق رکھتے تھے۔ سوال ۶۔ ۱۳۰ھ میں مولانا تھلیل احمد بن بھٹوی (م ۱۳۵ھ) مؤلف "براہین قاطعہ" سے بہاول پور میں مناظرہ کیا۔ ان کی اکثر تالیفات

ان تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو، تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و انجیل تہذکرۃ الخلیل ص ۱۳۲-۱۳۹

میں مناظرانہ رنگ کی جھلک موجود ہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری کی مندرجہ ذیل تالیفات معلوم ہو سکی ہیں:

- ۱۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان (مطبوعہ: ۱۲۸۵ھ)
- ۲۔ اہل حدیث عالم میاں سید تدریس حسین دہلوی دم ۱۳۲۰ھ کی تالیف "معیار الحق" کے جواب میں ہے۔ پہلے فارسی اور بعد میں اردو میں طبع ہوئی۔
- ۳۔ تحفہ دستگیر یہ بہ جواب اثنا عشریہ (مطبوعہ: ۱۲۸۵ھ)
- ۴۔ مولانا غلام العلی قصوری کے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ تحقیق صلواتہ الجمعۃ (مطبوعہ: ۱۲۸۸ھ)
- ۵۔ مخزن عقائد نوری بحواب نغمہ طنبری (مطبوعہ: ۱۲۹۲ھ)
- ۶۔ پادری عاوالدین کے رسالہ "نغمہ طنبری" کا جواب ہے۔ ہدیۃ الشیعین (مطبوعہ: ۱۲۹۵ھ)
- ۷۔ شیعہ اور خوارج کے نظریات کا رد ہے۔ پہلے فارسی اور بعد میں اردو میں شائع ہوئی۔
- ۸۔ توجیح دلائل وتصریح ابحاث فریدکوٹ (مطبوعہ: ۱۳۰۰ھ)
- ۹۔ ریاست فریدکوٹ کے راجہ نے اصناف اور اہل حدیث علماء کے درمیان کئی مباحثے کرائے۔ مولانا نے ان مباحثوں کو یکجا کیا اور آخر میں مہاراجہ فریدکوٹ کا فیصلہ نقل کیا ہے۔
- ۱۰۔ عروۃ المتقلدین بالہام القوی المبین (مطبوعہ: ۱۳۰۰ھ)
- ۱۱۔ تقلید ائمہ کی تائید میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔
- ۱۲۔ نظر المتقلدین (مطبوعہ: ۱۳۰۲ھ)
- ۱۳۔ مولانا محی الدین لکھوی دم ۱۳۱۳ھ کی تالیف "نظر المبین" کے جواب

میں ہے۔

- ۹۔ رجم الشیاطین بر اعلیٰ طوات البراہین (مطبوعہ: ۱۳۰۲ھ)
- مرزا غلام احمد قادیانی کی تالیف "براہین احمدیہ" کی اغلاط کا جائزہ ہے۔
- ۱۰۔ جواہر مضیئہ در ردیہ پنجریہ (مطبوعہ: ۱۳۰۲ھ)
- سر سید احمد خان کے عقائد و نظریات کا محاکمہ ہے۔
- ۱۱۔ ظہور المصنوع فی ظہر الجمعہ (مطبوعہ: ۱۳۰۲ھ)
- ۱۲۔ کشف السطور عن مسئلہ طواف قبور (مطبوعہ: ۱۳۰۵ھ)
- ۱۳۔ نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار (مطبوعہ: ۱۳۰۵ھ)
- صلوٰۃ و سلام کے موضوع پر مولانا عبد العزیز اور مولانا عبدالقادر (المحدث) علماء سے ایک مناظرہ کی روداد ہے۔
- ۱۴۔ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و الخلیل (مطبوعہ: ۱۳۰۸ھ)
- ۱۳۰۷ھ میں علمائے حرمین سے تصدیق و استحظ حاصل کرنے کے لیے اس کا عربی ترجمہ کیا گیا۔ اصل اردو اور عربی ترجمہ دونوں یکجا طبع ہوئے ہیں۔
- ۱۵۔ فتح الرحمانی بدفع کید قادیانی (مطبوعہ: ۱۳۱۲ھ)
- مولانا غلام دستگیر نے مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوتِ مباہلہ دی تھی۔ وہ مسجد ملا مجید میں اپنے بیٹوں اور پوتوں سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لائے مگر مرزا نے مباہلہ میں خود آنے کی بجائے مولوی فضل دین کو بھیجا اور مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد یہ کتاب لکھی گئی۔
- ۱۶۔ جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ
- ۱۷۔ تحقیقات و تنکیر یہ فی ردہ نقوات براہینیہ
- مولانا غلام دستگیر قصوری ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں فوت ہوئے اور

قصو میں دفنائے گئے۔ مولانا نبی بخش حلوانی نے اُن کے وصال پر قلمی تاریخ  
کہا۔ تاریخ وفات "عقلم" سے نکال ہے ع

۱۳۱۵ھ

تاریخ اُن پیر ہدی گفتمہ سر و شخو شنوا  
"عقلم" اسے مہ لقاغمہ سرا شد ہر کجا  
مولانا قصوری شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے۔ گاہے گاہے شعر بھی کہتے تھے۔  
ایک فارسی شعر کی تفسیر کی ہے:

دیدہ گریاں، سینہ بریاں آہ و تالہ در مبدم

ہے یہ ذوق اپنا، ہے یہ اپنا زیر و بم

دل کو ہے یہ فکر، جی میں رات کو بھی ہے یہ غم

کے بو دیار ب کہ سوئے تیرب و بطحا کنم

کہ بہ بطحا منزل و کہ در مدینہ جسا کنم

مولانا مرحوم کے دو صاحبزادے مولانا عبدالرحمان اور مولانا غلام ابو بکر تھے۔ ایک  
صاحبزادی ماجرہ بیگم تھی۔





## غلام دستگیر نامی

پیر غلام دستگیر نامی بن پیر حامد شاہ بن پیر غلام محمد ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۰ھ /  
یکم مئی ۱۸۸۳ء کو موضع رتنہ پیراں ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کا سلسلہ نسب  
لاہور کے معروف شہروردی بزرگ حضرت شیخ عبد الجلیل چوہدری ندکی (م. ۱۰۹۷ھ) سے  
ملتا ہے۔ اُن کے خاندان سے یہ میں اصلاح و ارشاد کی روایت کئی نسلوں سے چلی آرہی  
تھی۔

پیر حامد شاہ کی زینہ اولاد میں سے دو صاحبزادے یکے بعد دیگرے بچپن میں  
فوت ہو گئے تھے۔ اسی زمانے میں مولانا غلام دستگیر قصوری رتنہ پیراں تشریف لے  
گئے تو پیر حامد شاہ مرحوم کی ماموں زاد بہن کو یہ نام بہت پسند آیا۔ انہوں نے منت  
مانی کہ اُن کے بھائی اور زند کو خدا نے بیٹا عطا کیا تو اُسے "غلام دستگیر" کے نام  
سے موسوم کیا جائے گا۔ چنانچہ مولانا نامی کا نام "غلام دستگیر" رکھ دیا گیا۔ مولانا  
نامی اپنے بارے میں کہتے ہیں:

زادم و گشتم غلام دستگیر      من شدم نامی بنام دستگیر

ساتھ آٹھ سال کی عمر میں مسجد تلا مجید محلہ چلہ بیبیاں لاہور میں مولانا محمد بخش  
بکریل سے قرآن مجید ناظرہ پڑھنا شروع کیا اور اسلامیہ سکول (شاخ حویلی کابلی مل) کی  
دوسری جماعت میں داخل ہوئے۔ ۱۸۹۲ء کے دوسرے ربع ۱۳۱۱ھ میں ان کے  
والد ماجد پیر حامد شاہ کا تبادلہ قصور ہو گیا۔ چنانچہ گورنمنٹ سکول قصور چلے گئے۔

چند ماہ بعد اکتوبر ۱۸۹۲ء / ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ کو پیر حامد شاہ کا انتقال ہو گیا تو مولانا نامی تقیم ہو کر رتہ پیراں چلے گئے۔ ۱۸۹۶ء / ۱۳۱۴ھ میں اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیرالوالہ میں دوبارہ تعلیم شروع کی اور یہیں سے ۱۹۰۳ء / ۱۳۲۱ھ میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔

مولانا نامی نے کسی دینی درسگاہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ البتہ مولانا محمد نجم الدین ریورنیر شجاع الدین مرحوم صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور کے نانا، اور مولانا اصغر علی روحی سے استفادہ کیا اور اپنے ذاتی مطالعہ سے اسلامی علوم میں مہارت حاصل کی۔

مولانا نامی نے تلاشِ معاش میں مختلف سرکاری محکموں میں کام کیا۔ ریلوے، ڈاک اور صنلچ کچہری لاہور کی مختصر ملازمتوں کے بعد ۱۹۰۶ء / ۱۳۲۲ھ میں محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۳۸ء / ۵۷-۱۳۵۶ھ میں سنٹرل ٹریننگ کالج میں بطور خازن کام کر رہے تھے کہ مدتِ ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہوئے۔

مولانا نامی نے ۱۹۱۲ء / ۳۳-۱۳۳۲ھ میں اپنے احباب کے تعاون سے "دائرة الاصلاح" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے مقاصد میں اصلاحِ معاشرہ، اتحادِ بین المسلمین اور تذکارِ اسلاف کی کوششیں شامل تھیں۔ دائرة الاصلاح نے بیسیوں کتابچے شائع کئے جو ہزاروں کی تعداد میں بلا قیمت تقسیم کئے گئے۔ زیادہ تر کتابچے مولانا نامی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہوتے تھے۔

۱۹۳۲ء / ۵۱-۱۳۵۱ھ میں مولانا نامی، اپنے ماموں اور سسر پیر محمد اشرف کی وفات پر حسبِ وصیت "خانقاہ حضرت چوہڑ بندگی" کے متولی مقرر ہوئے۔ انہوں نے خانقاہ کی نہ صرف تعمیر و تزئین کی بلکہ اپنے خاندان سے علمی آثار کو زیرِ طباعت سے آراستہ کیا۔ مامریان و مراد العاشقین، ذکر الحسن، شرائط سلوک، حیاتِ مراد، نامہ مراد،

متذکرہ قطبیہ، تذکرہ حمیدیہ، حالات بابرکات، از کار قلندری، تبرک عرس، گلدستہ شادی  
قصائد قلندری، نعتیہ کلام خاتمی۔ خاص خاندانی کتابیں ہیں۔ جو ان کی سعی سے طبع  
ہوئیں۔

مولانا نامی شاعر، تاریخ گو، مورخ، مصلح اور ماہر علم المیراث تھے۔ انہیں اپنے  
خانوادے سے کاگراں قدر و خیرہ کتب ورثے میں ملا تھا۔ پڑھنے لکھنے کا شوق تھا۔ فرائض  
ملازمت کی بجائے آوری کے بعد جو وقت ملتا تھا اسے مطالعہ اور تالیف کتب میں صرف  
کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ہمہ تن لکھنے پڑھنے میں لگ  
گئے تھے۔ ان کی تمام کتب و رسائل مطبوعہ کی تعداد سو سے کم نہ ہوگی۔ اہم کتابیں یہ ہیں:

- |                             |                      |
|-----------------------------|----------------------|
| ۱۔ تاریخ مدینہ منورہ        | ۲۔ تاریخ مکہ معظمہ   |
| ۳۔ تاریخ نجدیہ              | ۴۔ خلافت صدیقی       |
| ۵۔ خلافت فاروقی             | ۶۔ خلافت حیدری       |
| ۷۔ زوال ایران               | ۸۔ حیدرآباد          |
| ۹۔ قرآنی قانون وراثت        | ۱۰۔ کلید تقسیم وراثت |
| ۱۱۔ امین الوارثین           | ۱۲۔ قانون وراثت      |
| ۱۳۔ حکایات مشنوی مولانا روم | ۱۴۔ نسب نامہ         |

۱۵۔ بزرگان لاہور

۱۶۔ تاریخ جلیلہ۔ خانوادہ حضرت چوہدری بنگی کے حالات بیان کئے گئے

ہیں۔

۱۷۔ تاریخ جلیلہ ص ۱۵

۱۸۔ ایضاً ص ۱۶

مولانا نامی کو مولانا اصغر علی روحی سے شاعری میں شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ ان کے پسندیدہ موضوعات نعت، منقبت صحابہ رضی اللہ عنہم اور تاریخ گوئی رہے ہیں۔ گنبدِ خضرا کے آسودگان (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے بارے میں کہتے ہیں:

گنبدِ خضرا کی خاکِ پاک میں	اور قربِ صاحبِ لولاک میں!
تا ابد آسودہ ہیں وہ خوش نصیب	جن سے دائمِ خوش رہے حقِ حبیب
ایک ہیں صدیقِ اکبر یا رِ عسار	دوسرے فاروقِ اعظم حقِ شعار
عمر بھر دونوں رہے حضرت کے ساتھ	جان دے کر بھی ملے حضرت کے ساتھ
حشر میں بھی یہ اٹھیں گے ایک ساتھ	دستِ سرور سے ملائے دونوں ہاتھ
قربِ حبیبی اور روحی کا شرف	اور مژدہ بھی ہراک کو لا تخف
دونوں نے جو خدمتِ اسلام کی	وہ بھی حصہ ہے انہی کا اے انجی

۷ رجب ۱۳۸۱ھ / ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو مولانا نامی ایک ماہ علیل رہ کر فوت ہوئے حسبِ وصیت میت لاہور سے رتہ پیراں منتقل کی گئی اور وہیں دفنائے گئے۔ مولانا شرافت نوشاہی صاحب نے حسبِ ذیل قطعہ تاریخ کہا:

پیر نامی بے مثال و بے عدیل	افتخارِ عالماں روشن جمیل
در بلاغت ہم فصاحت باکمال	در ولایت اولیاء راشد دلیل
خاندانش قرشی و ہکاری است	جامعِ علم و عمل شیخِ جلیل
روزِ شنبہ ہفتم از رجب بدال	چوں سفر کرد از جہاں مردِ عقیل

وصلِ او "مغفور دائم" شد ظہور!

ہم شرافت گفت "غفرانِ جمیل" علیہ

۱۳۸۱ھ

۱۔ تاریخِ جلیلہ ص ۵۰-۵۱ ۲۔ منتخب اعجاز التواریخ ص ۲۵

## علامہ دین لاهوری

مولانا غلام دین لاهوری بن میاں سید احمد بن میاں فضل دین موضع چکوڑی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ گاؤں سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر "کنجاہ" میں ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمد عبداللہ کنجاہی سے سکندر نامہ تک قاری کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد لاہور آگئے۔ مولانا محمد مہر الدین (مؤلف تہذیب المبانی شرح مختصر المعانی) مولانا سید ابوالبرکات اور مولانا سید دیدار علی الوری سے علوم مروجہ کی تحصیل کی اور ۱۳۵۲ھ/۳۲-۶۱۴۳ میں دارالعلوم حزب الاحناف سے سند فرائع حاصل کی۔

مولانا شاہ علی حسین اشرفی کچھو چھوی سے بیعت کی تھی۔ خود کہتے ہیں ع

اشرفی ہوں بندہ مسکین ہوں  
خادم قوم و غلام دین ہوں

فرائع التحصیل ہو کر مسجد ریلوے شیڈ جامع مسجد صدیقیہ میں خطابت و امامت شروع کی۔ واعظ خوش بیان تھے۔ تحریک پاکستان میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں حصہ لیا اور سنت یوسفی ادا کی۔

۱۰ شعبان ۱۳۹۰ھ / ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو وفات پائی اور جامعہ صدیقیہ کی جنوبی جانب

مدفون ہوئے۔ سید شرافت نوشاہی صاحب نے حسب ذیل قطعہ کہا ع

زہے مولوی سعادت قرین	غلام جناب شہ اہل دین
برسنت جماعت بسے نیک نام	بہ تبلیغ اسلام والا مقام
زوعظ شریفش خلافت ہزار	براہ ہدایت شدہ بے شمار
بہ لاہور فیضان اوبے حساب	ز تبلیغ او ہر کسے فیضیاب
چو برست زحمت سفر از زمین	بہ فردوس اعلیٰ شدہ جاگزین

ز ترجمہ آن زبده الکاملین زہدات گشت مغفورین

چو روش بدار الجناں گشت شاد  
شرافت بگو "افتخار العباد" <sup>لہ</sup>

۱۳۹۰ھ

مولانا غلام دین نے حسب ذیل کتابیں تالیف کیں:

- ۱۔ فضائل امام اعظم رح
- ۲۔ فضائل درود شریف
- ۳۔ رفیق الواعظین



## خلیفہ غلام رسول لاہوری

مولانا خلیفہ غلام رسول بن مولانا غلام فرید لاہور کے سرآمد روزگار علماء میں سے تھے۔ مسجد موران (تعمیر شدہ: ۱۲۲۲ھ) کے مدرسہ کی شہرت اُن کے دم قدم سے تھی۔ اُن کے برادر خورد مولانا غلام اللہ فاضل لاہوری اُن کے دستِ راست تھے۔ رائے بہادر کنہیا لال نے لکھا ہے:

”لاہور میں سے سکھی عہد میں مولوی خلیفہ غلام رسول اور خلیفہ غلام اللہ تھے۔ بڑا مدرسہ اُن کا جاری تھا۔ ہزاروں طلبہ درویش دُور دُور لکوں سے وہاں آکر تعلیم پاتے تھے۔ تمام زمانہ اُن کا بہ دل و جہان ادب کرتا تھا۔ ہنود و اہل اسلام سب اُن کے شاگرد کہلاتے تھے“

مولانا خلیفہ غلام رسول نے اپنے والد ماجد سے استفادہ کیا تھا اور علوم متداولہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سکھ دورِ حکومت میں کوئی دوسرا عالم تدریسی خدمات کے اعتبار سے اُن کا ہم پتہ نہیں تھا۔

سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ ۱۲۵۰ھ/۳۵-۳۴-۱۸۳۲ء میں فوت ہوئے۔ ہادی نیک نظر ”مادہ تاریخ“ ہے۔

۱۔ دیکھئے ترجمہ مولانا خلیفہ غلام اللہ فاضل لاہوری

۲۔ تاریخ لاہور ص ۷۴

۳۔ حدیقۃ الاولیاء ص ۲۱۷ و حقائق الخفیہ ص ۲۷۲

۴۔ سلسلہ الاولیاء (خطی) بحوالہ ماہنامہ ”المعارف“ (لاہور) بابیت، ماہ اپریل ۱۹۷۰ء

اُن کا ایک ہی صاحبزادہ غلام السین تھا جو نوجوانی میں انتقال کر گیا۔ اُن کے علمی جہانشین  
 برادر خورد مولانا خلیفہ غلام اللہ فاضل لاہوری تھے۔





## غلام رسول چنٹر

مولانا غلام رسول بستی مستیاں نزد ملک شاہ (ضلع بہاول پور) کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مولانا نور جہانیاں کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ جو بہاول پور شہر میں احمد پوری دروازے کے اندر واقع تھا۔

مولانا غلام رسول متبحر عالم اور صاحب نظر درویش تھے۔ بہاول پور کے خطے میں جن افراد کے دم قدم سے دینیات کی تعلیم عام ہوئی ان میں مولانا غلام رسول چنٹر کا نام بہت نمایاں ہے۔ ان کا زیادہ وقت درس و تدریس میں گزارتا تھا۔ درس و تدریس سے جو وقت بچتا۔ اوراد واذکار میں گزارتے تھے۔

ساتھ ستر برس کی عمر میں ۱۶ ربیع الاخریٰ ۱۲۹۰ھ / ۱۳ جون ۱۸۷۳ء کو وفات پائی۔ اور قبرستان ملک شاہ میں دفنائے گئے۔ ایک اونچے پنختہ چبوترے پر ان کا مزار ہے۔ چنٹر قوم کے لوگ ان سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

مولانا غلام رسول چنٹر سے ایک زمانے نے فیض پایا۔ ان کے چند شاگردوں کے نام

یہ ہیں:

- ۱۔ مولوی شمس الدین۔ حج بہاول پور
- ۲۔ مولوی عبدالرشید۔ خانقاہ ولے
- ۳۔ قاضی محمود الدین۔ بہاول پوری
- ۴۔ مولوی نور محمد
- ۵۔ مولوی عزیز الدین



## غلام رسول قلعوی

مولانا عبداللہ (معروف بہ غلام رسول) بن مولوی رحیم بن نظام الدین خادم بن بہاؤ الدین اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے آبا و اجداد موضع سکندر پور ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ چلے گئے۔ مولانا غلام رسول ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء میں کوٹ بھوانی داس میں پیدا ہوئے۔

مولانا غلام رسول کے تھانڈان میں علم و ادب کی روایات چند پشتوں سے ملتی ہیں۔ اُن کے جد امجد نظام الدین خادم فارسی کے نہایت اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے نظامی گنجوی (م ۶۰۷ھ - ۶۱۵ھ) کے تتبع میں ایک فارسی مثنوی لکھی تھی۔

مولانا غلام رسول پانچ سال کے ہوئے تو قرآن مجید پڑھنے کی خاطر مکتب میں بٹھائے گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور گئے۔ مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی سے استفادہ کیا۔ بیس سال کی عمر میں مروجہ درس عربی سے فارغ ہو گئے۔

مولانا غلام رسول عتقوان شباب ہی سے عابد و زاہد تھے۔ اس دور میں سوات کے اخوند صاحب (م ۱۲۹۳ھ) کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کی خاطر سوات اور ہینیر کا سفر کیا۔ اخوند صاحب سے ملاقات کی مگر طبیعت بیعت پر آمادہ نہ ہوئی۔ واپس وطن آتے ہوئے تربیلہ ضلع ہزارہ میں چندے قیام کیا۔ تربیلہ کا تمبر دار عزت و تکویم سے پیش آیا اور حضرت کوٹھے والا کی خدمت میں لے گیا۔ مولانا غلام رسول نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ واپس وطن آئے مگر اہل دل کی صحبت سے استفادہ کا شوق غالب تھا چنانچہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی (م ۱۳۲۰ھ) سے ملاقات کے لئے تونسہ گئے۔ خواجہ تونسوی نے بلا بیعت انہیں اپنا خلیفہ نامزد کیا۔

تو نہ سے واپس آکر لاہور میں اقامت اختیار کر لی اور توحید و سنت کے بھولے ہوئے  
 سبق کو دہرایا۔ اُن کی بے باکی اور حق گوئی کی وجہ سے ایک طبقہ مخالف ہو گیا اور مخالفین نے  
 بدنام کرنے کی پوری کوشش کی مگر مخالفین کی چالیں ناکام ہوئیں اور اُن کے عقیدت مندوں  
 کی تعداد بڑھتی گئی۔ سینکڑوں غیر مسلم اُن کے ہاتھ پر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور بہت سے  
 گمراہ مسلمانوں نے توحید و سنت کی راہ اختیار کی۔ لاہور میں اُن کی داعیانہ کوششوں سے  
 اُن کا نام خاصا مشہور ہو چکا تھا تاہم طلب علم کا شوق زندہ تھا۔ مولانا عبداللہ غزنوی (م  
 ۱۲۹۸ھ) کے ہمراہ سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 اور ربیع الاخریٰ ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں اجازت حدیث حاصل کی۔

۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ھ میں دہلی میں تھے۔ جنگ آزادی کے ناکام ہونے پر حکومت نے  
 مسلمانوں کو خصوصی طور پر انتقام کا نشانہ بنایا۔ بہت سے علماء گرفتار ہوئے۔ مولانا غلام رسولؒ  
 دہلی سے رخصت ہو کر امرتسر آئے۔ دو روز حافظ محمود امرتسریؒ کی مسجد میں ٹھہرے۔ امرتسر  
 ہی میں مولانا صاحب کو معلوم ہوا کہ اُن کی گرفتاری کا اشتہار شائع ہو گیا ہے۔ امرتسر سے  
 اپنے سسرال فتح گڑھ چلے گئے۔ فتح گڑھ میں بھی پولیس گرفتاری کی کوشش کرتی رہی  
 مگر بے سود۔ مولانا صاحب قلعہ میہاں سنگھ آ گئے۔

قلعہ میہاں سنگھ میں اعزہ واقارب پہلے سے گرفتاری کے اشتہار سے آگاہ تھے۔  
 بھائی حکیم غلام محمد نے روپوش ہونے کا مشورہ دیا۔ انہیں فرمایا:

»پوشیدگی میں عمر گزارنی مشکل ہے۔ قصائے الہی پر میں راضی ہوں۔  
 حاکم وقت میرے بیانات سننے کا اور تحقیقات بھی کرے گا۔ یوں ہی شکایت  
 پر مجھے پھانسی نہیں دے دے گا۔ آپ مجھے باہر نکلنے سے منع نہ فرمائیں!«

چنانچہ برسرِ عام نقل و حرکت کرنے لگے اور گرفتار ہو گئے۔ عدالتی کارروائی کے بعد  
رہائی عمل میں آئی مگر نقل و حرکت اور وعظ گوئی پر پابندی لگا دی گئی۔

۱۲۸۸ھ/۴۲-۱۸۷۱ء میں حج کا فریضہ ادا کیا۔ مدینہ منورہ میں شاہ عبدالغنی (م ۱۲۹۶ھ)

بن ابوسعید مجددی کے درسِ حدیث میں شرکت کی اور سندِ فضیلت حاصل کی۔  
مولانا غلام رسول مسدک اہل حدیث تھے۔ ایک بار ان سے کسی نے دریافت کیا  
کہ مقلد اور غیر مقلد کے بارے میں ان کا نقطہ نظر کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا:

”یہ سمجھ کی بات ہے۔ اور ہے بھی بڑی موٹی بات۔ مثال اس

کی یوں ہے کہ ایک تالاب سے چار نالیاں نکلتی ہیں جو شخص کسی نالی سے

پانی پئے گا وہ تالاب ہی کا پانی ہوگا اور اگر کوئی شک والی طبیعت والا

براہ راست تالاب سے پانی پئے گا تو وہ بھی اسی تالاب کا پانی ہے۔ یہی

حال مقلد اور غیر مقلد کا ہے۔ صرف یہ ذہن میں رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے قول و فعل کے سامنے کسی کے قول و عمل کی وقعت نہیں اور یہی ائمہ

مجتہدین کا فرمان بھی ہے۔

مولانا غلام رسول ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں قلعہ میہاں سنگھ میں قوت

ہوئے اور وہیں دفنائے گئے۔ مولانا مرحوم سے ایک دنیائے استفادہ کیا۔ بیس پیکس

طلبہ ہمیشہ ان کے پاس رہتے تھے جن کی ضروریات خورد و نوش وہ خود ہی پوری کرتے

تھے۔ ان کے مندرجہ ذیل مستفیدین نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔

۱۔ حافظ ولی اللہ لاہوری

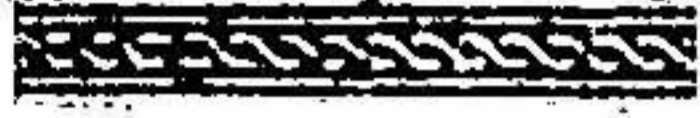
۲۔ مولانا عبدالعزیز (بانی انجمن حمایت اسلام۔ لاہور)

- ۳۔ مولانا غلام حسین ساکن ساہووالا (سیالکوٹ)  
 ۴۔ مولانا احمد علی ساکن کوٹ بھوانی داس (گوجرانوالہ)  
 ۵۔ مولانا علاء الدین ساکن گوجرانوالہ  
 مولانا غلام رسول سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں۔ ان میں سے بعض کئی بار شائع ہو چکی ہیں۔

- ۱۔ قصہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (منظوم۔ پنجابی)
- ۲۔ حلیہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
- ۳۔ قصہ سستی پتوں (منظوم)
- ۴۔ سی حرفی
- ۵۔ مجموعہ نماز (بامعنی پنجابی)
- ۶۔ تفسیر سورہ فاتحہ
- ۷۔ پنج باب (پنجابی نثر) مسائل فقہ پر پکی روٹی کے انداز پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔
- ۸۔ پکی روٹی
- ۹۔ فتاویٰ مولوی غلام رسول (فارسی)
- ۱۰۔ رسالہ تراویح (فارسی)

۱۔ بعض اہل تحقیق کے خیال میں ”پکی روٹی“ ان کی تالیف نہیں ہے۔ یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہو گئی ہے اور اس نسبت کا سبب یہ ہے کہ کتاب کے آخر میں ان کی نظم  
 دلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے  
 طبع ہوتی رہی ہے جو اس غلط فہمی کا سبب بنی ہے۔ مگر ”پکی روٹی“ کا مصنف کون ہے؟  
 اہل تحقیق تلاش و جستجو میں ہیں۔

مولانا غلام رسول نے اصلاح عوام کے لئے پنجابی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔ اگرچہ موصوف فارسی میں بھی لکھتے تھے۔ ان کی بعض تالیفات اور مکتوبات فارسی میں ہیں۔ انہوں نے پنجابی نظم و نثر میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔



## علامہ رسول توکیروی

خواجہ غلام رسول بن خواجہ سلطان محمود ۱۲۳۰ھ/۱۵-۱۸۱۲ء میں بونگہ محمود لنگاہ نزد بہاول نگر میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کتب حافظ محمد عظمت اللہ خلیفہ شیخ محمد فاضل نیکوکارہ سے پڑھے۔ ۱۲۴۵ھ/۳۰-۱۸۲۹ء میں "مہار" تشریف لے گئے۔ مولانا نور الدین اور مولانا محمد عمر تونسوی سے علومِ درسیہ کی تحصیل کی۔ مولانا محمد کامل بہاول پوری اور مولانا غلام رسول بہاول پوری کے نام بھی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ چیلا واہن کے حافظ محمد افضل اور مولانا جان محمد ساکن موضع مہتہ جھینڈو سے بھی استفادہ علمی کیا۔ لاہور میں خلیفہ حمید الدین لاہوری کے زیر تربیت رہے، اور مدرسہ مولوی محمد حیات دہلی میں مولانا عبدالرحمان پنجابی سے اکتسابِ فیض کر کے سندِ فضیلت حاصل کی۔

چشتی سلسلہ میں شاہ محمد سلیمان تونسوی سے بیعت ہوئے اور توکیرہ تحصیل و ضلع بہاول نگر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ وہیں ۱۲۸۴ھ/۶۸-۱۸۷۷ء میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔



## علامہ رسول بہاول پوری

مولانا علامہ رسول بہاول پوری تیرہویں صدی کے دوسرے تہذیب میں بہاول پور میں پیدا ہوئے۔ وہ چغتائی نسل کی شاخ پل سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بچپن میں علم حاصل نہ کر سکے۔ بعد میں کھڑک پکا تحصیل لودھراں میں مولوی محمد شریف سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ مولوی محمد شریف بلند پایہ عالم دین اور معروف مدرس تھے اور ان کا مدرسہ مرجع طلبہ تھا۔ مولانا علامہ رسول نے علمی زندگی کا آغاز امرتسر میں تدریس سے کیا۔ کچھ عرصہ بعد واپس بہاول پور آئے اور چرچ آف انگلینڈ مشن کے سکول میں السنہ شریفیہ کے استاد مقرر ہو گئے اور تاحیات اسی سکول سے وابستہ رہے۔

ملازمت سے جو وقت فارغ ہوتا مطالعہ و کتب میں صرف کر دیتے تھے۔ انہوں نے اسلامیات، طب اور فلسفہ کی نایاب کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ۲۶ شوال ۱۲۹۷ھ / یکم اکتوبر ۱۸۸۰ء کو معمولی آفات البیت چھوڑ کر فوت ہوئے۔  
محمد عزیز الرحمن عزیز نے قطعہ تاریخ کما ع

والد ماجد زوارِ فنا  
اوعلامہ رسول پاکت بود  
رختِ رحلت بہ نسبت و اسفا  
بہ طغیانی رسول، بخشش اورا  
رفتہ شیریں سخن ادیب "ازما

۱۲۹۷ھ

۱۲۵ - ۱۲۰

۲۲۲۷



مروم تے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکا نشی کریم بخش اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ دوسری بیوی کے بطن سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں :

- ۱۔ محمد عبدالرحمان دم ۱۹، روزی الحجہ ۱۳۵۶ھ / ۲۰، فروری ۱۹۳۸ء
- ۲۔ محمد عزیز الرحمان عزیز
- ۳۔ محمد خلیل الرحمان مؤلف "التخلیل" و سوانح حیات نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام



## علامہ رسول شائق

مولانا غلام رسول شائق بن شیخ احمد بن میاں مشرف بن میاں مخدوم بن میاں معصوم قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ اُن کا سلسلہ نسب خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م ۲۴ھ) سے جا ملتا ہے۔ اُن کے خاندان میں علم و فضل کئی پشتوں سے چلا آ رہا تھا۔ مولانا شیخ احمد اپنے علاقے کے ایک بڑے عالم تھے۔ ۱۲۲۲ھ/۲۸-۱۸۲۷ء میں فوت ہوئے۔ مولانا غلام رسول شائق نے ”عالم قاضی شائق“ سے سالِ وفات نکالا ہے۔

مولانا غلام رسول شائق علوم دینیہ کے جید عالم تھے اور رسول نگر میں مفتی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ خانوادہ قادریہ نوشاہیہ میں مولانا سید قل احمد نوشاہی سے بیعت تھے اور اُن ہی سے اجازت بیعت حاصل کی تھی۔

مولانا غلام رسول شائق ۱۳۰۰ھ/۸۳-۱۸۸۲ء میں فوت ہوئے اور قصبہ رسول نگر میں دفنائے گئے۔ وفات سے ایک دن پہلے خود حسب ذیل تاریخ کہی ہے

الہی از کرم پیدا کنی خلیق!  
فتتطو الرزق فضل غیر عدل  
چو با فضلت شدم محتاج گفتم  
کہ۔ یا اللہ کر منا بفضل

نیز صاحبِ عزت و توقیر " سے بھی سالِ رحلت برآمد ہوتا ہے۔ مولانا مرحوم کی اولاد میں دو صاحبزادے مولوی محمد الدین اور مولوی نور الدین تھے جو اچھے خوشنویسوں میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا شائقِ عربی و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ انہوں نے "محمود نامہ" کے طرز پر ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں شائقِ نامہ " نظم کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی تین بیاضیں ملتی ہیں جو نہایت خوبصورت انداز میں لکھی گئی ہیں۔ مولانا شرافت نوشا ہی ان بیاضوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ تینوں بیاضیں مولانا شائقِ رسول نگری کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں کافی مقدار میں علمی سرمایہ جمع کیا ہے۔ تقریباً ایک سو ستر کتابوں سے زیادہ کا ان میں انتخاب درج کیا ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، طب لغت، عروض، تاریخ، عملیات، صرف، نحو، منطق، ادب، معانی، مناظرہ اور مناقب وغیرہ کے مضامین زیبِ قرطاس کئے ہیں۔"



## علامہ رسول گجراتی

”انہی“ ضلع گجرات کا ایک گاؤں ہے جس کی شہرت کا سبب استاد العلماء مولانا علامہ رسول کی ذات والا صفات ہے۔ اُن کے مفصل حالات زندگی دستیاب نہیں ہیں۔

انہوں نے مولانا سلطان احمد کے مدرسہ موصوعہ نو محقر (ضلع الٹک) میں تعلیم حاصل کی۔ معقولات میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ اُن کی درس گاہ سے قارع شدہ طلبہ جب دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند جاتے تھے تو دارالعلوم دیوبند کے مدرسین ان طلبہ کے امتحان کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ ”انہی“ کا نام ہی اُن کی قابلیت اور اہلیت کی ضمانت ہوتا تھا۔

مولانا علامہ رسول نے ترجمہ قرآن مولانا حسین علی سے پڑھا تھا اور سلسلہ نقشبندیہ میں اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲-۳۳ء میں وفات پائی۔ اُن سے ایک عالم نے فیض اٹھایا۔ زیرِ نظر تذکرہ میں اُن کے نامور شاگردوں کے حالات موجود ہیں۔



## مفتی غلام سرور لاہوری

مفتی غلام سرور بن مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ قریشی ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۸ء میں  
کوچہ کوٹلی مفتیاں میں پیدا ہوئے۔ ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔  
انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مفتی غلام محمد (م ۱۲۷۶ھ) سے حاصل کی۔  
ان ہی سے فن طب سیکھا پھر مولانا غلام اللہ قاضی لاہوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا  
اور علوم متداولہ کی تحصیل کی۔

مفتی صاحب نے عملی زندگی کا آغاز ملازمت سے کیا۔ ابتدا میں سردار بھگوان سنگھ  
(آنرییری محطریٹ لاہور و جاگیردار فتح گڑھ چوڑیاں) کی جائیداد کے منتظم رہے۔ پھر  
رائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو انجینئر لاہور کے دفتر میں بطور منشی ملازم ہوئے۔ لیکن  
جلد ہی ملازمت ترک کر کے ہمہ تن علم و ادب کی گیسو آرائی میں مصروف ہو گئے اور ساری

۱۷ کنہیا لال (م ۱۳۰۶ھ) مفتی غلام سرور کے شاگردوں میں سے تھا۔ اس کی زندگی کا زیادہ حصہ لاہور میں گزرا۔  
تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتا تھا۔ اس کی کئی کتابیں ہیں جن میں ظفر نامہ رنجیت سنگھ، تاریخ پنجاب  
اور تاریخ لاہور بہت معروف ہیں۔ فارسی اور اردو میں شعر کہتا تھا اور ہندی تخلص کرتا تھا۔  
مفتی صاحب کا قدروان تھا۔ ان کی کتابوں کے آخر میں کنہیا لال ہندی کے قطعات  
تاریخ ملتے ہیں۔ مولوی فیروز الدین نے لکھا ہے کہ ”مفتی صاحب نے“ کئی کتابیں تصنیف  
کیں جو لالہ کنہیا لال کے نام سے شائع ہوئیں اور ان پر بیش ترار معائنے ملے“  
(جہاد زندگی ص ۱۲۰)

۱۷ جہاد زندگی ص ۱۲۰

زندگی اسی گلستان کے گل بوٹے سنوارنے میں گزار دی۔

مفتی صاحب شگفتہ مزاج، المنار اور عبادت گزار صوفی تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں ارضِ حجاز میں حاجی ابدواللہ مہاجر مکی (دم ۱۳۱۷ھ) سے چشتی سلسلے میں تعلق پیدا کیا۔ مگر انہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذات و خدمات سے از حد دلچسپی تھی۔

مفتی صاحب کی طبیعت میں استغنا اور قناعت پائی جاتی تھی۔ حکام وقت سے دور رہتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو ادنیٰ کوشش سے بد شمس العلماء کا خطاب حاصل کر سکتے تھے مگر انہوں نے علم و ادب کی خدمت ان خواہشات سے بے نیاز ہو کر کی۔ سرسید احمد خان (دم ۱۳۱۵ھ) کے متجدد ذراہ خیالات سے اختلاف کرتے تھے۔ ۱۸۸۴ء / ۲ / ۱۳۰۱ھ میں سرسید احمد خان "زندہ دلائل پنجاب" کا تعاون حاصل کرنے پنجاب آئے۔ لاہور میں ڈپٹی برکت علی ان کے دوست تھے۔ ان ہی کے ہاں قیام تھا۔ ڈپٹی برکت علی نے معززین لاہور کو اپنے ہاں مدعو کیا تاکہ سرسید احمد خان ان سے اپنے دل کی بات کہیں اور علی گڑھ کالج کے لئے ان کا تعاون حاصل کریں۔ ان معززین میں مفتی صاحب بھی شامل تھے۔ سرسید احمد خان غائبانہ طور پر ان سے متعارف تھے۔ ملاقات پر خوشی کا اظہار کیا اور کوئی کام ان کے ذمے کرنا چاہا۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ میں گوشہ نشین آدمی ہوں تصنیف و تالیف میرا شغل ہے۔ انہوں نے اپنے گرد جو افراد اکٹھے کئے ہیں وہی ان کے مقاصد کے لئے موزوں ہیں۔ نیز جماعتی اتحاد کے لئے عقائد کی ہم آہنگی بھی ضروری ہے۔ سرسید ان کا یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔

جون ۱۸۹۰ء / ۶ / ۱۳۰۷ھ میں اپنے برادر زادہ مفتی جلال الدین بن مفتی سید محمد کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد ہیضہ میں مبتلا ہو گئے اور سفر میں ۲۲ رزی الحجہ ۱۳۰۷ھ / ۱۲ اگست ۱۸۹۰ء کو وفات پائی مولانا غلام دکنگیر

قصوری اُن کے رفیقِ سفر تھے۔ انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور میدانِ بدر کے قریب  
بیربالا حسانی میں دفن کئے گئے۔

روضہ تریارتِ نبویؐ کے بارے میں انہوں نے کہا تھا ع  
ابھی سرور نے کی ہے سرورِ عالم کی پابوسی

۱۳۰۷ھ

یہ مصرعہ اُن کے لئے مصرعہٴ تاریخِ وفات ہے۔  
مفتی صاحب بلند پایہ عالم، مؤرخ، تذکرہ نگار، تاریخ گو اور شاعر تھے۔ اُن سے  
حسبِ ذیل کتابیں یادگار ہیں:

### تاریخ، تذکرہ اور مناقب

- ۱۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی۔ تالیف ماہین ۱۳۸۰ھ و ۱۲۸۵ھ)
- ۲۔ حدیقۃ الاولیاء (اردو، تالیف ۱۲۹۲ھ)
- ۳۔ مدینۃ الاولیاء (اردو)
- ۴۔ بہارِ ستانِ تاریخ (گلزارِ شاہی) ہندوستان کی عام تاریخ (اردو تالیف ۱۲۹۰ھ)
- ۵۔ تاریخِ مخزنِ پنجاب (اردو تالیف ۱۲۸۵ھ)
- ۶۔ مناقبِ عوثیہ (اردو تالیف ۱۲۷۷ھ) شیخ محمد صادق شہبانی کی فارسی تالیف کا ترجمہ

### اخلاقیات

- ۷۔ مخزنِ حکمت (اردو تالیف ۱۲۸۸ھ، نظر ثانی ۱۲۹۶ھ)

- ۸۔ تحفۃ الابرار۔ منظوم اردو ترجمہ پند نامہ عطار  
 ۹۔ گلشن سروری۔ (منظوم اردو تالیف ۱۲۸۹ھ)  
 ۱۰۔ تحفۃ سروری (تالیف ۱۲۹۷ھ)  
 ۱۱۔ اخلاق سروری (اردو نثر۔ تالیف ۱۲۸۸ھ)

## دواوین

- ۱۲۔ دیوانِ نعت سروری (اردو و فارسی مطبوعہ ۱۲۹۰ھ)  
 ۱۳۔ دیوانِ حمد و نثر  
 ۱۴۔ دیوانِ سروری (مطبوعہ ۱۲۸۹ھ)  
 ۱۵۔ کلیاتِ نعت سروری

## مادہ ہائے تاریخ

- ۱۶۔ گنجینہ سروری (گنج تاریخ) تالیف ۱۲۸۲ھ  
 ۱۷۔ چمن بے نظیر

## انشاء

- ۱۸۔ انشائے یادگارِ اصغری

## لغت

- ۱۹۔ لغات سروری (زبدۃ اللغات) پانچ برس کی محنت کے بعد ۱۲۹۲ھ میں مکمل ہوئی۔



## متفرق

۲۱۔ احوال الآخرت (پنجابی منظوم)  
مفتی صاحب کی اولاد میں پانچ فرزند اور ایک صاحبزادی تھیں۔ فرزندوں کے

نام یہ ہیں:

- ۱۔ مفتی غلام حیدر
- ۲۔ مفتی غلام منقدر
- ۳۔ مفتی غلام اکبر
- ۴۔ مفتی محمد انور
- ۵۔ مفتی غلام اصغر۔ ۱۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اُن کی یاد میں "انشائے یادگار اصغری" تالیف ہوئی تھی۔



## سید غلام شاہ شجاع آبادی

مولانا سید غلام شاہ بن سلطان علی نقوی تحصیل شجاع آباد کے ایک گاؤں شادی کچالہ میں ۱۲۸۹ھ/۷۳-۸۷۲ء کے حدود میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اہل سنت کے مدارس میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ خاندان کے تمام افراد شیعہ مسلک رکھتے تھے مگر سید غلام شاہ اہل سنت اساتذہ کے زیر اثر اپنے خاندان سے کٹ گئے اور سنی عالم اور واعظ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ بعد میں دوبارہ آباؤی مسلک اختیار کر لیا۔ تیدی مسلک کے بارے میں جناب سید مرتضیٰ حسین فاضل صاحب نے لکھا ہے کہ مولانا سید غلام شاہ کے فرزند سید امیر حسین نقوی نے سید محمود حسن نقوی (سید غلام شاہ صاحب کے چچا زاد بھائی) کے زیر اثر آباؤ اجداد کا مسلک اختیار کیا تو مولانا سید غلام شاہ نے انہیں مناظرے کا پھینچ دیا۔ چنانچہ دونوں نقطہ نظر کے علماء نے مسئلہ خنک پر بحث و مباحثہ کیا۔ اس بحث و مباحثہ کے نتیجے میں سید غلام شاہ صاحب بھی اپنے بیٹے کی طرح شیعہ ہو گئے۔

مولانا سید غلام شاہ نے باقی ماندہ عمر شیعہ مسلک کی خدمت میں بسر کی ۱۳۵۲ھ/۳۶-۱۹۳۵ء میں فوت ہوئے۔



## غلام عباس ملتانی

مولانا سید غلام عباس بن نجف حسین رسول پور ضلع گوڑگانوہ کے رہنے والے تھے۔  
 وہیں ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی کتابیں گھر پر پڑھیں۔ مولانا سید  
 حامد حسین سے تکمیل علوم کی۔ استاد محترم کے حکم پر تبلیغ مسلک کی خاطر ملتان گئے۔ ملتان میں  
 مسجد شاہ گردیز کے قریب سکونت اختیار کی اور تعلیم مسائل و جہود کا سلسلہ شروع کیا۔  
 ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰-۹۱ء میں حیدرآباد دکن کے سرکاری کالج میں بطور استاد تعینات ہوئے  
 چودہ سال بعد حیدرآباد سے حج زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں انہوں نے  
 افاضل عراق سے اجازت حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ کو آیت اللہ شیخ محمد تقی البجنوی  
 الاصفہانی بن محمد باقر نے انہیں اجازت دیا جس پر مرزا محمد ہاشم، شیخ محمد مہدی نجفی اور آقای رازی  
 کی مہرین ثبت ہیں۔ دوسرا اجازت نامہ آیت اللہ حجۃ الاسلام مرزا محمد حسن شیرازی نے عنایت  
 کیا۔ محرم ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۵ء کو واپس وطن آئے اور اسی سال ۱۵ محرم کو داعی اجل کا پیغام آگیا۔  
 مولانا غلام عباس ملتانی کی اولاد میں سید حیدر عباس صاحب ملتان میں مقیم ہیں۔



## خواجہ غلام فرید

خواجہ غلام فرید بن خواجہ محمد بخش بن میاں احمد علی بن قاضی محمد عاقل ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں چاچڑاں میں پیدا ہوئے۔ اُن کے خاندان سے میں علم و ادب کی روایت کئی نسلوں سے چلی آرہی تھی۔ خواجہ غلام فرید ابھی آٹھ سال کے تھے کہ اُن کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ خواجہ غلام فرید کے بڑے بھائی خواجہ غلام فخر الدین سجادہ نشین ہوئے۔ خواجہ صاحب کی عمر بارہ سال کے لگ بھگ تھی کہ والدہ ماجدہ بھی انتقال کر گئیں۔

خواجہ غلام فرید کی پرورش اُن کے برادر بزرگ خواجہ غلام فخر الدین نے کی۔ انہوں نے خواجہ صاحب کی پرورش میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا بعد میں نواب صادق محمد خان (والی بہاول پور) نے اُن کی تعلیم و تربیت کی۔

خواجہ غلام فرید نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور سو گز سال کی عمر تک مصروفِ تعلیم رہے۔ اپنے برادر بزرگ خواجہ غلام فخر الدین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اپنے مرشد کے بارے میں کہتے ہیں:

پیشماں فخر الدین مٹھل دیباں      تن من کیتا چکنا چور

گھول گھٹاں میں فخر جہاں توں      جنت حور قصور

۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں خواجہ غلام فخر الدین کی وفات پر مستند نشین ہوئے۔ مرشد نشینی کے وقت نواب صادق محمد خان رابع نے چاچڑاں جا کر اُن کی دستار بندی کی اور خلعت

لے مذکرہ نگاروں نے اُن کی تاریخ ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ "مناقب فریدی" میں ذی قعدہ ۱۲۶۱ھ اور

"پنجابی شاعراں دا تذکرہ" میں رمضان ۱۲۶۱ھ میں لکھا گیا ہے۔

پیش کی۔ نواب صاحب خود خواجہ غلام فرید کے بے پناہ عقیدت مند تھے۔  
خواجہ صاحب وسیع المطالعہ اور وسیع المشرب بزرگ تھے اور ان کی گفتگو میں اکثر علمی نکات  
ہوتے تھے۔ تاریخ کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ تاریخی مقامات کی سیر اور ان کے بارے  
میں معلومات یکجا کرنا ان کا دل پسند شوق تھا۔ علم انساب کے ماہر تھے۔ جب کبھی ان کے  
سامنے کسی بزرگ کا ذکر ہوتا تو فوراً ان کا نسب نامہ بیان کر دیتے تھے۔

شریعتِ حنفیہ پر سختی سے کاربند تھے۔ ہندو اور غیر شرعی اعمال سے نفرت  
تھی۔ عورتوں کی بے حجابی اور مردوں سے ان کا بے باکانہ اختلاط پسند نہیں کرتے تھے۔  
سابق ریاست بہاول پور میں بھنگ کا بہت رواج تھا انہوں نے بعض بھنگ خوروں کا  
سوشل بائیکاٹ کیا۔ جلوت پسند کم گو اور کم خور بزرگ تھے۔ نظافت پسند، سادہ طبیعت  
اور جو دو سخا میں بے مثال تھے۔ پشتیہ مسک کے مطابق قوالی کے شائق تھے۔ آخری زندگی  
میں قادری سلسلے کے اذکار و اشغال ان پر غالب تھے۔

۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں فریضہ حج ادا کیا اور ساٹھ سال کی عمر میں ۶ ربیع الاولیٰ ۱۳۱۹ھ /  
۲۳ جون ۱۹۰۱ء کو فوت ہوئے۔ کوٹ مٹھن میں مدفون ہوئے۔ قلعہ تاریخ و فاتیہ

ہے:

مرشد شاہِ ماعلام فرید	الذی کان راضیا برضاه
شاہِ ملکِ طریقت و عرفان	صاحبِ اعزاز و البہا و الجاہ!
نامی غیر مثبت و احد	ذکرہ لا الہ الا اللہ
اعتقادش بدلِ مخلوق را	وصفہ فی اللسان و الانواء
ترکِ دنیا نمود و رحلت کرد	نمنا بالفراق و امغناہ
روح و الاشیاء چون صعود نمود	سرمین کان فی السماء بلفاہ
ہر مقامے کہ بود طے فرمود	قد علا قدرہ و ما اعلاہ

جانگاہش بخوار رحمت باد جعل اللہ جنت " مشواہ

سالِ ترحیل او عزیز بگفت  
جاء مشوی لہ و طاب شراہ

۱۳۱۹ھ

خواجہ غلام فرید سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:

۱۔ فوائدِ فریدیہ۔ (توحید اور دوسرے اعتقادی مسائل)

۲۔ دیوانِ فرید (اردو)

۳۔ دیوانِ فرید (پنجابی)

ان کے ملفوظات مولانا رکن الدین نے "ارشاداتِ فریدی" کے نام سے مرتب کئے ہیں۔ خواجہ صاحب پنجابی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کا کلام وارداتِ عشق اور مسائلِ تصوف سے لبریز ہے۔ ان کی منظومات کے تراجم اردو کے علاوہ مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

خواجہ صاحب نے "لوہ ترادا" (پولستان) میں ایک عرصہ قیام کیا تھا اور اسی علاقے کی ایک دوشیزہ سے شادی کی تھی۔ ان کی اولاد میں ایک دختر اور ایک فرزند خواجہ محمد بخش نازک تھے۔ خواجہ نازک ان کے جانشین ہوئے۔



## علامہ قادر پھیروی

مولانا عبدالقادر (معروف بہ علامہ قادر) بن غلام حیدر پھیرو ضلع سرگودھا کے ایک  
دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ مولانا غلام قادر کے والد ماجد غلام حیدر صاحب علم اور  
دیندار انسان تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف پوری  
توجہ دی۔

مولانا غلام قادر نے ابتدائی درسی کتب مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین  
بگوی سے پڑھیں۔ کچھ عرصہ بعد وہی کا رخ کیا اور مفتی صدر الدین آزادہ (م ۱۲۸۵ھ) کے  
سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ھ کی جنگِ آزادی کے فوراً بعد لاہور آئے اور اونچی مسجد اندرون  
بھاٹی گیٹ میں فرائضِ خطابت و وعظ انجام دینے لگے۔ بعد میں "بگم شاہی مسجد" کی  
متولیہ مائی جیواں نے ان کی خدمات اپنی مسجد کے لئے حاصل کر لیں۔ انہیں اپنا متبنیٰ  
بنایا اور مسجد کی تولیت بھی ان کے سپرد کر دی۔ مؤلف "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت  
لاہور" کا قیاس ہے کہ مولانا غلام قادر ۱۸۷۲ء/۱۲۸۹ھ سے پہلے اس مسجد  
میں تشریف لے آئے تھے۔

مولانا غلام قادر ۱۸۷۹ء/۱۲۹۶-۹۷ھ میں اورینٹل کالج لاہور سے بحیثیت مدرس دوم  
(عربی) منسلک ہوئے اور ۱۸۸۱ء/۱۲۹۸-۹۹ھ میں الگ ہوئے۔ اس کے بعد در تہمازیہ لاہور

لہ تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور ص ۲۲۲-۲۲۵

۲۵ تاریخ اورینٹل کالج ص ۲۱۱

میں درس و تدریس کرتے رہے۔

مولانا غلام قادر ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ / ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو قوت ہوئے اور حکیم شاہی مسجد کے جوار میں دفنانے گئے۔ مولانا محمد عالم آہی امرتسری نے ”منبع فیض ریت جلیل“ سے سالِ وفات نکالا ہے۔

مولانا غلام قادر بلند پایہ مدرس تھے۔ مولانا عبدالحمید رائے بریلوی نے لکھا ہے:

”لم یکن لہ نظیر فی پنجاب فی کثرة الدرس والافادہ“

جناب حکیم احمد شجاع مرحوم نے ”بھائی گینٹ لاہور“ کے گرد و نواح میں رہائش پذیر علماء و فضلاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”عربی اور فارسی کے علوم میں ان (مولانا غلام قادر) کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ بڑے بڑے عالم و فاضل ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے۔ میرے والد (حکیم شجاع الدین احمد مرحوم) جو اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں دہلی میں قاضی القضاۃ ہند صدر الصدور مفتی صدر الدین سے اکتسابِ علم کر چکے تھے۔ عربی زبان کے فاضل اجل ہونے کے باوجود اپنی عربی اور فارسی زبان کی تصنیفات مولانا غلام قادر ہی کو دکھاتے اور ان سے اصلاح لیتے تھے۔ مجھے اپنے بچپن میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور میں نے اکثر دیکھا کہ وہ درسِ قرآن دیتے وقت بٹھتے ہوئے چنے اور متقی اچباتے رہتے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی پر ان کی خوراک کا دار و مدار ہے۔ ہاں میں نے یہ بھی دیکھا کہ ان کے درس و تدریس کا سلسلہ ان ہی لوگوں تک محدود ہے جو علم و فضل میں منتہائے کمال کو پہنچ چکے تھے۔ بچوں کو



درس قرآن دینے کے لئے اُن کے ایک شاگرد اور مرید تھے جو قاضی جی کہلاتے تھے۔ اس فقیر گوشہ نشین کو میں نے اس زمانے میں دیکھا جب مجھ میں اُن کے علم و فضل کو پرکھنے کی استعداد نہ تھی۔ پھر بھی مجھے فخر ہے کہ اس مردِ حق آگاہ نے مجھے آغازِ کلام اللہ کے وقت بسم اللہ پڑھائی<sup>۱</sup>۔  
مولانا غلام قادر متشدد حنفی تھے۔ انہوں نے اپنی مسجد میں حسب ذیل کتب

لکھوایا ہوا تھا:

۱۔ بالاتفاق انجمن حنفیہ و حکم شرع قرار پایا کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری،  
مرزائی مسجد ہذا میں نہ آئے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ  
کرے۔

فقیر غلام قادر عفی عنہ متولی بیگم شاہی مسجد  
کتبہ: عبدالحمید خوشنویس

اگر اُن کی مسجد میں کوئی اہل حدیث نماز پڑھ لیتا تو نہ صرف وہ مسجد کافر شہ دھلاتے  
بلکہ بعض اوقات مسجد کافر شہ اکھڑوا دیتے اور نیا فرش لگواتے تھے۔  
مولانا غلام قادر سلسلہ چشتیہ میں خواجہ شمس الدین سیالوی سے بیعت تھے۔ اور اُن  
سے مجاز بیعت تھے۔ مولانا مرحوم کی حسب ذیل تصنیفات ملتی ہیں:

- |                          |                                  |
|--------------------------|----------------------------------|
| ۱۔ اسلام کی گیارہ کتابیں | ۲۔ نمازِ حضوری                   |
| ۳۔ نمازِ ضروری           | ۴۔ نعتیاتِ خواجگان               |
| ۵۔ حقیقت انوارِ محمدیہ   | ۶۔ شمس الحنفیہ بحواب نور الحنفیہ |

۱۔ لاہور کا چلیسی۔ نقوش شماره نمبر ۱۰۴ ص ۲۲

۲۔ تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت ص ۲۳۰-۲۳۱

۷۔ جوہر ایمانی

۸۔ نور ربانی فی مدح محبوب سبحانی

۹۔ عکازہ در صلوات الجنائزہ

۱۰۔ شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ فی رجم الشیاطین التجدیہ (تالیف: مولانا فضل ربوب دہلوی)

۱۱۔ فاتحہ خوانی

۱۲۔ شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوری

مولانا غلام قادر کی اولاد میں دو صاحبزادے (مولانا رفیع الدین اور مولانا زین العابدین)

اور دو صاحبزادیاں تھیں۔



## غلام قادر مینجھن آبادی

مولانا غلام قادر سابق ریاست بہاول پور کے ایک بزرگ عالم تھے۔ انہوں نے مولانا اللہ بخش بہاول نگری کے ہمراہ حصولِ تعلیم کے لئے وسطِ ہند کا سفر کیا۔ علومِ دینیہ کی تحصیل کے بعد مینجھن آباد آگئے اور ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ رجب ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء تک تشنگانِ علومِ دینی کی پیاس بجھا رہا تھا۔

مولانا غلام قادر نے نہ صرف مسلمانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا بلکہ ان کی معاشی بہبود کے لئے بھی کوشاں رہے۔ مفلوک الحال غریب مسلمانوں کو جو قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ مالی امداد دے کر انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔

مولانا غلام قادر کے مفصل حالاتِ زندگی دستیاب نہیں ہیں۔ محمد پور ستساراں ضلع بہاول نگر میں مدفون ہیں۔



## غلام محمد قادری لاہوری

مولانا حافظ غلام محمد قادری المعروف بہ امام گاموں بن حافظ محمد صدیق بن حافظ محمد حنیف بن محمد لطیف ایک صاحب علم خاندان سے کے گل سرسید تھے۔ ان کے دادا حافظ محمد حنیف کابل سے ترک سکونت کر کے پنجاب آئے اور مستقل طور پر لاہور میں اقامت گزین ہو گئے۔ حافظ محمد حنیف جید عالم تھے مگر اس خاندان کی شہرت مولانا حافظ محمد صدیق (م ۱۱۹۳ھ) سے ہوئی۔ حافظ محمد صدیق قابل مدرس، جید عالم اور صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ ان کی علمی یادگاریں آج بھی قابل توجہ ہیں۔

مولانا حافظ غلام محمد علوم متداولہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سکھا شاہی میں لاہور کی اکثر مساجد بارود خانوں اور گھوڑوں کے اصطبلوں کے طور پر استعمال ہوتی رہی تھیں مگر مسجد وزیرخان مولانا غلام محمد کے سبب سکھوں کی دستبرد سے محفوظ رہی۔ ان کے علم و نظر کے پیش نظر اہل لاہور انہیں عزت و احترام سے دیکھتے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی ان کا احترام کرتا تھا۔ جملہ تذکرہ نگاران ان کے علم و نظر کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

مولانا غلام محمد نیک طبیعت اور نیک دل بزرگ تھے۔ اہل اللہ کی مجالس میں بیٹھتے اور درویشوں کی خدمت میں لطف محسوس کرتے تھے۔ بہت اچھے خوشنویس تھے۔ کتابت سے جو کچھ حاصل ہوتا۔ درویشوں اور غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے۔ سید عبداللہ شاہ قادری بلوچ کے مرید تھے۔

اُن کے دم قدم سے مسجد وزیر خان کا مدرسہ تشنگانِ علم کا مرجع تھا۔ وہ اپنے طلبہ کی ضروریات کا بہت خیال رکھتے تھے اور اُن کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے۔ آخر دم تک مسجد وزیر خان کی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ اُن کا وعظ پُر تاثیر ہوتا تھا۔ ۱۲۴۴ھ/۲۹-۲۸/۱۸۲۸ء میں فوت ہوئے اور مسجد وزیر خان کے باہر جنوب کی طرف دفنائے گئے۔

مولانا غلام محمد صاحب تصانیف تھے۔ اُن کی مندرجہ ذیل کتابیں مصروف ہیں۔

۱۔ شمس التوحید

۲۔ گنجِ مخفی (منظوم)

مولانا غلام محمد فارسی زبان میں شعر کہتے تھے اور عربی تخلص کرتے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی تالیف ”حدیقۃ الاولیاء“ (تصنیف: ۱۲۹۲ھ) میں لکھا ہے:

”اُن کے عاشقانہ ابیات اب تک زبان زدِ خلق ہیں“

”گنجِ مخفی“ سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:

بے خبر زانِ شستہ چوں مار	گنجِ مخفی ست در تو اے دلدار
پنہ از گوشِ خویش بیروں آکر	خبر شرط است می کنم بشنو
باش زین خواب جان من بیدار	چہیست آن پنہ خوابِ غفلتِ تو
پیش تو من عجب کنم گفتار	گر تو بیدار باشی اے جانم

۱۔ بعض تذکرہ نگاروں نے تاریخ وفات ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۴۲ھ لکھی ہے مگر خاندانی ریکارڈ میں ۱۲۴۴ھ

درج ہے۔ (حدیقۃ الاولیاء - ضمیمہ ثالث)

۲۔ حدیقۃ الاولیاء ص ۲۶۴

گوش جان کن شنو حدیث از من

ماشوی پیموں گل تو خوشبودار

اپنے عقائد اور تخلص کے بارے میں رقمطراز ہیں:

اے غریب ابن حافظ صدیق از دل و جان غلام ہر چہ پار

سستی و قادری و حنفی ام از روافض خوارجی بیزار

گر تو پرسی کہ اسم مجھ چیست تو غلام محمد پندار

در تخلص غریب پنداری گر بخوانی تو نظم من ایہ یار

بہ حقیقت اگر نظر بہ کنی نہ تخلص نہ اسم و جسم شمار



## مفتی غلام محمد لاہوری

مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ بن مفتی محمد تقی حضرت بہار الدین بن کربلا  
ملتان (م ۲۶۶ ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے اجداد میں سے مخدوم مفتی محمد قریشی  
معروف بہ میاں کلاں (م ۸۹۱ ھ) کو سلطان بہلول لودھی (م ۸۹۴ ھ) نے لاہور کا مفتی  
مقرر کیا اور وہ ننگران سے لاہور آ گئے۔ انہوں نے اندرون موچی دروازہ اپنی رہائش  
کے لئے ایک حویلی تعمیر کیا اور ایک محلہ آباد کیا۔ اس خانوادے کے حوالے سے کوٹلی مفتیا  
کے نام سے مشہور ہوا۔

مفتی شیخ محمد قریشی کی اولاد میں علم و افتاد کی روایت قائم رہی اور ہر دور میں جید علماء  
پیدا ہوتے رہے۔ مفتی غلام محمد علوم ہر دور پر عبور رکھتے تھے۔ بالفاظ مولوی رحمان علی  
”جامع علوم و فنون“ تھے۔ تعلیم و تدریس اور مریضوں کے علاج معالجہ میں مصروف  
رہتے تھے۔ کتابت قرآن سے آفریقہ حیات حاصل کرتے تھے۔  
مفتی غلام محمد نے اپنے والد ماجد سے اکتساب فیض کیا اور مولانا غلام رسول لاہوری  
سے علمی و دینی استفادہ کیا تھا۔

۹ ربیع الاولیٰ ۱۲۷۶ ھ / ۶ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو فوت ہوئے۔ ”نور شیددین محمد“

۱۲۷۶ ھ

سے سال وفات نکلتا ہے۔

مفتی غلام محمد مرحوم کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں نے علمی دنیا

۱۵ حدیقہ الاولیاء ص ۲۲۰

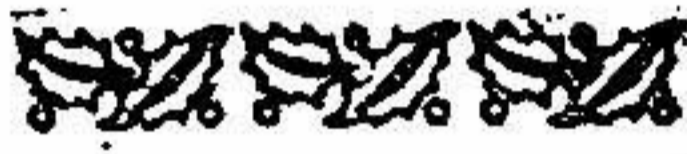
۱۵ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۵۶

میں خوب نام پیدا کیا۔

۱۔ مفتی سید محمد لاہوری — صاحب علم و عمل تھے۔ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء میں سفرِ حج پر روانہ ہوئے۔ ابھی کورٹ مسٹرن (سندھ) میں تھے کہ دارِ فانی سے دارالبتقا کو سدھارنے کی تخلصیہ المدارج، فقہِ محمدی اور مخزن الفرائض ان کی تالیفات ہیں۔

۲۔ حافظ غلام احمد (م ۱۲۹۰ھ)

۳۔ مفتی غلام سرور لاہوری (م ۱۳۰۷ھ)



۱۷۔ ان کا مفصل ترجمہ کتاب میں شامل ہے۔



# غلام محمد بگوی

مفتی غلام محمد بگوی بن مولانا غلام محی الدین بگوی ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء میں بنگہ میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔

حج بیت اللہ کے موقع پر حضرت شاہ عبدالغنی (دم ۱۲۹۶ھ) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور سلسلہ نقشبندیہ میں منسلک ہوئے۔ ان کی رحلت پر خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے وابستہ ہوئے۔ حضرت فقیر محمد تیراہی سے بغایت خاطر تعلق تھا۔ چنانچہ صاحبزادہ باولی شریف ضلع گجرات والے فرمایا کرتے تھے کہ:

»بابا جی نے جو کچھ آپ کو دیا کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آیا۔«

مولانا محمد الدین بگوی کی علیحدگی پر ۱۸۶۹ء / ۱۲۸۶ھ میں شاہی مسجد لاہور کے امام مقرر ہوئے۔ موصوف بہت بڑے عالم اور واعظ تھے۔ اُس دور کی اکثر کتابوں پر ان کی تقریظیں اور فتاویٰ پر تصدیقی دستخط ملتے ہیں۔ لاہور کی معاشرتی اور علمی زندگی میں ان کا نمایاں مقام تھا۔

۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۸ھ / ۳۰ ستمبر ۱۹۰۰ء کو واصل بحق ہوئے۔ مادہ تاریخ

بجھا ہے پنجاب کا چراغ آہ اب

۱۳۱۸ھ

ہے قبرستان میانی صاحب میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔  
مفتی غلام محمد بگوی مرحوم کی تحریرات میں سے اکثر فتاویٰ انجمن مستشار العلماء لاہور نے

”فتاویٰ صابریہ“ کے نام سے شائع کیے ہیں۔

ان کے دو نامور صاحبزادے مولوی محمد رفیق بگوی دم ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴-۱۵ء خطیب  
جامع مسجد گنگہ اور مولانا محمد شفیق بگوی تھے۔



## علامہ محمد چکوالی

مولانا علامہ محمد بن علامہ رسول ۱۲۸۲ھ/۶۶-۱۸۶۵ء میں چکوال ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔  
 آپہوں نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بعد میں مولانا برہان الدین چکوالی  
 سے استفادہ کیا۔ تکمیل علم کے لئے بہار پور کا سفر کیا اور مدرسہ مظاہر العلوم بہار پور میں داخل  
 ہوئے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا احمد حسن کانپوری اور مولانا احمد علی محدث بہار پوری  
 جیسے فضلاء نے روزگار کے نام ملتے ہیں۔

درس و تدریس میں زندگی بسر کی۔ وسیع المطالعہ عالم تھے۔ اہل علم نے بکثرت ان  
 سے استفادہ کیا۔ ۱۳۲۵ھ/۸-۱۹ء میں فوت ہوئے۔

مولانا علامہ محمد چکوالی کی قلمی یادگاروں میں حسب ذیل معروف ہیں:

- ۱۔ شرح تین متین (نحو)
- ۲۔ حاشیہ علی حاشیۃ القاضی مبارک (منطق)



## غلام محمد دین پوری

مولانا ابوالسراج غلام محمد بن سردار حاجی نور محمد خان بن سردار محمد چراغ خان ضلع جھنگ کے اکیانہ بلوچ قبیلے کے شیم و چراغ تھے۔ ۱۲۵۱ھ/۳۶-۱۸۳۵ء میں موضع عالمے خان مشرقی ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔

سردار حاجی نور محمد خان ایک دیندار اور درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں تمام کاروبار اپنے بڑے صاحبزادے سردار محمد اسماعیل کے سپرد کر دیا تھا اور خود اہل اللہ کی محفلوں میں وقت گزارتے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دور دراز کے سفر بھی کئے۔ فریضہ حج کی بجا آوری کے بعد مستقل طور پر ارض حجاز میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ ۱۲۵۸ھ/۲۳-۱۸۳۲ء میں افراد کنبہ کو لے کر بارادہ ہجرت چل پڑے۔ راستے میں بستی ”ٹہی کورائیاں“ پہنچے تو اچانک بیمار ہو گئے اور چند دن بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

خاندان کے سربراہ سردار حاجی نور محمد خان کی اچانک وفات کے سبب یہ خاندان ”ٹہی کورائیاں“ میں رہ پڑا۔ مولانا غلام محمد کی والدہ ماجدہ نے محنت مزدوری کر کے یتیم بچوں کی پرورش کی۔

مولانا غلام محمد نے بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مولانا فقیر اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور شرح جامی تک کتب درسیہ پڑھیں۔ اس کے بعد ذاتی مطالعے سے قرآن و سنت میں درک حاصل کی۔

مولانا غلام محمد ”ٹہی کورائیاں“ میں مقیم تھے کہ انہوں نے اپنی بڑی بہن کار شدہ بلوچ قبیلے سے باہر ایک کہار سے کر دیا۔ ٹہی کورائیاں کے بلوچوں نے اسے اپنی ہتک

خیال کیا اور موقع پا کر کھار مذکور کو قتل کر دیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کھار مذکور کے شیر خوار بچے (مولانا غلام محمد کے بھانجے) کو بھی بھجوا کیا سا رکھ کر بار ڈالا۔ اس سانحہ کے بعد مولانا غلام محمد نے ٹی کورائیاں کی سکونت ترک کر دی اور بستی گھوٹہ (علاقہ خانیوں آگے۔ آخر میں ۱۲۹۳/۶۱۸۷ھ کے لگ بھگ "دین پور" آگئے جو اُن کے دم قدم سے نہ صرف آباد ہوا بلکہ اسم باسمنی ہو گیا۔

مولانا غلام محمد نے سلسلہ قادریہ میں مولانا محمد صدیق بھجروندوی (م ۱۳۰۸ھ) سے بیعت کی تھی۔ تقریباً ۲۸ سال اُن کی صحبت میں رہے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا غلام محمد عابد و زاہد بزرگ تھے اور حلقہ صوفیاء میں مقام بلند رکھتے تھے۔ خواجہ غلام فرید کو اُن سے تعلق خاطر تھا۔ مولانا غلام محمد کے سوانح نگار نے لکھا ہے کہ:

د اکثر چاچراں شریف سے باہر جاتے ہوئے دین پور شریف سے متصل سڑک پر سے آپ (خواجہ غلام فرید) کا گزر ہوتا۔ آپ پاکی پر سوار ہوتے لیکن ہوں ہی دین پور شریف کی حدود کے قریب آتے سواری سے اتر جاتے اور تھوڑی دور پیدل چل کر آگے جا کر سوار ہوتے۔

مولانا غلام محمد کو علمائے دیوبند سے خصوصی لگاؤ تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے دین پور میں ابتدائی تعلیم پائی تھی۔ ۱۹۱۱ء/۱۳۲۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کے تعارف کے لئے مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) حافظ محمد احمد (م ۱۳۴۰ھ) اور مولانا عبید اللہ سندھی نے سندھ کا دورہ کیا۔ یہ وفد دوران سفر میں دین پور میں ٹھہرا۔ واپسی پر مولانا غلام محمد وفد کے ساتھ کراچی تک گئے۔ اپریل ۱۹۱۲ء/۱۳۳۰ھ میں انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کی خصوصی دعوت پر دارالعلوم دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی۔ اس موقع پر

انہوں نے اکابر دیوبند سے خصوصی ملاقاتیں کیں۔ دیوبند سے واپسی پر فرمایا کرتے تھے:  
 ہم پہلے دیوبند کو مولویوں کا ایک مرکز خیال کرتے تھے مگر وہاں جا کر  
 ہم نے بے شمار عام لوگوں پر انوارِ الہی کی بارش برسی دیکھی ہے۔ خواص کی تو کچھ  
 بات ہی اور تھی۔

مولانا غلام محمد نے "تحریکِ ریشمی رومال" میں حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔ مولانا عبدالقادر  
 دین پوری کے ہمراہ جالندھر میں چھ ماہ نظر بند رہے۔

مولانا غلام محمد نے ۱۹۲۲ء/۶/۲۱-۱۳۴ھ میں اپنے مرشد حافظ محمد صدیق بھرچونڈوی  
 اور سید محمد راشد (مرشد حافظ محمد صدیق بھرچونڈوی) کے نام پر دین پوری میں "مدرسہ  
 صدیقیہ راشدیہ" قائم کیا جو آج تک علمی و دینی خدمات میں سرگرم ہے۔ اس مدرسہ میں  
 مولانا عبدالقادر دین پوری، مولانا عبداللہ لغاری و شاگرد مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا غلام صدیق  
 حاجی پوری، مولانا عبدالرزاق اور مولانا عبداللہ درہواستی جیسے علماء و مدرسین نے  
 تعلیم و تدریس کی ہے۔

۱۹۲۳ء/۱۱/۱۳ھ میں قریشیہ حج ادا کیا۔ مولانا غلام محمد نے وجع المفاصل کے عارضے  
 میں ۳۰ فروری ۱۹۲۴ء/۱۳/۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء کو وفات پائی۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ  
 جامعہ عباسیہ بہاولپور نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور دین پوری میں دفنانے گئے۔  
 مولانا سید محمد زمان نیازی ہمدانی نے قطعہ تاریخ وفات کہا۔ جس کے آخری  
 دو شعر یہ ہیں:

لہ ید بیضا ص ۱۰۷

لہ تفصیل کے لئے "ید بیضا"، "تحریکِ شیخ الہند" اور "نقشِ حیات"

ہر کہ رفت از در دنیا باز ناید یسبح گاہ !  
 بے اثر است گر چہ نالذہر کے صبح و مسا  
 اے نیازی ! طبع من از بہر تار بخش بگفت  
 قبلہ ار باب معنی بد پیشوائے اقتیاریؑ

۱۳۵۲ھ

مولانا غلام محمد دین پوری سے نعلق کثیر نے استفادہ کیا۔ ان کے بارِ خلافت کو حسب

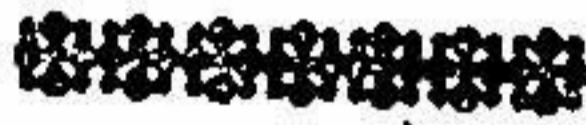
ذیل بزرگوں نے اٹھایا:

۱۔ مولانا حسین احمد مدنی

۲۔ مولانا احمد علی لاہوری

۳۔ مولانا عبدالہادی دین پوری

مولانا غلام محمد نے دو شادیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اولاد دی مگر سلسلہ نسلی  
 تین صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں سے چلا۔ ان میں سے پہلی اہلیہ سے دو صاحبزادے  
 مولانا عبدالہادی اور میاں رشید احمد ہیں۔ دوسری اہلیہ مولانا عبید اللہ سندھی کی دختر  
 تھیں۔ ان سے ایک صاحبزادے میاں ظہیر الحق پیدا ہوئے۔



## غلام محمد گھوٹوی

مولانا غلام محمد گھوٹوی راجپوت کنگ برادری کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۸۸۶ء/۶/۰۲ - ۱۳۰۳ھ میں گجرات کے نواحی قصبے گمراہی میں پیدا ہوئے۔ خاندان کی گزر فیسرتی باڑی پر تھی۔ انہوں نے قصبہ نگہو والی کے پرائمری سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد چکوڑی (ضلع گجرات) میں مولانا محمد چراغ سے فارسی اور صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ ان کے خاندان والوں کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے آبائی پیشہ کو اپنالیں اور گھر سے باہر مسجدوں اور مکتبوں میں نہ پڑے رہیں مگر ان کی لگن تھی کہ وہ خاندان والوں کو بتائے بغیر چکوڑی سے گھوٹ (ضلع ملتان) منتقل ہو گئے اور مولانا حافظ محمد جمال گھوٹوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ کاقیہ ابن حاجب سے لے کر قطبی اور میبذی تک کتابیں ان سے پڑھیں۔ بعد میں استاد محترم گھوٹوی کے ارشاد پر مولانا سید غلام حسین کی خدمت میں موضع تیلری (ضلع مظفر گڑھ) حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ یہاں رہ کر موضع چکی (ضلع اٹک) میں مولانا محمد زبان کے پاس پہنچے۔ یہاں بھی زیادہ عرصہ مقیم نہ رہے اور مدرسہ نعمانیہ لاہور میں داخل ہو گئے۔ حافظ غلام احمد حافظ آبادی کی نگرانی میں طبیعتاً اور ریاضتی کی تکمیل کی۔ یہاں سے مولانا احمد حسن کانپوری (د ۱۳۲۲ھ) سے استفادہ کے لیے کانپور گئے دو سال ان سے ادب عربی اور معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ ان کی وفات پر مولانا فضل حق رامپوری (د ۱۳۵۸ھ) کے درس میں شریک رہے۔

صحاح ستہ اور کتب طب مولانا وزیر حسن رامپوری سے پڑھیں۔

فارغ التحصیل ہوئے تو مدرسہ عالیہ رامپوری میں مدرس ہو گئے۔ تین سال کے بعد

مولانا حافظ محمد جمال گھوٹوی نے انہیں گھوٹہ بلالیا اور وہ یہاں آ گئے۔ بیس سال گھوٹہ



اُن کے علم و فضل کی بدولت مرجع طلبہ رہا۔ گھوٹہ میں آنے کے تیرہ سال بعد وطن مالو ف گئے۔ اہل خاندان نے بہت کوشش کی کہ وہ "گمرالی" آجائیں مگر انہوں نے یہ کہہ کر گمرالی میں سکونت اختیار نہ کی کہ جس گاؤں کی سکونت اللہ کی راہ میں ترک کر دی تھی۔ اب وہاں قیام موزوں نہیں۔

سابق ریاست بہاول پور میں جامعہ عباسیہ بہاول پور دس سال اسلامیہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی تو اس کی کرسی صدارت کے لیے نواب بہاول پور کی نگاہ مولانا غلام محمد گھوٹوی پر پڑی چنانچہ ۲۵ جون ۱۹۲۵ء / ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ کو انہوں نے بحیثیت "شیخ الجامعہ" جامعہ عباسیہ ریاست کی ملازمت اختیار کی۔ تقریباً بائیس سال اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہ کر ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء / ۷ ربیع الاخری ۱۳۶۶ھ کو سبکدوش ہوئے۔

مولانا غلام محمد اپنے علم و فضل کی بنا پر علماء کے ہر طبقے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ علمائے دیوبند سے اُن کے اچھے روابط تھے اور اُن سے نخط و کتابت رکھتے تھے۔ ۱۹۱۱ء میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ بمبئی سے جہاز میں سوار ہونا تھا۔ راستے میں دیوبند گئے اور مولانا محمود حسن سے ملے۔ سماع موتی کے سٹڈ پر دونوں بزرگوں کا اختلاف تھا مگر مولانا محمود حسن نے پھر پورا اپنائیت کا اظہار کیا۔

فائدہ قادیانیت کے تعاقب میں نہایت سرگرم تھے۔ اہل سنت مناظرین کے حوصلے بڑھاتے تھے۔ مشہور مقدمہ بہاول پور میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ مولانا غلام محمد سیاسی طور پر ابتداً انڈین نیشنل کانگریس سے وابستہ تھے اور ملتان ڈویژن کے صدر تھے بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور تحریک پاکستان کے لیے دماغ، اور مہم، قدم، سخنے کام کیا۔

مولانا گھوٹوی ابتدائی زمانہ تعلیم میں پیر مہر علی شاہ گھوٹوی کے دامن الفت سے وابستہ ہو گئے تھے۔ مولانا محمد جرات چکوڑوی پیر صاحب کے ازادت مند تھے اور پیر مہر علی شاہ مرحوم سیال شریف جاتے ہوئے چکوڑوی میں قیام کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک سفر میں پیر صاحب نے مولانا غلام محمد کے بارے میں کلماتِ حسین کہے کہ "طالب علم ہونہار دکھائی دیتا ہے"۔ چنانچہ مولانا پیر صاحب سے بیعت ہوئے۔ مولانا غلام محمد ۸ مارچ ۱۹۲۸ء/۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ کو بہاول پور میں فوت ہوئے اور قبرستان ملوک شاہ میں دفنانے گئے۔ لواحقین میں دو صاحبزادے مولانا عبدالحئی چشتی اور مولانا حافظ غلام احمد ہیں :

مولانا گھوٹوی کا حلقہ تلامذہ بہت وسیع ہے۔ کم و بیش پینتالیس سال تعلیم و تدریس سے وابستہ رہے۔ سینکڑوں افراد نے استفادہ کیا ہوگا۔ چند اہم نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولانا مہر محمد چھروی مدرس مدرسہ فتحیہ اچھرہ
- ۲۔ مولانا محمد ذاکر بانی جامعہ محمدی شریف۔ جھنگ
- ۳۔ علامہ رحمت اللہ شاد بہاول پوری
- ۴۔ پیر ولایت شاہ گجراتی
- ۵۔ مولانا محمد اسماعیل سجادہ نشین مولوی زئی شریف
- ۶۔ مولانا عبدالرزاق سجادہ نشین چھر پور
- ۷۔ مولانا حافظ محمد شفیع مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان
- ۸۔ مفتی محمد امین بہاول پور



## علامہ محمد جلو انوی

مولانا غلام محمد بن میاں محمد فاضل راجپوت سدیانہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۹۳ء/۱۱  
 ۱۱۔ ۱۳۱ھ کے لگ بھگ چک نمبر ۱۹-گ۔ ب مخدوماں ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ ساتویں  
 جماعت میں پڑھتے تھے کہ سید شیر محمد شاہ گیلانی (متوطن فتح پور گوگیرہ۔ ضلع ساہیوال) کے  
 حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور اٹھارہ برس تک ان کی خدمت میں رہے۔ علوم دینیہ کی تحصیل  
 ان ہی سے کی۔

مولانا غلام محمد جلو انوی، قصبہ جلوانہ ضلع فیصل آباد میں مقیم رہے اور اصلاح معاشرہ و  
 تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ موصوف ابن عربی (م ۸۶۳ھ) کے زبردست مداح تھے  
 اور ان ہی کے انداز پر صوفیانہ خیالات رکھتے تھے۔ مولانا غلام محمد زریٹھ سال کی عمر میں ۴ سوال  
 ۱۳۷۵ھ/۱۵ مئی ۱۹۵۶ء کو جلوانہ ضلع فیصل آباد میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے گئے۔  
 ان کی اولاد میں چار صاحبزادے۔ محمد الوار حسین، محمد نیاز حسین، محمد افتخار حسین اور  
 محمد اعجاز حسین ہیں۔

مولانا غلام محمد مرحوم کی حسب ذیل تصنیفات معلوم ہو سکی ہیں۔

- ۱۔ اسرار المقطعات و رموز المتشابہات
- ۲۔ تحقیق العارفین فی حقیقت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
- ۳۔ رسالہ نور الایمان فی علم القرقان
- ۴۔ نور ولایت
- ۵۔ دیوان عشق
- ۶۔ پیام جلوی
- ۷۔ مدیحتہ النبی (نعت بزبان فارسی)
- ۸۔ وصال باکمال سید شیر محمد شاہ گیلانی
- ۹۔ کمال جلوی

۱۰۔ رمز الوجودت (پنجابی۔ منظوم)

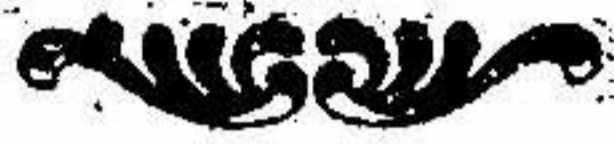
۱۱۔ وصال نامہ (سید قطب علی شاہ)

۱۲۔ تعلیم توحید و دقیق علوم

۱۳۔ الاسرار الالہیہ من الفتوحات المکیہ

مولانا غلام محمد کے ملفوظات «اسرار التوحید المعروف بہ ملفوظات جلوی» کے نام

سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔



## غلام محمد ترنم

مولانا غلام محمد ترنم بن عبدالعزیز ۱۹۰۰ء/۱۸/۱۲-۱۳۱۷ھ میں امرتسر کے ایک غریب کشمیری گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم مولانا عبدالرحیم (م ۱۳۳۵ھ) اور مفتی عبدالصمد کشمیری (م ۱۳۳۶ھ) سے حاصل کی۔ اس کے بعد قاضی بانی اور شالوں پر گل کاری کے فن سیکھے اور کئی سال اس پیشہ سے وابستہ رہے۔ تحصیل علم کا طبعی شوق انہیں جناب محمد حسین عرشیؒ کے پاس لے گیا۔ عرشی صاحب نے اپنے علمی مشاغل کے پیش نظر انہیں حکیم فیروز الدین فیروز طغرائی (م ۱۳۴۹ھ) کے پاس پہنچا دیا۔ حکیم طغرائی سے شعر و شاعری میں اصلاح کے ساتھ نثری فاضل کا نصاب پڑھ کر امتحان میں بیٹھے اور کامیابی حاصل کی۔ اگلے سال ادیب فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ حکیم طغرائی کے فیض صحبت نے انہیں "ترنم" بنایا اس سے پہلے "اصغر" تخلص کرتے تھے۔ ادب و شعر کے راستے دینیات کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولانا محمد عالم اسی (۱۳۶۳ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ مولانا اسی سے اپنے تعلقات کے بارے میں لکھتے ہیں:

”میرے اور حضرت اسی کے تعلقات غلام (ترنم) اور آقا (اسی) کے تھے اور وہ ازراہ کرم میرے پاس کبھی کبھی تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں غیر حاضر تھا تو وہ یہ شعر لکھ کر رکھ گئے۔“

۱۔ مولانا عبدالرحیم خالصہ کالج امرتسر میں زبان و ادبیات عربی کے پروفیسر تھے اور مولانا ترنم کے بہنوئی

تھے ۲۔ مدیر "البیان" و "بلاغ" امرتسر

پھول غریب درو مندے بدرت رسیدہ باشد  
 چہ قدر تپیدہ باشد پو ترا ندیدہ باشد  
 چند دن بعد دوبارہ تشریف لائے اور میں پھر بھی نہ مل سکا تو وہ یہ شعر لکھ کر  
 ڈال گئے ع

طریق ترنم الاشعار صعوبت

طویل فی طویل فی طویل

فیق طب کی کتابیں حکیم حاجی محمد علی (گوجرانوالہ) حکیم محبوب عالم اور حکیم فتح چند سے  
 پڑھیں۔ لاہور کے نامور طبیب حکیم شہزادہ علام محمد سے اصولِ مطب سیکھے۔

مولانا کا ذریعہ معاش پہلے تو قالیں باقی تھا بعد میں درس و تدریس کا شغل اختیار  
 کیا۔ مسلم ہائی سکول شریف پورہ امرتسر میں دینیات کے مدرس تھے اور فارغ اوقات  
 میں مطب کرتے تھے۔ دینی و تبلیغی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اس راہ میں ایشاد و  
 قربانی میں کبھی پیچھے نہ رہتے تھے۔ ہال بازار امرتسر میں السنۂ شرقیہ کی تعلیم کے لیے  
 ایک ادارہ "جامعہ اسلامیہ" کی بنیاد رکھی۔ جامعہ میں خود کم ہی پڑھاتے تھے۔ دوسرے  
 مدرسین کی مستقل خدمات حاصل کی ہوئی تھیں۔ جامعہ امرتسر کے نوجوانوں میں عربی و  
 فارسی زبانوں کا ذوق پیدا کیا۔

امرتسر میں مولانا ترنم کی شہرت ایک مدرس اور خطیب کی تھی۔ عوام میں خاصے مقبول  
 تھے۔ مولانا ظفر علی خان امرتسر گئے تو ان کے بارے میں کہا ع  
 ترنم چاند ہے اس شہر میں علم اور حکمت کا  
 درخشاں اس کے ہالے ہیں مسلمانانِ امرتسر

۱۵ کتب بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری ماہنامہ "فیض الاسلام" (راولپنڈی) یا بیت جنوری ۱۹۶۰ء ۶۲ء مولانا

علامہ محمد ترنم ص ۲۰ ۱۵ چمنستان ص ۵۲

برصغیر کی تقسیم کے بعد لاہور آگئے یہاں ان کی ونی و تبلیغی سرگرمیاں اور بڑھ گئیں۔ جامع مسجد رسول سیکرٹریٹ میں جمعہ کا خطبہ دیتے تھے جو رحلتِ آنحضرت سے چھ ماہ پہلے تک جاری رہا۔ مولانا ترنم نے جب خطبہ جمعہ شروع کیا تو یہ مسجد محض ایک چھوٹی سی تھی۔ ان کی کوششوں سے موجودہ رفیع الشان عمارت تعمیر ہوئی۔

سکرٹریٹ کے بانی عیسیٰ انگریزی دور کی یادگار سنگ مرمر کی ایک صلیب تھی۔ سکرٹریٹ میں داخل ہوتے ہی اس پر نظر پڑتی تھی۔ مولانا ترنم نے ایک خطبے میں مطالبہ کیا کہ صلیب کو بائیسے سے ہٹا دیا جائے۔ گورنر پنجاب اور چیف سیکرٹری کو توجہ دلائی گئی مگر روایتی دقتوں کے باعث صلیب نہ ہٹائی گئی۔ دوسرے جمعہ کو مولانا نے اعلان کر دیا کہ اگر آئندہ جمعہ تک یہ صلیب نہ ہٹائی تو میں خود کراچی لے کر سیاہ دل انگریز کی یہ یادگار ہمیشہ کے لیے زمین بوس کروں گا۔ ان کے اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ مقررہ میعاد سے پہلے انگریزی دور کی یہ یادگار ختم ہو گئی۔

مولانا ترنم تحریک پاکستان کے سرگرم ہم نواؤں میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے پاکستان کے بنیادی مقصد اسلامی نظام حیات کے احیاء کے لئے کام شروع کیا۔ جمعیت العلماء نے پاکستان کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ پہلے صوبہ پنجاب کے صدر تھے بعد میں کل پاکستان تنظیم کے نائب صدر چنے گئے۔ وہ جمعیت کے ذہین اور معاملہ فہم لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔

سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو تھے۔ آل پاکستان ایورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے روح و رواں تھے۔

مولانا ترنم نقشبندی سلسلہ طریقت میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری سے بیعت تھے۔ اس کے علاوہ سید علی حسین شاہ چشتی نظامی سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔

مولانا ترغم دیابیطس کے مریض تھے اسی بیماری میں ۷ مارچ ۱۳۷۹ھ / ۲۴ جولائی  
۱۹۵۹ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ قبرستان میانی صاحب میں دفنائے گئے۔ پیر  
غلام دستگیر نامی مرحوم نے حسب ذیل قطعاً تاریخ کے لئے

غلام محمد ہوئے آہ فوت      وفات ان کی ہے ایک عالم کی موت  
جو تاریخ مطلوب نامی ہے تو      وہاں فوت عذب البیان ہے کہو

۱۳۷۹ھ

غلام محمد کی نامی وفات      ترغم پر اک خط نسخ ہے  
غلام محمد طیب اجل      جہاں سے گئے آہ تاریخ ہے

۱۳۷۹ھ

ملک نصر اللہ خان عزیز مرحوم نے ان کی رحلت پر حسب ذیل تعزیتی تذکرہ لکھا جس  
میں ان کے سیرت و کردار پر عمدہ طریقے سے روشنی ڈالی ہے :

”مولانا غلام محمد ترغم سے پہلی مرتبہ امرتسر میں تعارف ہوا تھا۔ وہ اس  
بامستی اور اپنے تخلص کا عملی نمونہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی  
پر انہیں فخر تھا اور بڑے شیوا بیان واعظ تھے۔“

پاکستان آنے کے بعد بھی ان کے دینی اور ملی مشاغل میں فرق واقع نہ  
ہوا۔ دستور اسلامی کے حامی تھے اور سیکرٹریٹ کی مسجد کے خطیب  
ہونے کے باوجود اسی مسجد کے منبر سے اس وقت تک سخن بات کہتے  
تھے جب کہ وقت کی حکومتیں اس بات کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

مسلم کے اعتبار سے بیوی تھے گو مرزاں مرزا اور مسلکی اختلافات



کو خوش طبعی اور بذلہ سنجی سے ٹال جاتے تھے۔ قادیانی ایچی ٹیشن میں  
سیفی ایکٹ کے تحت نظر بند رہے۔ وہاں سے نکلنے کے بعد بھی  
اُن کے دم خم میں فرق نہیں آیا تھا۔ ہر فن مولا تھے۔ واعظ، مدرس، سیاسی  
کارکن، خطیب، طبیب، عالم، عامی سب کچھ تھے جس محفل میں بیٹھتے،  
اسے کشت زعفران بنا دیتے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے،  
اُن کی خطاؤں سے درگزر اور اُن کی نیکیوں کا اجر جزیل عطا فرمائے آمین<sup>۱</sup>۔  
مولانا ترجمہ کی حسب ذیل کتابیں معلوم ہو سکی ہیں:

۱۔ دستور پاکستان

چالیس صفحات کا یہ مقالہ مرحوم نے صدر جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب  
کی حیثیت سے جمعیت کی سالانہ کانفرنس منعقدہ ۱۰/۱۱/۱۲ اور دسمبر ۱۹۵۰ء  
میں پڑھا تھا۔ بعد میں کتابی صورت میں طبع ہوا۔

۲۔ مقدمہ و حواشی "بطل حریت"۔ مشہور انگریز مصنف تھامس کارلائل کے لیکچروں  
کے ترجمہ پر مقدمہ اور حواشی تحریر کئے ہیں۔ حواشی میں کارلائل کی غلط فہمیوں  
پر گرفت کی ہے۔

۳۔ الجہاد

۴۔ غذائی چارٹ

ان کے علاوہ متفرق مضامین اور نعتیہ کلام یادگار ہے۔ بطور نمونہ کلام چند  
نعتیہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں:

کیا کہے گا دلِ ناواں تجھے سودا کیا ہے!  
وہ اگر پوچھ لیں تجھ سے کہ تمنا کیا ہے

۱۔ بحوالہ ماہنامہ "فیض الاسلام"، راولپنڈی بابت جنوری ۱۹۶۰ء

دل کشتی پھولوں میں، تاروں میں، بہاروں میں نہیں  
 ماسوا آپ کے اس دہرے میں اچھا کیا ہے!  
 نہ تصور میں یہ قدرت، نہ سخن میں یہ تاب  
 کیا کہیں چہرہ پر نور کا نقشہ کیا ہے  
 اک ترنم ہی نہیں جلوہ حیرت کا اسیر  
 ہر کوئی سوچ رہا ہے تیرا جلوہ کیا ہے



## قاضی غلام محمد جھنڈیالی

قاضی غلام محمد بن قاضی علی محمد بن قاضی محمد سعید بن حافظ نور محمد ۱۲۹ھ / ۱۸۷۳ء کے لگ بھگ موضع "جھنڈیاں" ضلع اٹک کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُن کا سلسلہ نسبت حضرت عباس بن علی بن ابی طالب سے ملتا ہے۔ سات سال کے تھے کہ والد قاضی علی محمد کا انتقال ہو گیا۔ والدہ ماجدہ کی توجہ سے علوم دینی کی تحصیل کی۔ قرآن مجید (ناظرہ) گھر پر پڑھ کر مولانا فضل حق ساکن بکھوال ضلع اٹک کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور اُن سے فارسی نظم و نثر اور عربی دستور و قواعد کی تحصیل کی۔ اس کے بعد مختلف درسگاہوں میں اکتساب فیض کرتے رہے۔ موضع نوٹھ ضلع اٹک میں مولانا غلام رسول عرف "انسی والا بابا" سے بھی استفادہ کیا۔

زمانہ تعلیم ہی سے تلمیذی ذوق رکھتے تھے جن دنوں درس نظامی کی آنری کتابیں پڑھتے تھے۔ مبتدی طلبہ کو درس دیتے اور اشکالات کے حل میں مدد دیتے تھے۔ قارئین التحصیل ہوئے تو آبائی گاؤں میں "مدرسہ منبع العلوم" کی بنیاد رکھی اور خود پڑھا ہوا، دوسروں تک پہنچانے لگے۔ جھنڈیال جیسی چھوٹی بستی حلقہ علماء میں دور دور تک مشہور ہو گئی۔ ایک مختصر سے وقفے کے علاوہ تمام عمر "مدرسہ منبع العلوم" میں تشنگانِ علوم کی پیاس بجھاتے رہے۔ ۱۱ شوال ۱۳۳۲ھ / ۱۱ اگست ۱۹۱۶ء تا ۱۱ ربیع الاولیٰ ۱۳۳۵ھ / ۵ جنوری ۱۹۱۷ء کا زمانہ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں بحیثیت مدرس گزارا تھا۔

کھیتی باڑی اور طبابت کی آمدنی پر گزر بسر تھی امامت و خطابت اور مدرسہ کا اہتمام و تدریس فی سبیل الشکر تے تھے۔ کچھ عرصہ ڈسٹرکٹ بورڈ اٹک کی طرف سے میرج انسپکٹر (MARRIAGE INSPECTOR) بھی رہے تھے۔

مولانا قاضی غلام محمد اپنے علاقے کے بلند پایہ عالم تھے۔ مذہبی مسائل میں اُن

ہی سے راہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔ کتب فقہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کے فتاویٰ پر دارالعلوم دیوبند کے مفتی کے تائیدی دستخط ملتے ہیں۔ علمائے دیوبند سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ بدعات اور شرکانہ عقائد سے سخت متنفر تھے اور اچانے سنت کی تڑپ رکھتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی تھی۔ مہمان نواز، بردبار اور ہنس مکھ شخصیت کے مالک تھے۔ طویل علالت کے بعد ۱۳ مارچ ۱۳۸۶ھ / ۲۹ ستمبر ۱۹۶۶ء کو جھنڈیال میں فوت ہوئے۔ وہیں عام قبرستان میں مدفون ہیں۔

مولانا قاضی غلام محمد کی قلمی یادگاروں میں سے ”مجموعہ فتاویٰ“ ہے جو تین جلدوں میں مرتب ہے۔ سماحاً زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ فارسی، اردو اور پنجابی میں شعر کہتے تھے اور ”غلام“ یا ”غلام محمد“ تخلص کرتے تھے۔ ان کی اکثر منظومات دلچسپ ہیں اور زبان پر قدرت کا مکمل نمونہ ہیں۔

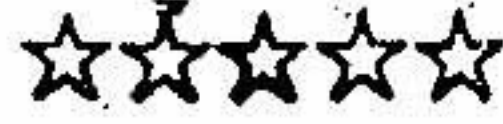
فارسی زبان کے قواعد کی تدریس میں بطور خاص دلچسپی لیتے تھے۔ ایک نظم میں ماضی مطلق سے فعل مضارع بناتے وقت جن حروف کا ایک دوسرے سے رد و بدل ہوتا ہے۔ ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ تاریخ گوی سے دلچسپی تھی اور کئی اہم مواقع پر قطعات تاریخ کہے۔ مولانا احمد خاں میروٹی کی رحلت پر طویل مرثیہ لکھا جس کے چند اشعار مولانا میروٹی کے تذکرہ میں نقل کیے گئے ہیں۔ مرحوم کا ایک شعر ہے۔

من گر چہ کمتر از ہمہ اولادِ آدم  
فخر ہمیں نہیں بس است غلام محمد

مولانا مرحوم کے چار صاحبزادے ہیں اور اول الذکر تین اپنے اپنے حلقہ اثر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۱۔ مولانا حافظ محمد عبدالحق

- ۲۔ مولانا محمد سیف الرحمان  
 ۳۔ مولانا حافظ محمد ظہور الحق  
 ۴۔ مولانا منشی محمد فیض عالم۔ عین عالم شباب میں انتقال کر گئے۔



## غلام محمود پیدائشی

مولانا غلام محمود بن نورنگ بن محمد باقر ۱۲۸۲ھ/۶۶-۱۸۶۵ء میں واندہ محمد خان ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ مقامی مکتب میں حافظ محمد مرزا سے قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا سلطان محمود بندیالوی اور مولانا فیض محمد (ساکن شاہ جمال - ملتان) سے صرف و نحو کی تکمیل کی۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں زیر تعلیم رہے اور مولانا غلام احمد حافظ آبادی سے کتب فیض کیا۔ کچھ عرصہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے استفادہ کیا آخر میں دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث کیا۔ مولانا محمود حسن کے شاگردوں میں مولانا نور شاہ کاشمیری فرانت و قطانت اور پتھر علی کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھے۔ مولانا غلام محمود، مولانا نور شاہ کے ہم درسوں میں تھے۔ اور ذہین ترین طلبہ میں شمار ہوتے تھے تاہم شاہ صاحب کی وسعت مطالعہ اور علمی مقام کے معترف تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ:

» دورانِ درس ایک مرتبہ ہمارے استاد صاحب تقریر کر رہے تھے اور اس موضوع پر بطور خاص میری معلومات کا پورے دیوبند میں چرچا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی اس موضوع پر چنداں شہرت نہ تھی۔ چنانچہ استاد صاحب نے اپنی تقریر درمیان میں روک کر شاگردوں سے رائے طلب کی..... میں جی میں بہت خوش ہوا کہ آج پیرانور شاہ صاحب کے مقابلے میں بہت بہتر تقریر کروں گا چنانچہ میں نے عرض کیا کہ پیر شاہ صاحب اپنے دلائل بیان کر لیں تو میں بعد میں عرض کروں گا۔

استاد کے حکم سے شاہ صاحب نے تقریر شروع کی..... میرے

ذخیرہ علمی میں جو سب سے قوی اور قیمتی دلیل تھی جس کے بارے میں مجھے  
 ناز تھا کہ میری ہی ذہنی فتوحات کی وہاں تک رسائی ہے۔ شاہ صاحب  
 نے اپنی تقریر کا آغاز خاص اسی دلیل سے کیا اور پھر آئندہ ہر دلیل اس سے  
 بڑھ چڑھ کر پیش کی.... مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور میں شاہ صاحب کے  
 علمی تبصرے سے مہرہوت ہو کر رہ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ خزانہ قدس  
 کے لڈنی سرچشمے تک شاہ صاحب کا ذہنی رابطہ ہے ورنہ کسب و  
 کوشش سے اس مقام ارفع تک رسائی ممکن نہیں۔ خواجہ حافظ شیرازی  
 نے کسی بادشاہ کے بارے میں لکھا تھا اور وہ مصرعہ حضرت کاشمیری  
 پر اس طرح چسپاں ہوتا ہے جیسے درحقیقت اُن ہی کے لیے  
 سات صدی قبل لکھا گیا ہوا

محل نور تجلیست رائی انور شاہ

۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور پیلوں (ضلع میانوالی) میں تدریس  
 شروع کی۔ پانچ سال بعد کھٹہ ضلع اٹک تشریف لے گئے۔ تین سال وہاں رہے اس  
 کے بعد چکی (ضلع اٹک)، نظرہاں (ضلع ملتان) اور وطن بالوف کے مدارس میں آٹھ  
 نو سال تدریس کی۔ اس کے بعد دوبارہ پیلوں آگئے اور دارالعلوم محمودیہ میں مصروف  
 تدریس رہے۔

مولانا غلام محمود پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت تھے اور پیر موصوف سے  
 تعلق خاطر رکھتے تھے۔ موصوف وسیع النظر اور صاحب مطالعہ عالم دین تھے۔ درس  
 نظامی کے جملہ فنون پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اُن کی تصنیفات میں تحقیق و تدقیق کے

اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔

۲۳ رمضان ۱۳۶۷ھ / یکم اگست ۱۹۴۸ء کو فوت ہوئے۔ مولانا محمد حسین شونا  
(فاضل مدرسہ امینیہ دہلی) اُن کے جانشین ہیں۔ مولانا غلام محمود کی چند تصنیفات  
یہ ہیں:

۱۔ نجم الرحمان

۲۔ ارمغانِ شاداں (فارسی قواعد)

۳۔ تحفہ سلیمانیا۔ ”تکملہ حاشیہ عبد العفور علی شرح الجامی“ پر حاشیہ ہے۔

مولانا غلام محمود سے سینکڑوں اہل علم نے استفادہ کیا۔ اُن کے معروف ترین  
تلامذہ میں مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی، پیر کرم شاہ بھیروی اور خواجہ غلام سید الدین  
مروروی کے نام آتے ہیں۔



## غلام محی الدین بگوی

غلام محی الدین بگوی بن حافظ نور حیات ماہ محرم ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء میں موضع بگہ نزد بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت عکرمہ بن عمرو بن ہشام سے ملتا ہے۔ ان کے اجداد میں سے مولانا عبدالرحمان بن صالح آٹھویں صدی میں پنجاب میں وارد ہوئے۔ مولانا عبدالرحمان کی اولاد میں سے مولانا محمد ہاشم گیارہویں صدی میں دریائے جہلم کے کنارے موضع بگہ میں سکونت پذیر ہوئے۔

مولانا محمد ہاشم کے دو صاحبزادے۔ مولانا محمد صالح اور مولانا محمد یوسف تھے اول الذکر کی اولاد نے قصبہ جھاویریاں اور شاہ پور کو مسکن بنایا اور مؤخر الذکر کے اختلاف نے آبائی گاؤں میں حلقہ اصلاح و ارشاد قائم رکھا۔ مولانا محمد یوسف کے جانشین مولانا میرداد بگوی اور ان کے صاحبزادے حافظ نور محمد بگوی اپنے وقت کے جید عالم، متبع سنت اور رسوم غیر شرعیہ کے شدید مخالف تھے۔ حافظ نور محمد کے جانشین حافظ محمد شفا المعروف بہ شاہ زندہ (م ۱۲۲۰ھ) تھے۔

مولانا غلام محی الدین بن حافظ نور حیات ان ہی حافظ محمد شفا کے پوتے تھے انہوں نے حافظ حسن سے قرآن مجید پڑھا۔ نہایت ذہین و ذکی تھے۔ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء میں اپنے برادر خورد مولانا احمد الدین کو ساتھ لے کر حصول علم کے لئے دہلی کا سفر کیا۔ علم حدیث کی تحصیل شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) سے کی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلی (م ۱۲۳۹ھ)

۱۷ حدائق الحنفیہ اور تذکرہ علاقے ہند میں سال ولادت ۱۲۰۳ھ لکھا ہے مگر صاحب ترجمہ کے پوتے مولانا ظہور احمد بگوی مرحوم نے تذکرہ مشائخ بگہ، میں نجانہدانی روایات اور دستاویزات کی روشنی میں

سال ولادت ۱۲۱۰ھ بتایا ہے ۱۲

سے علوم حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ شاہ صاحب نے انہیں نصیحت کی تھی:

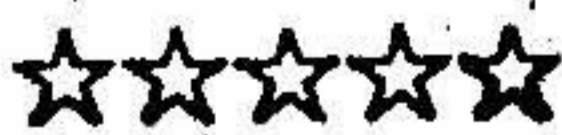
”ان شاء اللہ آپ سے بڑا فیض ہوگا۔ جب وطن جاؤ تو کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو۔“

قیام دہلی کے زمانہ میں شاہ غلام علی نقشبندی مجددی (م ۱۲۲۰ھ) سے بیعت ہوئے۔ علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد وطن آئے۔ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو چکا تھا اور سکھوں کا زمانہ اقتدار تھا۔ ان کی شہرت سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزیر فقیر عزیز الدین (م ۱۲۶۰ھ) بگہ گئے اور انہیں بگہ سے لاہور منتقل ہونے پر آمادہ کیا۔ موصوف لاہور آگئے اور بازار حکیمان کی ”لال مسجد“ میں مسند درس سجائی۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد نے ان سے استفادہ کیا۔ قریب تیس سال انہوں نے فرائض تدریس انجام دیئے۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا احمد الدین بھی ان کے ساتھ مصروف تدریس رہے۔

بگوی خاندان کی یہ درس گاہ پنجاب میں دلی الٹی مکتب فکر کی اشاعت کا ذریعہ بنی۔ اس درس گاہ سے فیض اٹھانے والوں میں حافظ ولی اللہ لاہوری، مولانا غلام رسول قلعوی، مولانا شاہ محمد فیروز پوری اور مولانا نور الدین چکوڑوی کے نام نمایاں ہیں۔

زندگی کے آخری سالوں میں بگہ آگئے اور چودہ سال مرض استرخا میں مبتلا رہ کر ۲۲ جون ۱۸۵۷ء کو وفات پائی۔ ”نور شید عالم“ کے الفاظ سے سال وفات نکلتا ہے۔ بگہ میں دفنائے گئے۔

مولانا غلام محی الدین کے دو صاحبزادوں۔ مولانا غلام محمد بگوی اور مولانا عبدالعزیز بگوی نے خاندانی روایات کو قائم رکھیں۔



## غلام محی الدین قصوری

مولانا غلام محی الدین قصوری بن شیخ غلام مصطفیٰ ابن شیخ غلام مرتضیٰ ۱۲۰۲ھ/۱۸۸۷-۱۹۷۷ء کے لگ بھگ قصور میں پیدا ہوئے۔ نسبی لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اجداد میں سے مولانا عبدالملک عہد شاہجہان میں سندھ سے قصور آئے تھے۔ یہ ان ہی عبدالملک کے پوتے شیخ غلام مرتضیٰ مولانا غلام محی الدین کے دادا تھے۔

مولانا شیخ غلام مرتضیٰ بلند پایہ عالم دین تھے۔ احمد شاہ ابدالی جب پنجاب آیا تو اُس نے جن مقامی علماء سے مذہبی مسائل میں مشورہ کیا ان میں مولانا غلام مرتضیٰ شامل تھے۔ پنجاب میں سکھا شاہی سے تنگ آکر پشاور ہجرت کر گئے تھے۔ ۱۲۰۰ھ/۱۸۸۵ء میں وفات پائی۔

مولانا شیخ غلام مصطفیٰ بھی اپنی خاندانی روایات کے امین تھے۔ مولانا غلام محی الدین کی عمر ایک سال تھی کہ ان کے والد شیخ غلام مصطفیٰ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے چچا مولانا محمد قصوری نے ان کی پرورش کی۔ ان سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ ان کے دوسرے اساتذہ میں ایک نام "مولانا باب اللہ" کا ملتا ہے۔

مولانا غلام محی الدین نے اپنے عم محترم محمد قصوری کے ہاتھ پر قادری سلسلے میں بیعت کی اور ان کے خلیفہ ہوئے۔ نوجوانی ہی میں ان کی ذات مرجع حلائق ہو گئی تھی۔

لہ انوار محی الدین ص ۱۵

۱۵ ایضاً ص ۲۳

مولانا قصوری کے بعض اعتراف بانس بریلی میں رہائش رکھتے تھے۔ اُن سے منہ بانس بریلی گئے اور ولہی پورہ میں شاہ غلام علی (م ۱۲۲۰ھ) کی زیارت کے لئے رُک گئے۔ اُن کی عقل میں بیٹھے مگر سلسلہ ارادت قائم نہ کیا۔ ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں اُن کے اولین مرشد مولانا محمد قصوری نے رحلت فرمائی تو دوبارہ مولانا شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہو کر نقشبندی مجددی طریقہ میں تجدید بیعت کی اور مسلسل گیارہ ماہ ان کے ہاں مقیم رہے۔ ۲۷ رمضان ۱۲۳۳ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۱۸ء کو مولانا شاہ غلام علی نے انہیں اپنا خلیفہ مجاز بنایا اور ایک ماہ بعد حرقہ خلافت عنایت کیا۔ انہوں نے تحریری خلافت نامہ میں مولانا غلام محی الدین قصوری کو "جامع کمال" فضائل ظاہر و باطن کا لقب دیا ہے۔ ۱۲۳۷ھ / ۲۲-۲۱ ۱۸۲۱ء میں اُن کا وہلی جانا معلوم ہوتا ہے۔ وہلی کے زمانہ قیام میں تزکیہ نفس اور ریاضت و عبادت کے ساتھ ساتھ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۴۱ھ) سے سند حدیث حاصل کی۔

مولانا غلام محی الدین نے قصور میں دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ مولانا شاہ غلام علی (۱۲۴۰ھ) کی رحلت کے بعد بیس سال مستند دعوت و ارشاد پر فائز رہے۔ اُن سے خلق کثیر نے استفادہ کیا تھا۔ اپنے ارادت مندوں کی اصلاح و تربیت کے لئے سال میں ایک دو بار پنجاب کے اکثر اضلاع کا دورہ کرتے تھے۔ اُن کی گفتگو صوفیانہ شطیبات سے مکمل طور پر پاک ہوتی تھی۔ اتباع شریعت ہر حال میں پیش نظر رکھتے تھے۔

مولانا غلام محی الدین ۲۱ رذی قعدہ - ۱۲۷۰ھ / ۱۶ اگست ۱۸۵۲ء کو فوت ہوئے اور قصور میں دفنائے گئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے:

اُس شاہ والا غلام محی الدین مرشد دین، رہبر ہر خاص و عام

داد ساقی از دل در دوست او	از شراب معرفت پر کرده جام
چوں بر دنیا آداس مرد سخن	بخشش آمد سال تولیدش تمام
۱۲۰۲ھ	۱۲۰۲ھ
مرشد حق متقی ہم گفته ام	نیز گم دستم رقم شیخ اکرام
۱۲۰۲ھ	۱۲۰۲ھ
ہست خورشید معنی رحلتش	ذات حقانی است ہم انیک نام!
۱۲۷۰ھ	
نیض فقر است و در شیخ رقیع	سال وصل آں فقیر نیک نام
۱۲۷۰ھ	۱۲۷۰ھ
کن بیان تاریخ منظور جمال	ہم بخوال ابر سخاوت والسلام
۱۲۷۰ھ	۱۲۷۰ھ

مولانا غلام محی الدین کی اولاد میں ایک صاحبزادے حافظ عبدالرسول اور دو صاحبزادیاں

تھیں۔

سلسلہ طریقت میں ان کے خلفاء کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ چند اہم نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولانا غلام نبی لہی
  - ۲۔ مولانا غلام مرتضیٰ بیر بلوی
  - ۳۔ مولانا حافظ نور الدین چکوڑوی
  - ۴۔ مولانا غلام دستگیر قصوری
  - ۵۔ مولانا حافظ عبدالرسول قصوری (قرزند و جانشین)
  - ۶۔ مولانا محمد صالح کنجاہی
- مولانا غلام محی الدین نے عوام کی اصلاح و ہدایت کے ساتھ ساتھ تصنیفی و

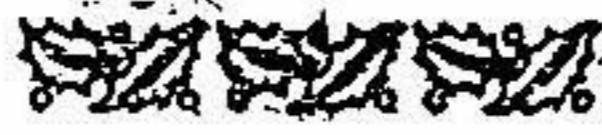
تالیفی خدمات انجام دیں۔ انہوں نے ایک عمدہ اور قیمتی کتب خانہ فراہم کیا تھا جس کا معتد بہ حصہ دستبروزانہ کی نذر ہو گیا۔ اس کا بچا کچھ حصہ کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں محفوظ ہے۔ موصوف کی حسب ذیل کتابیں ملتی ہیں۔ ان میں اول الذکر تین مطبوعہ ہیں۔

- ۱۔ تحفہ رسولیہ (فارسی منظوم) مناقب و معجزات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۲۔ ملفوظات شریف (فارسی نثر) شاہ غلام علی دم بم ۱۲۴۷ھ کے ملفوظات۔
- ۳۔ خطبات حسوری۔ مجموعہ خطبات عیدین و جمعہ۔
- ۴۔ رسالہ علم المیراث (عربی نثر)۔ نسخہ خطی مخزن کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد۔
- ۵۔ زاد الحاج (پنجابی منظوم) نسخہ خطی مخزن ذخیرہ شیرانی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔  
نسخہ دیگر کتب خانہ سید محمد طیب ہمدانی۔ قصور۔
- ۶۔ رسالہ نظامیہ (فارسی منظوم) مسئلہ وحدت الوجود پر لکھا گیا ہے۔ نسخہ خطی مخزن کتب خانہ مولوی محمد شفیع لاہور۔ نسخہ دیگر کتب خانہ سید محمد طیب ہمدانی۔ قصور۔
- ۷۔ سلاطین المرورہ فی تجویز اسفار المشہورہ (فارسی نثر) مولانا محمد نیر علی لاہوری کی تردید میں ہے جس میں غلام محی الدین، عبدالرسول اور عبدالنبی نام رکھنے کا جواز پیش کیا گیا ہے۔  
نسخہ خطی مخزن کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد۔
- ۸۔ علیہ مبارک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نسخہ خطی ذخیرہ شیرانی پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
- ۹۔ دیوان حسوری (فارسی و پنجابی)۔
- ۱۰۔ انوار الحقیقت مخزن کتب خانہ موسیٰ زئی شریف۔ ڈیرہ اسماعیل خان۔
- ۱۱۔ بیاض۔ مخزن کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لاہور۔

۱۷ کتاب خانہ ہای پاکستان ص ۱۷۷

۱۷ فہرست ملفوظات شفیع ص ۱۹۷

۱۲۔ مکتوبات۔ مولانا غلام محی الدین قصوری کے مکتوبات کا اچھا خاصا ذخیرہ ملتا ہے۔ شاہ غلام علی دہلوی اور دیگر احباب کے نام مکتوبات کا مجموعہ انہوں نے "مکاتیبِ طیبہ" کے نام سے مرتب کیا تھا۔ ان کے خلفاء مولانا غلام نبی لہی، مولانا محمد صالح کتجاہی اور مولانا غلام محمد کے نام قابل ذکر مکتوبات ملتے ہیں۔



## پیر سید غلام محی الدین گولڑوی

پیر سید غلام محی الدین بن پیر سید مہر علی شاہ دسمبر ۱۸۹۱ء / ۱۳۰۹ھ میں پیدا ہوئے  
والدین کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ تربیت و تعلیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں  
کیا گیا۔ انہوں نے قاری عبدالرحمان جو نیوزی سے قرأت و تجوید کی مشق کی اور جامعہ غوثیہ  
گولڑہ میں مولانا محمد غازی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ پیر سید مہر علی شاہ ان کی تعلیم کا  
خاص خیال رکھتے تھے۔ ایک خط میں انہیں تاکید کرتے ہیں:

”سب گھروں اور مہمانوں کی خبر گیری رکھنا۔ جمعہ و جماعت کا التزام  
رہے اپنے استاد صاحب کا حسب ہدایت خیال رکھنا۔ ان کی ضروریات  
کو قبل از وقت مہیا رکھنا۔ ان کی صحت کا خیال چاہیئے نہ صرف اپنے  
سبق اور مطلب کا۔ ایسا ہی جناب قاری صاحب کی خبر گیری رکھو یعنی  
کوئی وطنی نا تراشیدہ حسب عادت اہل وطن پیش آنے نہ پاوے۔“  
گولڑہ بستی کے قریب سے ریلوے لائن گزرتی ہے اور جنگش ہونے کی وجہ  
سے کافی گاڑیاں آتی جاتی ہیں۔ آج سے نترالی سال پہلے بچوں کے لیے ریلوے  
انجن میں وہی دلچسپی تھی جو آج جیمو جیٹ میں ہو سکتی ہے۔ پیر صاحب اپنے ہم جو بیوں  
کے ساتھ وقت گزارنے ریلوے سٹیشن آجاتے تھے۔ ”ریلوے انجن“ کی دلچسپی  
ان پر اس قدر حاوی ہو گئی کہ گھر میں ریلوے سگنل کی طرح کا ایک سگنل نصب کر دیا۔ سید  
پیر مہر علی شاہ نے ان کی دلچسپی دیکھتے ہوئے انہیں ”بابو جی“ کہا اور پھر یہی خطاب،



نام کی جگہ حاصل کر گیا۔ ایک دفعہ کسی دوست نے ان سے "ریلوے انجن" سے لگاؤ کا سبب دریافت کیا تو اسے جواب دیا:

"مجھے اس کی چار ادائیں بہت پسند ہیں:

۱۔ ایک تو اس کا حوصلہ کہ جتنی زیادہ آگ ڈالو اتنا ہی زیادہ تیز چلتا ہے۔ دوسرے اس کی وفا کہ اس کے ساتھ خواہ فرسٹ کلاس کا ڈبہ لگا دو یا مال گاڑی کا چھکڑا۔ جہاں خود جائے گا اپنے ساتھیوں کو بھی وہیں لے جائے گا۔ تیسرے ایثار کہ خود چلتا ہے مگر دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے یعنی منزل مقصود پر لے جاتا ہے اور چوتھے استقامت کہ اپنی متعینہ راہ (لائن) پر ہی چلتا ہے۔ بے راہ روی اختیار نہیں کرتا۔"

پیر سید مہر علی شاہ کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور انہوں نے اجازت بیعت و خلافت سے سرفراز کیا۔ ابتداء میں ان کی زندگی میں لوگوں کو مرید نہیں بناتے تھے مگر پیر سید مہر علی شاہ کی تاکید پر بیعت لینے لگے۔

کئی بار ارض حجاز گئے اور حج کی سعادت حاصل کی۔ اس کے علاوہ افغانستان ترکی اور مشرق وسطیٰ کے اکثر ممالک کی سیاحت کی وہاں کے روحانی خاندانوں سے رابطہ قائم کیا اور اولیائے کبار کے مقابر پر حاضری دی۔

پیر صاحب مخیر، منکر مزاج اور ملنسار بزرگ تھے۔ ۲۲ جون ۱۹۷۲ء / یکم جماد الاخریٰ ۱۳۹۴ھ کو کویٹہ ہسپتال راولپنڈی میں فوت ہوئے۔ گولڑہ میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

انہوں نے اپنی زندگی میں سلسلہ چشتیہ کی ترویج و اشاعت میں بھرپور کام کیا۔

جامعہ غوثیہ گولڑہ کی تعمیر و ترقی پر پوری توجہ دی۔ کتب خانہ میں قیمتی اور نادر کتابوں کا اضافہ کیا اور پیر سید مہر علی شاہ کی تصنیفات کی اشاعت کا انتظام کیا۔  
 پیر صاحب مرحوم کی اولاد میں دو صاحبزادے۔ شاہ غلام معین الدین صاحب  
 اور شاہ عبدالحق صاحب ہیں۔ اول الذکر صاحب سجادہ ہیں۔

WALILAH

## علامہ محمد الدین احمد کھڈی

مولانا علامہ محمد الدین احمد بن میاں محمد بن حافظ محمد حسن کے آبا و اجداد موضع ”بھٹوہا محرم خان“ تحصیل تلمبہ گنگ ضلع اٹک سے کھڈ منقل ہوئے تھے۔ وہیں علامہ محمد الدین احمد اندازاً ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸-۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں تنیم ہو گئے اور دادا حافظ محمد حسن نے ان کی تربیت کی۔ مولوی محمد قاسم (ساکن بھٹو تزد فتح جنگ ضلع اٹک)، مولوی نور شید گنگریالی، حافظ عبد القدوس چھاپچی اور مولانا خان محمد رحانی سے علوم درسیہ کی تحصیل کی۔

خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے تعلق بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں ان کے نانا خواجہ زین الدین کھڈی کا انتقال ہوا تو خواجہ الشذخش تونسوی نے ان کی دستار بندی کی۔ خواجہ تونسوی نے بھی انہیں اپنا خلیفہ نامزد کیا اور بیعت کی اجازت دی۔ ۱۲۹۹ھ میں خواجہ تونسوی کی معیت میں فریضہ حج ادا کیا۔

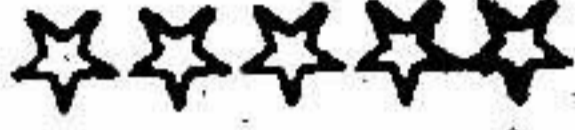
علامہ محمد الدین احمد کی زندگی میں ”مدرسہ مولوی صاحب“ (محمد علی کھڈی) کی رونق میں اصناف ہوا۔ تشنگان علوم دینیہ دور و نزدیک سے کھڈ آتے اور اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ وہ خود مدرسہ کے مہتمم اور صدر مدرس تھے۔ انہوں نے مولانا محمد علی کھڈی کے ذخیرہ کتب میں معتدبہ اضافہ کیا۔ مدرسہ سے الگ عمارت تعمیر کرائی اور کتابوں کو ترتیب سے الماریوں میں رکھوایا۔

ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء کو وفات پائی اور کھڈ میں تدفین عمل میں آئی۔ ان کے پس ماندگان میں تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ غلام زین الدین

۲۔ احمد الدین

۳۔ محمد الدین مؤلف "تذکرۃ الصدیقین"



## حافظ غلام مرتضیٰ

حافظ غلام مرتضیٰ بن حافظ حماد بن مولانا حسام الدین چیلواواہن (حاصل پوری) ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولانا خدابخش ملتانی ثم خیر پوری اور مولانا محمد موسیٰ ملتانی کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا خدابخش ان کی ذہانت اور جذب و شوق کی وجہ سے ان پر خصوصی نگاہِ شفقت رکھتے تھے۔

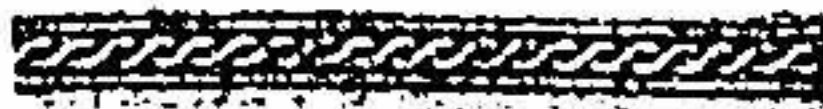
فارع التحصیل ہو کر اپنی بستی "چیلواواہن" میں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ بعد میں ترک سکونت کر کے سابق ریاست بہاول پور میں آگے اور خیر پور کے نواح میں ایک نئی بستی کی بنیاد رکھی۔ اس کا نام بھی "چیلواواہن" مشہور ہوا۔

برادر بزرگ مولانا حافظ غلام حسین (خلیفہ خواجہ نور محمد ہاروی) سے بیعت کی اور ان سے نذرۂ خلافت حاصل کیا۔

۳۰ ذی الحجہ ۱۲۵۲ھ / ۱۶ مارچ ۱۸۳۹ء کو وفات پائی۔ ان کے چند اہم شاگرد

یہ ہیں:

- |                             |                             |
|-----------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ مولانا محمد اکمل (فرزند) | ۲۔ مولانا محمد افضل (فرزند) |
| ۳۔ مولانا حافظ نور جہانیاں  | ۴۔ مولانا غلام فخر الدین    |



۱۷ سہ ماہی "الذیر" (۳) بابت اگست ۱۹۶۱ء

## علامہ مرتضیٰ نقشبندی

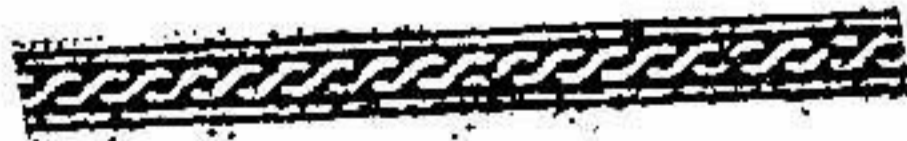
مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی موضع بھلنی ضلع شیخوپورہ میں ۱۸۱۳/۶۱۲۲۸ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ بعد میں ترک سکونت کر کے موضع قلعہ لال سنگھ تحصیل شہر قیپور آگئے اور اس نسبت سے "علامہ مرتضیٰ قلعہ والے" مشہور ہوئے۔

مولانا غلام مرتضیٰ نے ابتدائی تعلیم بہاول پور میں حاصل کی۔ چوتھنگ (ضلع قصور) کے مولانا بدرالدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ جید عالم اور ذاکر و شاعر بزرگ تھے۔ دینی خدمات کی بجآوری کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے۔

۱۸۵۵/۶۱۸۵۵ - ۱۲۷۱ھ میں عثمان گنج بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور آگئے۔ ایک خانقاہ قائم کی اور اپنی جائیداد خانقاہ کے اخراجات کے لئے وقف کر دی۔ چند سال بعد خانقاہ کے ساتھ دینی مدرسہ شروع کیا اور خود ہی تدریس کرتے تھے۔

۲۱ فروری ۱۹۰۳ء / ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ کو فوت ہوئے۔ عثمان گنج میں مدفون ہوئے۔

ان کے خلفاء میں پیر نور محمد (فرزند) مہر محمد صوبادار (۱۳۶۵ھ) کے نام قابل ذکر ہیں۔



## علامہ مرتضیٰ پیرپلو کی

مولانا غلام مرتضیٰ بن محمد اسلم ۱۲۵۱ھ / ۳۶ - ۱۸۳۵ء میں ضلع سرگودھا کے گاؤں بیربل شریف میں پیدا ہوئے۔ خاندان میں علمی و دینی روایت چلی آرہی تھی۔ مولانا محمد اسلم عالم و فاضل شخص تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں صاحبزادے کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

مولانا غلام مرتضیٰ نے لڑکپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تیرہ سال کے تھے کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ حصول علم کے لیے مختلف مقامات پر مشیم رہے مگر کہیں بھی جمعیت خاطر حاصل نہ ہوئی۔ آخر لکھ شریف ضلع جہلم میں مولانا غلام نبی لہری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔

مولانا غلام محی الدین قصوری سے شرف بیعت رکھتے تھے اور ان کے تعلقاً کئے مجاز میں شامل تھے۔ انہیں کتابوں سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ رات گئے تک مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ ایک اچھا کتب خانہ فراہم کیا تھا جس میں تفسیر و حدیث اور تصوف کا عمدہ ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ بیربل شریف ان کے دم قدم سے طلبہ دین و عرفان کا مرکز بن گیا تھا۔

آخری عمر میں مرض فالج میں مبتلا ہوئے۔ ایک پہلو بالکل بے حس ہو گیا تھا مگر کوئی نماز قضا نہ ہونے دی۔ ۱۵ رجب ۱۳۲۱ھ / ۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو وفات پائی اور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے جنوبی جانب مدفون ہوئے۔

مولانا غلام مرتضیٰ فقہ حنفی پر گہری نظر رکھتے تھے انہوں نے بے شمار ذراوی لکھے جو تاحال مرتب نہیں ہو سکے۔ ان کے قلم سے حسب ذیل اہم کتابیں نکلی ہیں:

- ۱۔ رسالہ مختصر نثر بہت، الناظرین مع شرح روض الریاحین
- ۲۔ تحفہ العارفین و ہدیۃ الساکین
- ۳۔ تذکرۃ المحضات

- ۴۔ رسائل در فضائل رمضان و عیدین
  - ۵۔ مصباح الدجی اور اس کی شرح شمس الضحیٰ (علم حدیث)
- مولانا مرحوم کی اولاد میں تین صاحبزادے تھے:

۱۔ خواجہ احمد سعید (جانشین)

۲۔ خواجہ محمد سعید

۳۔ مولانا غلام رسول

مولانا مرحوم کے ارادت مندوں کا حلقہ خاصا وسیع ہے۔ ان کے خلفائے مجاز میں سید احمد حسن سرہندی اور مولانا محمد سلیم دہلوی کے نام نمایاں ہیں۔





## غلام مرشد

مولانا غلام مرشد دسمبر ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۳ھ میں اننگہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔  
 اُن کے والد ماجد، حضرت اللہ بخش تونسویؒ کے ارادت مند تھے اور دینی کاموں میں  
 بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔

مولانا غلام مرشد نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور علوم دینیہ کی تحصیل میں  
 مصروف ہو گئے۔ اپنی تعلیمی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

” اکتوبر ۱۹۱۱ء سے اگست ۱۹۱۲ء تک (کا زمانہ) درسِ نظامی اور مولوی  
 قاضی کے نصاب میں مہارت پیدا کرنے کے لئے گورنمنٹ پنجاب یونیورسٹی  
 کا اس وقت مروجہ سلیبس تھا۔ اس کی تکمیل کے لئے میں نے کام کیا۔ جس  
 کی تدریس کا فرض یونیورسٹی نے اورینٹل کالج کے سپروڈ کیا ہوا تھا۔ اور اللہ  
 تعالیٰ کی کرم نوازی اور دارالعلوم نعمانیہ ہند کے صدر مدرس (پرنسپل) مولانا  
 غلام رسول صاحب گجراتی اور مدرسہ حمیدیہ کے پرنسپل مولانا  
 محمد ذاکر صاحب بگوی اور مفتی عبداللہ ٹونکی کی خاص توجہ اور التفات سے  
 دونوں کام پائے تکمیل کو متوقع عزت کے ساتھ پورے ہوئے اور فاضلیت  
 کی سندیں حاصل کیں اور ۱۵-۱۹۱۲ء کو دورہ حدیث کی سند حاصل  
 کرنے کی غرض سے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا۔ اُس وقت وہاں کے  
 صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمود حسن تھے..... وہ دورہ حدیث

کے قابل اعتماد تلامذہ سے انگریزی اقتدار کو ختم کرنے کی بیعت لیتے تھے۔ جس کا شرف خاکسار کو بھی حاصل ہوا۔ سالانہ امتحان میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ صرف فرسٹ رہا بلکہ ایک ریکارڈ قائم کر دیا۔ یہ مستند ترین سندیں حاصل کرنے کے بعد اجمیر شریف میں جو نظام حیدرآباد (دکن) نے دارالعلوم قائم کیا۔ اور جس کے وائس چانسلر نظام دکن کی طرف سے مولانا انوار اللہ عارالمہام امور دینیہ تھے اور پرنسپل مولانا معین الدین تھے..... میں نے دو سال وہاں رہ کر عقلیات کے نصاب کو مکمل کیا اور سالانہ امتحان میں فرسٹ آیا۔ اور ممتحن اعلیٰ ابوالبرکات ٹونکی نے میرے پرپے پر یہ سنہری حروف رقم فرمائے کہ اگر امتحان کا قانون مقرر کئے ہوئے نمبروں سے زیادہ نمبر کی اجازت دیتا تو میں اس طالب علم کو بجائے سو نمبروں کے ایک سو دس نمبر دیتا۔

مولانا غلام مرشد نے سندتِ فضیلت حاصل کر کے درس و تدریس کا شغل اپنایا۔ دارالعلوم خانقاہ سیال شریف ضلع سرگودھا اور موضع سور کی تحصیل خوشاب (ضلع سرگودھا) میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

موضع سور کی کے زمانہ قیام میں خلیفہ شجاع الدین کی ترغیب پر آل انڈیا مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کی اور لاہور چلے آئے۔ دارالعلوم نعمانیہ ہند کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ لاہور میں انہوں نے علمی و دینی کاموں کے پہلو بہ پہلو سیاسی سرگرمیوں میں کھل کر حصہ لیا۔ جمعیت، علمائے ہند کی شاخ پنجاب کے صدر رہے۔ تحریکِ خلافت کے

زمانے میں بھر پور کام کیا۔ پنجاب خلافت کمیٹی کے صدر مولانا عبدالقادر قصوری تھے اور مولانا غلام مرشد اور گنگ کمیٹی کے رکن تھے۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو د نائب صدر خلافت کمیٹی پنجاب) گرفتار ہوئے تو مولانا غلام مرشد کو ان کی جگہ نائب صدر بنایا گیا۔

تحریکِ خلافت کے زمانہ میں یہ بحث زوروں پر تھی کہ مسلمانوں کے خلیفہ کے لئے اُس کا "قریشی النسب" ہونا بنیادی شرط ہے۔ ترکی کا خلیفہ چونکہ قریشی نہیں ہے اس لئے تحریکِ خلافت جس خلافت کو بچانے کے لئے کوشاں ہے وہ سرے سے "خلافت" ہی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں "الائمہ من القریش" (حدیث) سے استدلال کیا جاتا تھا۔ مولانا عبدالقادر قصوری اور ڈاکٹر علامہ اقبال کی تجویز پر مولانا غلام مرشد نے بھائی دروازہ (لاہور) کے باہر ایک جلسہ عام میں تقریر کی۔ انہوں نے حدیث "الائمہ من القریش" کو درایتاً اور روایتاً غیر صحیح قرار دیا۔ ان کی تقریر لاہور کے اخبارات نے نمایاں طور پر شائع کی۔ ان کی اس تقریر کا فی پھل پیدا ہوئی۔

مولانا غلام مرشد کا اندازِ فکر دارالعلوم نعمانیہ ہند کی عام فضا سے مختلف تھا۔ تاہم دارالعلوم کی انتظامیہ ان کے علمی نتیجے کے پیش نظر انہیں برداشت کرتی چلی آ رہی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں برصغیر کے بعض مسلمان راہنماؤں نے سعودی عرب کی مبنیہ قبۃ شکیں کے پیش نظر انتہائی اقدامات شروع کئے اور مسلمانوں کو سفرِ حج سے روکنے لگے۔ پنجاب میں مولانا ظفر علی خان نے اس رویے کی مذمت کی اور اپنے اخبار میں سعودی حکومت کا دفاع کیا۔ انہوں نے اسی سلسلے میں مقبرہ جہانگیر لاہور کے صحن میں ایک جلسے کا اہتمام کیا جس میں مولانا غلام مرشد نے خطاب کیا اور قبوں کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی اور مسلمانوں کو انتہائی قدم اٹھانے سے روکا۔ مولانا مرحوم کی یہ تقریر دارالعلوم نعمانیہ ہند کے کارپردازوں کو پسند نہ آئی اور وہ دارالعلوم سے الگ ہو گئے۔ مولانا اس دور کی

یادوں میں لکھتے ہیں :

دردارالعلوم نعمانیہ ہند کی انتظامیہ کی طرف سے اس تقریر کی تردید کرنے کو کہا گیا۔ خاکسار نے تندہ پیشانی کے ساتھ ان کے نوٹس کی پشت پر لکھ دیا۔ آپ میرا استعفاء منظور فرمائیں۔ چنانچہ استعفاء منظور ہو گیا اور میں طلبہ کو ساتھ لے کر بھائی دروازہ کی اونچی مسجد میں آ گیا۔ بھائی دروازے کے مخیر لوگوں نے ان کے لئے کتابیں مہیا کر دیں اور ان کے قیام اور طعام کا بھی بندوبست کر دیا۔ جنہیں یہاں باقاعدہ درس دیا گیا۔ جو کورس رہ گیا تھا اس کو مکمل کرنے کے لئے یہاں درس دیا گیا۔

مولانا غلام مرشد کی دینی خدمات میں ان کے "درس قرآن" کو اہم مقام حاصل ہے۔ ۱۹۲۰ء میں انہوں نے مسجد کناری بازار میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دینا شروع کیا۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی ان کے اندازِ درس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"مولوی غلام مرشد کا طرزِ بیان دورانِ درس قرآن زیادہ تر بطور محقق پروفیسر ہی رہا۔ میں باقاعدہ حاضر ہوتا اور دیگر احباب بھی جن میں خصوصیت سے پروفیسر محمد وین تاثیر، ڈاکٹر نذیر، مولوی محمد بخش مسلم و سید عبداللہ و دیگر حضرات ضرور باقاعدگی سے شامل ہوتے اور اکثر اوقات اہل لاہور سے مختلف جماعتوں کے لوگ شامل ہو کر بعض سوال بھی کرتے اور علمی بحث کا دائرہ وسیع ہو جاتا مگر مولوی صاحب نہایت عمدگی سے علمی رنگ میں ہر ایک کی تسلی کرتے۔"

لے نقوش (لاہور)۔ جنوری ۱۹۶۹ء ۳۱۳

۵۷ بادشاہی مسجد ص ۲۹

66012

23022

بعد میں بھائی دروازے کی اونچی مسجد میں بھی نمازِ مغرب کے بعد مولانا غلام مرشد کا درسِ قرآن شروع ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں علامہ اقبال کے ایثار پر انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور نے انہیں بادشاہی مسجد لاہور کی خطابت کے لئے چنا۔ بادشاہی مسجد کے خطیب ہو جانے پر انہوں نے کناری بازار کی مسجد کے بجائے سنہری مسجد میں درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔

مولانا غلام مرشد نے مسلسل تقریباً ۳۸ سال بادشاہی مسجد میں خطبہ جمعہ و عیدین دیا۔ انہوں نے آخری خطبہ جمعہ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء کے جمعۃ الوداع میں دیا۔ تاہم اس کے بعد بھی درسِ قرآن دیتے رہے۔

مولانا غلام مرشد معقولات میں خاص قابلیت رکھتے تھے۔ بعض اوقات اپنی معقولات پسندی کے پیش نظر دینی مسائل میں متفرق نقطہ نگاہ اختیار کر لیتے تھے جس سے حلقہ علماء میں ان کی شدید مخالفت ہوتی تھی۔

آخری زندگی میں مولانا نے عوامی زندگی تقریباً ختم کر دی تھی۔ تاہم ان کے عقیدت مند برابر استفادہ کرتے رہے۔ مولانا غلام مرشد سے متفرق مضامین یادگار ہیں۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۹ء/ ۲۱ شوال ۱۳۹۹ھ کی صبح تین بجے لاہور میں فوت ہوئے اور حسب وصیت اپنے وطن مالوہ انکم میں سپردِ خاک کئے گئے۔



## سید غلام مصطفیٰ نوشاہی

سید غلام مصطفیٰ بن حافظ سید محمد شاہ بن سید محمد امین، خانوادہ نوشاہی کے فرزند تھے۔  
 ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ / ۱۸ فروری ۱۸۹۰ء کو ساہن پال ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ فارسی  
 درسیات کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے کی۔ بارہ سال کی عمر میں پرائمری سکول پنڈی کالو ضلع گجرات  
 میں داخل ہوئے۔ تین سال میں پرائمری تعلیم مکمل کر لی اور شیخ احمد حنفی (م ۱۳۲۸ھ) ساکن دھیرکا  
 ضلع گجرات کے درس میں شامل ہوئے۔ صرف و نحو، منطق اور فقہ کی تحصیل وہیں سے کی۔  
 حافظ عالم الدین (ساکن اگرویہ) سے علم تجوید کی مشق کی۔ قاضی محمد امین فاروقی (م ۲۵ جمادی الاخریٰ  
 ۱۳۲۸ھ) سے بھی چندے تعلیم پائی۔

اپنے والد ماجد سے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں بیعت کی اور ان کی رحلت کے بعد  
 سجادہ کورونق، سنخشی، عربی فارسی، اردو اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ اور "نوشاہی" تخلص  
 کرتے تھے۔

۱۸ شوال ۱۳۸۲ھ / ۲۱ فروری ۱۹۶۵ء کو واصل بحق ہوئے اور ساہن پال کے گورستان  
 نوشاہیہ میں مدفون ہوئے۔ مرحوم کی مندرجہ ذیل تالیفات کے خطی نسخے کتب خانہ نوشاہیہ  
 ساہن پال میں محفوظ ہیں۔

- ۱۔ ترجمہ کریم (پنجابی نثر)
- ۲۔ ترجمہ نام حق ( " )
- ۳۔ ترجمہ پنڈنامہ — شیخ عطار (پنجابی نثر)
- ۴۔ ترجمہ گلستان

۵۔ فیض محمد شاہی المعروف الوارث شاہی، (دس جلدیں)

۶۔ تفسیر نوشاہی (سورۃ مزمل)

۷۔ خطباتِ نوشاہی

۸۔ مکتوباتِ نوشاہی

۹۔ رقعاتِ نوشاہی

۱۰۔ دیوانِ نوشاہی

۱۱۔ پنج گنجِ نوشاہی

۱۲۔ نوشاہی نامہ

۱۳۔ رسالہ رفعِ سبابہ

۱۴۔ رسالہ طاعون

۱۵۔ رسالہ الخواص۔ شجرۃ طریقت ہے اور مشائخ سلسلہ کے مختصر حالات ہیں۔

۱۶۔ مجالسِ نوشاہی (ضیاء العارین) مرتبہ شریف احمد شرافت، نوشاہی۔

۱۷۔ ملفوظاتِ نوشاہی (کنز المعرفت) ۴ جلدیں مرتبہ شریف احمد شرافت، نوشاہی۔

۱۸۔ معمولاتِ نوشاہی (ہدایۃ الساکین) مرتبہ " " "

۱۹۔ ملفوظاتِ نوشاہی (کنز الفوائد) مرتبہ بشارت نوشاہی

۲۰۔ عیون التواریح

۲۱۔ نصح ضروری (منقولہ)

مرحوم کے دو لڑکے ہوئے:

۱۔ سید ابوالظفر شریف احمد شرافت نوشاہی مؤلف "شریف التواریح"

۲۔ سید ابوالرضا بشیر احمد بشارت نوشاہی (م ۱۳۸۱ھ)

☆☆☆

## غلام مصطفیٰ امرجانی

مولانا غلام مصطفیٰ بن مولانا خان محمد محدث بن میاں دولا تقریباً ۱۹۰۵ء/۶/۱۳۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا خان محمد بلند پایہ محدث تھے اور پورے علاقہ میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مولانا غلام مصطفیٰ نے ابتدائی کتابیں مولانا عبدالرحمان ساکن جانگلہ (ضلع اٹک) اور مولانا غلام نبی کرسالی سے پڑھیں۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور اور مدرسہ لطیفہ علی گڑھ میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۲۸ء/۶/۱۳۲۶ھ میں مولوی قاضی کا امتحان دیا۔ اور یونیورسٹی میں اول آئے۔ چھ سال بعد منشی قاضی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۸ء/۶/۱۳۵۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور مولانا حسین احمد مدنی سے حدیث پڑھی۔ امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور دارالعلوم کی طرف سے حدیث کی چند کتابیں بطور انعام حاصل کیں۔

فارع التحصیل ہو کر مرجان آگئے اور یہیں تدریس میں مصروف رہے۔ البتہ آخری زندگی میں مدرسہ محمدیہ "قلعہ دیدار سنگھ اور دارالعلوم تعلیم القرآن" راولپنڈی میں فرائض تدریس انجام دیئے۔ درس نظامی کی سب سے زیادہ کتابیں پڑھاتے تھے تاہم ادب کی کتابیں ہر سال زیر تدریس رہتی تھی اور عموماً طلبہ میں "شیخ الادب" مشہور تھے۔

اشاعت حدیث اور تردید شرک و بدعت میں کوشاں رہے۔ جمعیت اشاعت التوحید والسننہ سے وابستہ تھے اور جمعیت کے نائب صدر تھے۔ مولانا حسین علی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔

۲۹ جنوری ۱۹۷۷ء/۸/۱۳۹۷ھ کو مرجان میں وفات پائی۔ دوسرے دن مولانا غلام اللہ خان نے نماز جنازہ پڑھائی اور گاؤں کے قبرستان میں دفنائے گئے۔ مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم سے حسب ذیل دو کتابیں بھی یادگار ہیں۔



۱۔ اصلاح الانوار

۲۔ دہلیا فی المزایا (تغیر مطبوعہ)

مولانا مرحوم کے دو صاحبزادے حافظ عبدالرشید اور حافظ عبدالرحیم ہیں جو ”مدرسہ عربیہ  
تعلیم الدین“ بھیرہ میں خدماتِ تدریس انجام دے رہے ہیں۔



## غلام نبی سوہدروی

مولانا غلام نبی بن حبیب اللہ کے آباؤ اجداد موضع پانڈے ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ وہ سوہدرہ ضلع گجراتوالہ میں ۲۳ رمضان ۱۲۶۳ھ / ۲ ستمبر ۱۸۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ لکے زئی برادری کے چشم و چراغ تھے۔

مولانا غلام نبی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، مزید تعلیم کے لیے پنجاب کے مختلف شہروں وزیر آباد، جلاپور، سیالکوٹ اور امرتسر میں مقیم رہے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا قادر بخش وزیر آبادی، عبدالباقی جلاپوری اور مولانا غلام مرتضیٰ سیالکوٹی کے نام ملتے ہیں۔ آخر الذکر سے انہوں نے حاشیہ خیالی، مطول، توضیح و تلویح، تفسیر بیضاوی اور حدیث کا درس لیا تھا۔ انہیں حافظ محمد کھوی (م ۱۱۳۱ھ) اور مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے اجازت حدیث حاصل تھی۔

مولانا عبداللہ نعر توئی (م ۱۲۹۸ھ) کے صحبت یافتہ لوگوں میں سے تھے۔ ان کے زیر اثر تقلید ترک کی اور اہل حدیث مسک اختیار کیا۔ سوہدرہ میں اپنے مسک کی ترویج و اشاعت میں کوشاں رہے اور ایک حد تک کامیاب ہوئے۔ ان کا زیادہ وقت وعظ و تذکیر میں گذرتا تھا۔ باقاعدہ تدریس نہ کرتے تھے تاہم جو طالب علم کتاب لے کر آجاتا اُسے مایوس نہ کرتے تھے اور اُس کی خواہش کے مطابق سبق پڑھا دیتے تھے۔

۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں فریضہ حج ادا کیا اور ایک سو سال سے زائد عمر پاکر فوت

۱۷ ہفت روزہ "اہل حدیث" (امرتسر) بابت ۱۱ اپریل ۱۹۱۹ء صاحب "نزہت الخواطر" نے ان کے

والد کا نام "محبوب عالم" اور سال ولادت ۱۲۶۵ھ لکھا ہے۔ (جلد ۸، ص ۳۵)

ہوئے اُن کے دربیٹے مولانا عبدالحمید اور مولانا عبدالحمید۔ تھے جنہوں نے والد کی زندگی  
میں وفات پائی۔

مرحوم سے پنجابی نظم میں تدریجہ ذیل رسائل درکار ہیں:

- ۱۔ تحفۃ الوالدین
- ۲۔ تحفۃ المعجزات فی تاکید الصلوٰۃ
- ۳۔ تحفۃ العبداء المعروف بہ فیض النصار

# غلام نبی لہی نقشبندی

مولانا غلام نبی بن قاضی حسن دین لکھ شریف ضلع جہلم میں ۱۲۳۲ھ / ۱۹-۱۸۱۸ء میں  
ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ قاضی حسن دین اپنے وقت کے اچھے عالم تھے مولانا  
غلام نبی نے اپنے والد سے صرف اونچو پڑھی۔ بعض دوسرے اساتذہ سے بھی استفادہ  
کیا۔ طلب علم کے لیے پشاور کا سفر کیا اور مولانا محمد حسن معروف بہ حافظ دراز (م ۱۲۶۳ھ)  
سے علوم مروجہ جبر کی تکمیل کی اور سند فرائع حاصل کی۔

فرائع التحصیل ہو کر لکھ شریف میں سند تدریس کو روٹی بخشی۔ عموماً اسی نوے طلبہ  
استفادہ کرنے کے لیے ہر وقت حاضر رہتے تھے ان میں مبتدی بھی ہوتے اور منہجی  
بھی۔ مولانا موصوف سب کو ایک سے چھذبہ و شوق سے پڑھاتے تھے۔

مولانا غلام محی الدین قصوری سے نقشبندی سلسلے میں مجاز تھے۔ نرم خو، خوش خلق  
اور خندہ جبین شخصیت کے مالک تھے۔ قرآن مجید نہایت اہتمام اور ترتیل سے پڑھتے  
تھے۔ مولانا غلام محی الدین قصوری کے زیر تربیت تھے کہ قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق  
پیدا ہوا چنانچہ چھ ماہ میں قرآن مجید یاد کر لیا۔

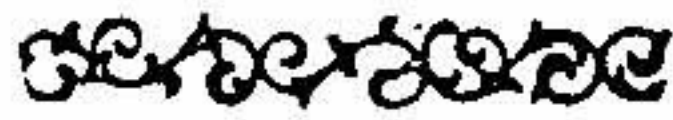
۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ / ۲۵ نومبر ۱۸۸۸ء کو فوت ہوئے اور لکھ شریف میں دفن ہوئے  
گئے۔ نماز جنازہ مولانا غلام مرتضوی بیریلوی نے پڑھائی تھی۔ مرحوم سے سینکڑوں افراد نے  
فیض اٹھایا۔ ان کے چند فیض یافتہ جنہیں خلافت و اجازت بھی حاصل ہے،  
افراد یہ ہیں:

۱۔ مولانا دوست محمد (جانشین - م ۱۳۱۷ھ)

۲۔ مولانا غلام مرتضیٰ بیریلوی

۳۔ مولانا غلام حسن ساکن ڈوہڑیاں

مولانا غلام نبی سے کوئی تالیف یادگار نہیں البتہ ان کے مرید صادق مولانا محمد حسن مؤلف "محالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ" نے یکم محرم تا ۱۵ ارب ربیعہ ۱۳۰۰ھ کے ملفوظات مرتب کئے ہیں۔ تاہم ان کی یادگاروں میں سے ایک اہم یادگار ان کا جمع کردہ ذخیرہ کتب ہے جس میں "اسلامیات" کا واقع حصہ ہے۔



## علامہ حسین

مولانا غلام حسین واں پچھراں ضلع میانوالی کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک غریب خاندان کے چہم و چرائع تھے۔ ابتدائی کتب میانوالی اور سرگودھا کے مدارس عربیہ میں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند گئے اور سند فرائع حاصل کی۔

۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۲ء چار سال بھوپال کے ایک مدرسہ میں ملازمت کی۔ وہاں سے واپس وطن آئے اور مدرسہ مظفریہ واں پچھراں میں درس و تدریس کرنے لگے۔ یہ زمانہ ان کے علمی شباب کا تھا۔ سینکڑوں فقہی جزئیات ان کے نوک زبان تھیں۔ منطق و فلسفہ کے فنون میں اس قدر مشہور ہوئے کہ دور دراز سے طلبہ استفادہ کے لئے آتے تھے۔

مدرسہ مظفریہ سے مستعفی ہو کر اپنے گھر کے نزدیک مسجد میں درس جاری کیا مگر بڑے مدارس کے منتظمین ان کو اپنے ہاں لے جاتے اور اس طرح گاؤں کا سلسلہ تدریس منقطع ہو جاتا تھا۔ آخری دنوں میں مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں پڑھا رہے تھے کہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ / ۱۸ مارچ ۱۹۶۰ء کو داعی اجل کا بلاوا آ گیا۔

مرحوم نے تین لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا خلیل الرحمن

۲۔ مولانا رشید احمد

۳۔ مولانا بشیر احمد



## نعوت بخش اوچی

مولانا نعوت بخش بن محمد بخش بن خدا بخش کی ولادت اوچ شریف میں ہوئی۔ وہ  
نسباً حضرت معروف کرخی (م ۲۰۰ھ) کے اخلاف میں سے تھے۔ ان کے باپ، دادا  
سلسلہ نظامیہ چشتیہ سے منسلک تھے۔ ان کے دادا خدا بخش، خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی  
(م ۱۱۲۲ھ) کے مرید تھے اور ان کے والد ماجد، خواجہ فخر الدین دہلوی (۱۱۱۹ھ) سے  
تعلق ارادت رکھتے تھے۔

خاندان کے اکثر افراد طبابت پیشہ تھے چنانچہ انہوں نے بھی فن طب میں مہارت  
حاصل کی۔ دینیات، فلسفہ اور طب میں ان کی خاصی شہرت تھی۔ مولانا گل محمد احمد پوری  
ان کے بھانجے تھے۔ اوچ کے گیلانی اور بخاری خاندان سے ان کو عزت و احترام  
کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نواب بہاول خان ثالث ان کے مرتبہ شناس تھے۔  
مولانا نعوت بخش اوچ شریف میں فوت ہوئے اور خانقاہ مخدوم جہانیاں جہاں  
کے احاطے میں ہمیشہ کی ٹیٹھ سور ہے ہیں۔ ان کی تالیفات میں سے "تحفہ نعوتیہ"  
دو جلدوں میں ملتی ہے جو ادویہ اور ان کے خواص پر ایک عمدہ تالیف ہے۔ اس کتاب  
کا ایک خطی نسخہ نواب صاحب بہاول پور کے کتب خانے کی زینت ہے۔

—————

# فتح الدین اذہر

مولانا فتح الدین اذہر بن حکیم میاں تلام محمد ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۲ء میں خوشاب ضلع سرگودھا میں متولد ہوئے۔ وہ صحابی رسواۃ حضرت ابی سید بن حضیر کی اولاد میں سے تھے۔ خوشاب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل کا امتحان پاس کیا۔ مسجد موراں لاہور میں دینی تعلیم حاصل کی۔ آخر میں حیدرآباد (دکن) جا کر مولانا انوار الحق کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور سند فرائض حاصل کی مولانا انوار الحق ان کی قابلیت، ذہانت اور سعادت مندی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی صاحبزادی کا عقد نکاح ان سے کر دیا۔ مولانا فتح الدین اذہر طب میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ میر عثمان علی خان نظام حیدرآباد کے ابتدائی دور میں شاہی طبیب اور قاضی القضاۃ تھے۔ دس سال ان مناصب جلیلہ پر فائز رہے بعد میں ایک ناخوشگوار واقعہ کے نتیجہ میں حیدرآباد سے وطن مالوف خوشاب آ گئے۔

۱۶ شوال ۱۳۵۶ھ / ۱۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو فوت ہوئے۔ مسجد حافظ خان محمد کے شمالی جانب چار دیواری میں ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔ مرحوم متبحر عالم، حق گو مبلغ اور اور صاحبِ قلم تھے۔ جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے ان کی حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے:

- ۱۔ مقدمہ تفسیر روح القرآن (مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۳ھ)
- ۲۔ تفسیر روح القرآن فی تشریح آیات القرآن (مطبوعہ حیدرآباد) صرف پہلے پارہ کی تفسیر ہے۔

۳۔ الوقعہ الاسلامیہ (مطبوعہ کانپور۔ ۱۳۵۱ھ)



- ۲۔ شرح ترکیب و بیاض گلستان مع تراشی (مطبوعہ لاہور - ۱۹۶۱ء)
- ۵۔ کتاب العطايا (میراث)
- ۶۔ خزینة المیراث ( // )
- ۷۔ نقشہ انوار الفرائض ( // )
- ۸۔ ترجمہ و حاشیہ دلائل الخیرات (اوراد)
- ۹۔ رسالہ مفتاح الدلائل ( // )
- ۱۰۔ قرار الانوار و مرادات الاسرار (عملیات)
- ۱۱۔ شجرہ ولایت الشہداء
- ۱۲۔ صفوۃ المصادر العربیہ معروف بہ صرف اذیریہ
- ۱۳۔ کتاب الصرف المعروف بہ صرف کبیر
- مولانا فتح الدین اذیریہ سے بیسیوں افراد نے علمی استفادہ کیا۔ ان کے نامور طلبہ میں مولانا غلام مرشد سابق خطیب شاہی مسجد لاہور کا نام بہت نمایاں ہے۔

۱۹۶۱ء

کتاب  
نمبر ۵  
۱۹۶۱ء  
الاعلیٰ

# فتح محمد

مولانا فتح محمد بن ملک حسن خان بن حامد خان کے آباؤ اجداد صوبہ سرحد سے موضع "وہوا" ضلع ڈیرہ غازیخان منتقل ہو گئے تھے۔ وہیں ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں مولانا فتح محمد پیدا ہوئے۔ "وہوا" میں تحصیل علم کے مواقع نہ تھے اس لئے بارہ سال کی عمر میں طلب علم کے لیے سفر اختیار کیا اور تونسہ شریف میں قیام پذیر ہوئے۔ تونسہ میں خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے سالانہ عرس پر ضلع انک اور علاقہ ہزارہ کے زائرین جاتے تھے۔ ان سے مولانا فتح محمد کو ان علاقوں کی درسگاہوں کے بارے میں معلوم ہوا چنانچہ کھڈ، پنڈی گھیب اور ہزارہ میں چندے قیام کر کے کتاب فیض کرتے رہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ انہوں نے مولانا احمد سکندر پوری معروف سہبہ فاضل ہزارہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔

ترکیہ و تربیت کے لیے سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ سراج الدین (موسیٰ زئی شریف) سے بیعت کی تھی۔ عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا۔ فنِ جراحی و طب میں بھی مہارت حاصل تھی بعد میں یہی فنون ذریعہ روزگار بنے۔ تدریس و تعلیم کا شغل بطور شوق اپنایا رکھا تھا۔ بدعات اور رسوم شرکیہ کے استیصال میں کوشاں رہتے تھے۔

یکم صفر ۱۳۶۱ھ / ۱۸ فروری ۱۹۴۲ء کو انتقال ہوا۔ نماز جنازہ مولانا احمد علی لاہوری نے پڑھائی۔ بوقتِ رحلت تین لڑکے اور تین لڑکیاں بقید حیات تھیں۔ صاحبزادوں میں سب سے بڑے مولانا بشیر احمد پوری تھے۔ ان سے چھوٹے قاری مولانا احمد اللہ فاضل مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور ہیں اور سب سے چھوٹے محمد اللہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

## فتح محمد اچھروی

مولانا ایوانت تاق فتح محمد بن میاں امام دین اچھرو (لاہور) کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں چھک میں مبتلا ہوئے اور نور بصارت سے محروم ہو گئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور علوم دینیہ کی تحصیل کی۔

مولانا فتح محمد زندگی بھر دین حقہ کی تبلیغ و ترویج میں مشغول رہے۔ اچھرو کی مسجد علیہ ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو ان کے نام کی مناسبت سے "جامعہ فتحیہ" مشہور ہے۔ یہ مدرسہ ان کی تدریس سے خاصا مشہور ہوا۔

معاصر علمائے اہلسنت سے ان کے اچھے مراسم تھے۔ میاں شیر محمد شرقی پوری اور رئیس نوح شاہ انبالی (م ۱۳۱۵ھ) سے تعلق خاطر رکھتے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ عبدالرسول قصوری سے بیعت۔ تھے اور ان کے خلیفہ عجاز بھی تھے۔

۲۹ شوال ۱۳۲۵ھ / ۱۸ اگست ۱۹۱۷ء کو وفات پائی۔ لوح مزار پر مولانا

اصغر علی رونا کے حسب ذیل اشعار کندہ ہیں:

امام حافظان فتح محمد	کہ در عشق پیغمبر بود بخت
احب الصالحین وکان منہم	نفاق القوم صدقا جمعینا
ولم بات الہوا ما دام حیا	لیوم یجعل الولدان شیعا
صدائے ارجی در گوش اُفتاد	بعد قرب حق شد مسند آرا
بسال عزم خلدش گفت روجی	بخت رفت، و با حق با مولانا

مولانا مرحوم سے چند رسائل یادگار ہیں جن میں روز صلاۃ القرآن بہ متابعت  
 جلیب الرحمان، زیادہ مشہور ہے جو مولوی عبداللہ حکیم طابوی کی ترویج میں لکھا  
 گیا تھا۔

❦❦❦❦❦❦

## فتح محمد بہاول نگری

مولانا فتح محمد بن سجاد بن خان بن تیریز خان موضع حبیب کے (بہاول نگر) کے باشندے تھے۔ ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۶-۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولانا سلطان محمود حصاری، مولانا سلطان محمود افغانی اور مولانا سلطان محمود (مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی) سے علمی استفادہ کیا۔ مدرسہ معینیہ اجمیر میں مولانا معین الدین اجمیری (م ۱۳۵۹ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ سند حدیث مولانا عبدالعلی محدث، (مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی) سے ۲۲ زوی قدرہ ۱۳۳۰ھ کو حاصل کی۔

مولانا فتح محمد نے پنجاب کے مختلف مقامات پر تدریس کے فرائض انجام دیئے صادق گنج ضلع بہاول نگر میں ایک عرصہ مشیم رہے اس کے بعد جموں و چیل (ضلع ساہیوال) گھنڈ پور (ضلع بہاول نگر) اور بہاول نگر میں دینی و تبلیغی کام کیا۔ غالباً ۱۳۶۰ھ میں مدرسہ مفتاح العلوم بہاول نگر کی بنیاد رکھی جو ان کی نگرانی اور تدریس میں تیزی سے ترقی کر رہا تھا کہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۹ء/۳۰ رمضان ۱۳۸۹ھ کو پیغام اجل آگیا۔

مولانا فتح محمد صوفی منش عالم دین تھے۔ خواجہ عبدالجلیم حسینی (خلیقہ مولانا غلام رسول توگروی) سے بیعت تھے اور ان کی جانب سے مجاز بیعت تھے۔

مولانا فتح محمد چاشمیری ذوق رکھتے تھے۔ اور خود فارسی، عربی اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ ان سے ایک تصنیف "ادب در وحدت وجود و وحدت شہود" یادگار ہے جو تاحال زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔

# فرید الدین

مولانا فرید الدین بن احمد الدین بن امیر حمزہ اندازاً ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء میں موضع بھوئی گاڑ ضلع اٹک کے ایک علمی خاندان سے میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت محمد بن حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

قرآن مجید اور ابتدائی درسی کتابیں برادر بزرگ مولانا محب البنی سے پڑھیں۔ بعض کتابیں مثلاً حمد اللہ شرح سلم العلوم والدیما بعد سے پڑھیں۔ تکمیل تعلیم کے لیے مولانا مشتاق حسین کانپوری (۱۹۰۶ء) مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں کانپور حاضر ہوئے۔ مولانا مشتاق حسین کانپوری کانپور سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد اور وہاں سے میرٹھ منتقل ہوئے تو مولانا فرید الدین بھی اپنے استاد کے ہمراہ مراد آباد اور میرٹھ چلے گئے۔ واپس وطن آکر کتب حدیث برادر بزرگ سے پڑھیں اور ان ہی سے سند حدیث حاصل کی۔

تقریباً ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء-۳۲ء میں علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے اور بجا روالا ضلع فیصل آباد کے ایک دینی مدرسہ میں اعزازی طرز پر تدریس کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد وطن مالو بھوئی گاڑ آ گئے۔ ان کے انداز تدریس اور تبحر علمی کے پیش نظر اکثر مدارس دینیہ کے کارپردازوں کی خواہش رہتی تھی کہ وہ ان کے مدارس کی مستند کورونق بخشیں چنانچہ جامعہ نوحیہ گولڑہ، جامعہ محمدیہ بھیرہ، جامعہ رضویہ وار برٹن، دارالعلوم مکتبہ، دارالعلوم ترک شریف اور دارالعلوم لالہ موسیٰ میں پڑھاتے رہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سیاسی تحریکوں سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ وہ مزاجاً مدرس تھے اور تقریباً بیالیس سال تدریس کی۔ سبق ہمیشہ باقاعدہ مطالعہ کے بعد پڑھاتے تھے اور طلبہ کو اس امر کی تلقین کرتے تھے کہ سبق پڑھنے کے لیے باقاعدہ تیاری کر کے آیا کریں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا تھا۔ جلسوں میں تقاریر کیں۔ جلسوں کی قیادت کی اور اس راہ میں سنتِ یوسفی بھی ادا کی۔

۷، شوال ۱۳۹۲ھ / ۱۲، نومبر ۱۹۷۲ء کو صبح آٹھ بجے دل کا شدید دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اگلے دن بھونٹی گار میں دفنائے گئے۔

مولانا حسن الدین ہاشمی (استاد جامعہ اسلامیہ بہاولپور) مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں۔



## فضل الہی حضروی

مولانا فضل الہی بن مہر علی شاہ اندازاً ۱۲۴۰ھ / ۲۵-۱۸۲۲ء میں اگرور ضلع کوہستان میں پیدا ہوئے۔ مولانا فضل الہی کے بچپن میں اُن کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے زمانہ تعلیم کے بارے میں اطلاعات میسر نہیں ہیں۔ صرف اس قدر معلوم ہے کہ وہ تکمیل علم کے بعد حضرو ضلع اٹک آگئے تھے۔

مولانا فضل الہی نے حضرو میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اُن کا زیادہ وقت طلبہ کو پڑھانے، مطالعہ کرنے اور ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا۔ حافظ عبد الغفور سواتی (م ۱۲۹۳ھ) سے تعلق بیعت رکھتے تھے۔ مولانا فضل الہی متواضع ہنکس المزاج اور ہر دلعزیز عالم تھے۔ طلبہ اور مساکین کی امداد کرنے میں راحت و مسرت محسوس کرتے تھے۔ ۶ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ / ۱۰ جون ۱۹۲۲ء کو بمرض طاعون فوت ہوئے۔ نماز جنازہ اُن کے فرزند مولانا خدا بخش مرحوم نے پڑھائی تھی۔ جنازے کے شرکار میں مولانا حسین علی ساکن واں پھراں نمایاں عالم تھے۔ مولانا فضل الہی حضرو میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

قبر پر حسب ذیل قطعہ تاریخ کندہ ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

پیر ما شمع ہدایت بود عارف با کمال  
طالبانِ راہِ خدا را راہنمائے بے مثال  
در ورع در زہد و تقویٰ گوئے سبقت بر وہ بود  
ای خداداد روزِ حشرتِ وہ اور اجاہ و جلال



بر زبان پیرو برتا این خبر مشہور شد  
 قطبِ عالم شمع یزدان کرد از دنیا رحال  
 این قدر خموس شد از انتقال ای ولی!  
 رفت از دنیا تے دل آں چہنمہ آبِ زلال  
 گفت ہا تلف از رقم در گوش واحد ای سخن!  
 رفت از دار فنا آں صاحب طیب خصال

۱۳۲۲ھ

مولانا فضل الہی مرحوم کی اولاد میں تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ مولانا میاں خدا بخش

۲۔ مولانا عبدالرحمان فاضل دیوبند

۳۔ مولانا میاں محمد اکبر۔ والد ماجد مولانا فضل الہی کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔



## فضل الہی وزیر آبادی

مولانا فضل الہی بن میراں بخش بن رجب دین بن نور محمد قریشی ۲۷ رمضان ۱۲۹۹ھ / ۱۲ اگست ۱۸۸۲ء کو وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مشن ہائی سکول وزیر آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا اور مولانا حافظ عبدالغمان وزیر آبادی سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ عربی اور فارسی کی بعض کتابیں ان کے درس میں پڑھیں۔

عملی زندگی کا آغاز محکمہ ریلوے میں ملازمت سے کیا۔ ایک سال کام کیا ہو گا کہ ۱۹۰۳ء / ۲۱-۱۳۲۰ھ میں سرحد پار مجاہدین کے امیر مولانا عبدالکریم سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ امیر عبدالکریم نے انہیں برصغیر کے لئے اپنا خلیفہ نامزد کیا اور یہاں سے آدمی اور سرمایہ فراہم کرنا ان کے فرائض میں داخل تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ کام محنت، رازداری اور تندہی کے ساتھ کیا۔ مجاہدین کی اعانت کے الزام میں ۷ نومبر ۱۹۱۵ء / ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کو گرفتار کئے گئے اور جالندھر جیل میں محبوس رہے۔ ان پر مقدمہ سپلا کر "جرم" ثابت نہ ہو سکا۔ جنگ عظیم اول کے خاتمے پر رہا ہوئے۔ تاہم تین سال کے لئے وزیر آباد میں نظر بند کر دیئے گئے۔ حالات بگڑتے جا رہے تھے اور انگریزی حکومت سرحد پار مجاہدین کے ہمدردوں پر مقدمات قائم کر رہی تھی اس لئے مولانا فضل الہی وزیر آبادی ۱۷ اگست ۱۹۲۰ء / ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کو ہجرت کر کے یافغان چلے گئے۔

۱۹۳۹ء / ۵۸-۱۳۵۷ھ میں اپنا نام "عبدالرزاق کابلی" ظاہر کر کے بمبئی کے راستے سے حج کا سفر کیا اور ارمن حجاز سے واپسی پر برصغیر کے چیدہ چیدہ راہنماؤں سے ملے۔ مرشد آباد اور مونگیر میں کافی عرصہ مقیم رہے۔ اکابر مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح سے

کئی ملاقاتیں کیں اور تحریک پاکستان میں کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد جہاد کشمیر میں انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت حصہ لیا لیکن اچانک جنگ بندی کے اعلان سے دل برداشتہ ہو گئے اور اسی صدمے سے ۵ مئی ۱۹۵۱ء / ۲۸ رجب ۱۳۷۰ھ کو جہلم میں وفات پائی۔

”غلطی ہائے عدیم المثال جہاں“ اور ”مسئلہ کشمیر“ ان کے رسوماتِ قلم میں سے ہیں۔



# فضل علی قریشی

مولانا فضل علی قریشی بن فرزند علی قریشی۔ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں داؤد خیل میں پیدا ہوئے۔  
مولانا قمر الدین سے کتب و رسیر کی تحصیل کی اور دورہ حدیث مولانا احمد علی محدث سہارن پوری  
(م ۱۲۹۷ھ) سے پڑھا۔

بھائیوں کے ساتھ داؤد خیل سے ترک سکونت کر کے ضلع مظفر گڑھ آئے اور حکومت سے  
کچھ رتبہ لے کر کاشتکاری شروع کی۔ ان کی کوششوں سے جوگلی ہی اہلہاتے ہوئے کیفیتوں میں  
نہیں بدلا بلکہ "مسکین پور" کے نام سے ایک بستی آباد ہو گئی۔

مولانا فضل علی قریشی نے ابتداء میں مولانا سید لعل شاہ ساکن دندرہ شاہ بلاول سے بیعت  
کی۔ ان کے وصال کے بعد مولانا زنی شریف گئے اور خواجہ سراج الدین (م ۲۶ ربیع الاولیٰ ۱۳۲۳ھ)  
کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ موصوف اپنے خوشنویس تھے۔ خواجہ سراج الدین مرحوم کی خط و  
کتابت ان ہی کے ذمے تھے۔

علمائے دیوبند کی خدمات دینیہ کے قدردان تھے۔ ایک دفعہ دیوبند گئے تو مولانا حسین صاحب  
مسدنی (م ۱۳۷۷ھ) بخاری محمد طیب اور دوسرے اکابر دیوبند نے عزت و احترام کا سلوک  
کیا۔ دیوبند سے مدنی آئے اور مفتی کفایت اللہ (م ۱۳۷۲ھ) کے مدرسہ امینیہ تشریف لے  
گئے۔ فرقہ یا طلعہ کے خلاف، علمائے دیوبند کا ساتھ دیا۔ ایک بار سید عطاء اللہ شاہ بخاری  
بغرض تقریر قادیان جا رہے تھے۔ وہ مولانا فضل علی کو باصرار ساتھ لے گئے چنانچہ قادیان  
میں ان ہی کی صدارت میں خانہ زاد نبوت کے بچے ادھیڑے گئے۔

مولانا فضل علی کا ذریعہ معاش کاشتکاری تھا۔ خود ہل چلاتے اور قارخ اوقات میں  
اصلاح و ارشاد کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مہمان نواز، ایثار پیشہ اور متواضع بزرگ  
تھے۔ کوئی مہمان بے وقت اجماتا تو اپنا کھانا بھجوا دیتے اور خود صبر و شکر کر لیتے

تھے۔ موصوف کو تمباکو سے نفرت تھی اور ان کی توجہ کاملہ کا اثر تھا کہ بیعت ہونے والا شخص  
 اگر تمباکو پینے یا کھانے کا عادی ہوتا تو وہ اس بُری عادت سے توبہ کر لیتا تھا۔  
 یکم رمضان ۱۳۵۴ھ / ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو مسکین پور میں واصل بحق ہوئے اور وہیں مزار  
 ہے۔ مرحوم کے ۶۷ تعلقانے عظام کی قبرست جناب محمد عبدالملک صدیقی نے مرتب کی ہے  
 ان میں سے مندرجہ ذیل نے علمی و دینی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

- ۱۔ مولانا عبدالغفور عباسی مدنی
  - ۲۔ مولانا محمد عبدالملک صدیقی ساکن احمد پور شرقیہ
  - ۳۔ مولانا حسین علی قریشی (مسکین پور)
  - ۴۔ مولانا محمد عبداللہ مرحوم (بہلی شریف)
  - ۵۔ خواجہ محمد سعید قریشی (م ۱۳۶۳ھ)
- مولانا فضل علی کے پسماندگان میں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔



۱۷ تجلیات ص ۲۲

۱۸ تحفہ زاہدیہ ص ۲۸

۱۹ تجلیات ص ۲۶-۲۸

## فضل میراں

مولانا فضل میراں ٹی بی نوحوت پور تحصیل و ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ پہلے پنجاب یونیورسٹی کے مولوی ناضل تھے۔ ترک موالات کے زمانے میں آزاد مسلم ہائی سکول گجرات قائم کیا گیا جس کے کرتادھر تاسید عطا اللہ شاہ بخاری (م ۱۳۸۱ھ) تھے آزاد مسلم سکول میں مدرس رہے تھے۔ ان کے رفقاء نے کاریں مولانا نصر اللہ خان عزیز اور ملک حسن علی جامعہ صاحب شامل ہیں۔

مولانا فضل میراں، حضرت شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) کی تالیفات پر گہری نظر رکھتے تھے متذکرۃ الصدر بزرگ ان سے حجۃ اللہ البالغہ کا درس لیتے تھے۔ مولانا موصوف کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہو سکے۔

انہوں نے علامہ سید عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی کی تالیف ”انسان کامل“ کا اردو ترجمہ کیا تھا جو پہلی بار ملک محمد الین مدیر ”صوفی“ نے شائع کیا تھا بعد میں نفیس کیڈمی کراچی نے شائع کیا۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے شاہ ولی اللہ کے مشہور رسالہ ”ہمعوات“ کا ترجمہ بھی کیا تھا۔



سہ دیباچہ ”انسان کامل“

سہ مکتوب پروفیسر محمد سرور بنام راقم الحروف۔

## فقیر اللہ خوشابی ثم مدرسی

مولانا فقیر اللہ بن فتح دین بن عبداللہ موصوع کھٹہ مصرال تحصیل خوشاب میں ۱۲۸۰ھ / ۶۲۷-۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ مولانا محمد سے حاصل کی۔ مولانا محمد سید نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے۔ اس کے بعد مولانا فقیر اللہ نے حافظ عبدالمتان وزیر آبادی اور مولانا عبدالجبار امرتسری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آخر میں موصوف اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی چلے گئے۔ سید نذیر حسین دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ استاد گرامی مولانا دہلوی کے حکم پر بنگلور تشریف لے گئے۔ بنگلور میں انہوں نے ”مدرسہ نصرت الاسلام“ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی۔ کچھ عرصہ بعد مدراس تشریف لے گئے۔ اور باقی عمر وہیں گزار دی اس لئے ”مدراسی“ مشہور ہو گئے۔ مدراس میں انہوں نے ”مدرسہ احیاء الاسلام“ جاری کیا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ تحریک مجاہدین کے لئے مدراس سے قوم بھجواتے تھے۔

مولانا فقیر اللہ ۹ شوال ۱۳۲۱ھ / ۲۵ مئی ۱۹۲۳ء کو فوت ہوئے۔ اور بنگلور میں سپرد خاک کئے گئے۔

مولانا فقیر اللہ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی اہلیہ پنجاب کی تھیں۔ جن سے دو صاحبزادے (مولانا عبداللہ اور حافظ احمد سعید) اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ایک صاحبزادی کا عقد نکاح مولانا نجم الدین ڈھریالوی اور دوسری کا مولانا حافظ محمد گوندلوی سے ہوا۔

لہ ابتداء میں نام ”فقیر محمد“ تھا جسے فقیر اللہ سے بدل دیا۔

۱۱ سیرت ثنائی ص ۳۷۳ (حاشیہ)۔ صاحب نزہت الخواجر نے سال وفات ۱۳۳۲ھ / ۱۶-۱۹۱۵ء

مولانا فقیر اللہ نے دوسری شادی مدراس میں مولانا محمد اسماعیل مدراسی کی ہمشیرہ سے کی جن سے دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے مولانا عطاء اللہ سلفی پیدا ہوئے۔

مولانا فقیر اللہ سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں:

۱۔ القول المصدوق فی اثبات التشہد للمسبق

۲۔ التبری من افتراء المنقری

۳۔ الموعظۃ الحمستہ فی خطبۃ الجمعۃ بكل لسان من الالسنۃ

۴۔ رسالہ فی اثبات الجہر بالقائمہ فی صلواتہ الجنائزہ





## فقیر اللہ نیازی

مولانا فقیر اللہ نیازی بن مولانا غلام محمد نیازی ۱۸۹۲ء/۱۰/۱۰-۱۳۰۹ھ میں قلعہ سوہجا سنگھ ضلع سیالکوٹ کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ مولانا غلام محمد نیازی جید عالم اور سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے اہم قوت تھے۔ انہیں خواجہ سچیار نوشاہی سے ارادت و محبت تھی۔ مولانا فقیر محمد نیازی کی رسم لہجہ اللہ خواجہ سچیار نوشاہی نے ادا کی، انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ بعد میں مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدراں مدرسہ نعمانیہ لاہور اور مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں "دروس نظامی" کا نصاب مکمل کیا۔ پچیس سال کی عمر میں دستارِ فضیلت حاصل کی۔

مولانا فقیر محمد نیازی، پیرستید جماعت علی شاہ علی پوری کے ارادت مند تھے اور ان کی تبلیغی و دینی مساعی میں تعاون کرتے تھے۔ تحریکِ خلافت میں انہوں نے اپنے مرشدِ گرامی کی ہدایت پر عمل کیا۔ اسی طرح فتنہ ارتداد کے زمانے میں دعوت و تبلیغ کا کام کیا۔ تحریکِ مسجد شہید گنج میں پیرستید جماعت علی شاہ کے پہلو بہ پہلو رہے۔ اس راہ میں انہوں نے خذہ پستانی سے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد سیالکوٹ میں مقیم رہے اور علمی و دینی کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور جیل گئے۔ راولپنڈی اور سیالکوٹ کی جیلوں میں رہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۶۲ء/۱۳/۱۲ ریح الاولیٰ ۱۳۸۲ھ کو ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے اور قبرستان شہیدراں سیالکوٹ میں مدفون ہوئے۔



## خواجہ فقیر محمد چوروی

خواجہ فقیر محمد بن نور محمد بن فیض اللہ تیراہی بن عثمان مجدد کا سلسلہ نسب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اُن کی تاریخ ولادت کے بارے میں تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ البتہ اُن کی ولادت خواجہ فیض اللہ تیراہی دم ۸ ربیع الاول ۱۲۲۵ھ کی زندگی میں تیرہویں شریف نزد تیراہ میں ہوئی تھی۔ اس اعتبار سے موصوف ۱۲۲۵ھ سے پہلے پیدا ہوئے۔

خواجہ فقیر محمد نے علوم دینیہ کی تحصیل والد ماجد سے کی اور اُن ہی کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی۔ بیس سال کی عمر میں ترقی و خلافت سے نوازے گئے اور اپنے برادر اصغر خواجہ دین محمد کے ساتھ اندرون پنجاب کا اصلاحی و تبلیغی سفر کیا۔ دو ماہ کے اس سفر میں انہوں نے ضلع گجرات اور ضلع سیالکوٹ میں رشد و ہدایت کی روشنی عام کی۔

خواجہ فقیر محمد کے ذریعہ سلسلہ نقشبندیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اُن سے ایک دنیا نے استفادہ کیا۔ جب کسی شخص کو خلق ارادت میں داخل کرتے تو اُسے ”دوست“ کہہ کر پکارتے اور لوگ بیعت ایسے اشعار پڑھتے جن میں تعلق باللہ اور حب رسول پر زور ہوتا تھا۔ بعض مواقع پر یہ شعر پڑھتے:

ہر دم خارا یاد کن، دلہائے بیگین شاد کن!  
بگیں صفت فریاد کن، مشغول شو در ذکر ہو

غافل کفر است پنہاں در وجود آدمی  
ایں چنین کافر شدن را حاجت ز تار نیست

کبھی کبھی جذب و کیف میں پڑھا کرتے تھے:

ہر چہ در کائنات می یتیم

ہمہ را نور ذات می یتیم

من کہ در ذات او شدم فانی

کے بسوئے صفات می یتیم

۲۹ محرم ۱۳۱۵ھ / ۵ جولائی ۱۸۹۷ء کو پورہ شریف میں فوت ہوئے اور وہیں ابدی نیند سو

رہے ہیں۔ "عقرا" سے سال وفات برآمد ہوتا ہے۔ اُن کے معروف خلفاء کے نام یہ ہیں:

۱۔ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

۲۔ سید جماعت علی شاہ ثانی لاثانی

۳۔ صاحبزادہ غلام محی الدین بن مولانا محمد خان عالم (باوٹی شریف)

۴۔ حافظ عبدالکریم (راولپنڈی)

۵۔ مولانا غلام محمد گوی

۶۔ مولانا محمد حسین سپرووی

۷۔ خواجہ احمد بنی پوروی (صاحبزادہ)

عقرا

سلہ انوار تیراہی میں غلطی سے ۱۳۱۶ھ لکھا گیا ہے ص ۷۸

## فقیر محمد جہلمی

مولانا فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۲ء میں بمقام "چتن" (ضلع جہلم) ساہیوالہ ہوئے۔ پانچ چھ سال کی عمر میں گاؤں کی مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بھٹائے گئے۔ ختم قرآن کے بعد میاں قطب الدین (ساکن ٹاہلیا نوالہ) سے فارسی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا نور محمد (ساکن کھائی کوٹلی۔ ضلع جہلم) سے صرف و نحو، فقہ اور دیگر علوم کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اولپنڈی گئے جہاں مولانا عبدالکریم شاہ پوری اور مولانا محمد حسن دفیروز والا ضلع گوجرانوالہ سے منطق کی تحصیل کی۔

۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء میں دہلی کا سفر اختیار کیا اور مولانا سید نذیر حسین دہلوی کے درس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے منطق و فلسفہ پڑھانے سے معذرت کر دی اور انہیں مولانا محمد شاہ مؤلف "مدار الحق" کے پیرو کیا۔ چند دن بعد مولانا مفتی صدر الدین آزرہ (م ۱۲۸۵ھ) کے ہاں چلے گئے اور ڈیڑھ سال ان کی خدمت میں رہ کر علمی و دینی استفادہ کیا۔ اواخر ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۱ء میں واپس وطن آئے۔ یہاں سے لاہور جا کر مولانا کریم الہی (م ۱۲۸۲ھ) سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔

لاہور کے زمانہ قیام میں فنِ خوشنویسی میں مہارت حاصل کی۔ مرزا امام دیروی ایرانی (موتن جوہلی میاں خان۔ لاہور) اور ان کے شاگرد صوفی غلام محی الدین سے استفادہ کیا۔ میرا محمد حسین دہلوی سے بھی فن کے رموز سیکھے تھے۔ مطبع ناظر خیر اللہ خان کابلی میں کتابت سے عملی زندگی کا کید ۱۲۶۷ھ/۱۸۴۳-۱۲۸۳ھ میں مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں قانونی کتب کی کتابت اور

شاگرد مولانا رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولیتہ مکہ معظمہ

رسالہ "انوار الشمس" کی ادارت پر مامور ہوئے۔ مارچ ۱۸۷۵ء/۱۲۹۲ھ میں اخبار "آفتاب پنجاب" کے مدیر مقرر ہوئے اور ۱۸۸۴ء کے وسط تک فرائض ادارت انجام دیئے۔ ۳ اکتوبر ۱۸۸۴ء/۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ سے اپنے تخت بگڑ "محمد سراج الدین خان مرحوم" کے نام پر جہلم میں "مطبع سراج المطابع" کی بنیاد رکھی اور ۵ جنوری ۱۸۸۵ء/۱۸ ربیع الاولیٰ ۱۳۰۲ھ سے ہفت روزہ "سراج الاخبار" جاری کیا۔

محمد دین فوق نے "سراج الاخبار" کے مضامین کے بارے میں لکھا ہے:

"سراج الاخبار میں جو نظریں چھپتی ہیں وہ بالعموم عامیانہ اور غیر مستند ہوتی ہیں اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مولوی صاحب کو خود شاعری کا مذاق نہیں ہے۔ اخبار میں شیعہ، اہل حدیث اور احمدی صاحبان کے خلاف اکثر مضامین چھپا کرتے ہیں اور یہ شاید اس لئے کہ مولوی صاحب کے مذہبی مذاق سے ان کے ناظرین واقف ہیں اور وہ ان ہی کے مذاق کے مضامین بھیجا کرتے ہیں"۔

مولانا فقیر محمد جہلمی زمانہ طالب علمی میں مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری سے متعارف ہوئے اور ان کے زیر اثر ترویج عیسائیت کا ذوق پیدا ہوا۔ اخبار "کوہ نور" (لاہور) اور اخبار "منشور محمدی" (دینگور) میں ان کے مضامین طبع ہوتے تھے۔

ان سے حسب ذیل تالیفات یادگار ہیں:

- ۱۔ حدائق الخفیہ
- ۲۔ رسالہ آفتاب محمدی
- ۳۔ عمدۃ الاسحار فی وقوع طلقات الثلاث

۴۔ السیف الصارم لمنکرشان الامام الاعظم

۵۔ زبدة الاقوال فی تزییح القرآن علی الاناہیل

۶۔ ترجمہ تصدیق المسیح

ان کتابوں کے علاوہ مولانا ولی اللہ لاہوری کی حسب ذیل تحریرات پر حواشی لکھے ہیں:

۱۔ صیانتہ الانسان عن وسوسۃ الشیطان

۲۔ ابکات ضروری

۳۔ مباحثہ دینی

مولانا فقیر محمد جہلمی مصروف علمی اور دینی زندگی گزار کر ۱۳۶۵ھ/۱۹۱۶ء کو فوت ہوئے۔



## فقیر محمد نقشبندی

مولانا فقیر محمد بن خواجہ غلام حسن نقشبندی مومنع ڈوگر سوہاگ (سواک) میں پیدا ہوئے  
 انہوں نے ابتدائی کتب درسیہ مولانا گل حسن (خلیفہ خواجہ غلام حسن نقشبندی) سے  
 پڑھیں۔ مولانا عبد الکریم جامپوری، مولانا فتح محمد (ریٹیرہ والا)، مولانا جان محمد پیلانوی،  
 مولانا احمد یار، حافظ محمد مضان، مولوی فضل حق (کڑی شمولی)، مولانا حامد اللہ گھوٹوی  
 اور مولانا مرید احمد (ساکن پیل) کے نام ان کے اساتذہ میں ملتے ہیں۔

مولانا فقیر محمد مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ فقہ حنفی پر گہری نظر رکھتے تھے  
 اپنے والد ماجد سے مجاز بیعت تھے۔

مولانا موصوف در صرع کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ بہت علاج کیا گیا مگر  
 افاقہ نہ ہوا۔ اپنے والد ماجد کی زندگی میں صرع کے دورہ میں تالاب میں گر کر ۳۱ ربیع الاول  
 ۱۳۲۶ھ / ۱۰ ستمبر ۱۹۲۷ء کو وفات پائی۔ چاہ تھل کے مقام پر مدفون ہوئے۔ مولوی  
 عبد الرسول نے قطعہ تاریخ کہا۔ چند اشعار یہ ہیں:

در یغا صاحب اعزاز و علافت      زونیا صاحب صدق و صفارفت

.....

.....

حکیم عبد الرسول ابن خیر بشنید

بگفتا از غم این صدمہ سخت

.....

.....

.....

.....

# فیروز الدین

مولوی فیروز الدین لاہوری بن جان محمد بن میاں انام بخش بن بیوے خان، اگست ۱۸۶۲ء/۸۱-۱۲۸۰ء  
 میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ راجپوت برادری کے چشم و چراغ تھے۔ اُن کے جدا مجد بیوے خان  
 مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک عہدے دار تھے اور آبائی گاؤں نیاز بیگ  
 سے نقل مکانی کر کے لاہور آگئے تھے۔ بیوے خان کے پوتے جان محمد نے علم دین حاصل  
 کیا۔ لاہور کے اچھے پڑھے لکھے لوگوں میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ جب مہاراجہ شیر سنگھ کو  
 فارسی پڑھانے کے لیے اُسٹاد کی ضرورت محسوس ہوئی تو مہاراجہ کی نظر مولوی جان محمد پر پڑی  
 سردار بخشیش سنگھ کے علاوہ بعض دوسرے نوجوان حکمہ سردار اُن کے شاگرد تھے۔

مولوی فیروز الدین کے نانا مولوی نجم الدین "اندرون دروازہ شیرالوالہ محلہ نوگہرا کے بازار  
 میں ایک چھوٹی سی مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتے تھے"۔

اس خاندانی پس منظر میں مولوی فیروز الدین کی تعلیم شروع ہوئی۔ ابتدا والد ماجد سے کی  
 مگر ابھی آٹھ نو سال سے زیادہ عمر نہ تھی کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ فارسی درسیات کا کافی حصہ  
 بڑا در بزرگ مولوی فتح الدین اور چچا خلیفہ نبی بخش سے پڑھا۔ ۱۸۷۸ء/۱۶۹۵ھ میں اورینٹل  
 کالج لاہور کی جماعت "عشقی عالم" میں داخلہ لیا اور فارسی زبان و ادب کی تحصیل کی۔

مولوی صاحب کو دور طالب علمی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ ان کے شوق کو دیکھتے  
 ہوئے مسٹر ولیم۔ ہیل ڈائریکٹر تعلیمات نے انہیں تصنیف و تالیف کے ساتھ اشاعت و طباعت  
 کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے چارٹوں اور درسی کتابوں کی طباعت و اشاعت شروع کی۔ فیروز  
 پرنٹنگ پریس کے نام سے چھاپہ خانہ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر ترقی دی کہ آج اُن



کا خاندان ملک کے امیر ترین خانوادوں میں شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں انہوں نے ڈولاکھ کی رقم سے "فیروز سنز ٹرسٹ" کے نام سے ایک وقف قائم کیا جس کے زیر اہتمام پشاور، لاہور اور کراچی میں خیراتی شفاخانے کام کر رہے ہیں۔

مولوی صاحب نادر شاہ کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد جشنِ استقلال میں شرکت کے لئے افغانستان گئے۔ ۱۹۳۰ء میں زیارتِ حرمین سے مشرف ہوئے۔ ان کے والد کو فقراؤں سے بہت عقیدت تھی اور یہ عقیدت و ارادت انہیں مدثر میں ملی تھی۔ پہلے حضرت احمد علی کابلی سے بیعت ہوئے۔ ان کی رحلت کے بعد ایک پٹھان مولوی عبداللہ صاحب سے تعلق بیعت استوار کیا مگر ان کی بیعت کرنا ایک فعلِ عبث ثابت ہوا۔<sup>۱</sup> آخر کار خواجہ اللہ بخش تونسوی سے رشتہ ارادت قائم کیا۔

مولوی صاحب اشاعتی سرگرمیوں میں مصروف ۲ اپریل ۱۹۲۹ء / ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۸ھ کو فوت ہوئے اور مزار حضرت علی ہجویریؒ کے قریب دفنائے گئے۔

مولوی صاحب نے اپنی خودنوشت "جہادِ زندگی" میں حسبِ ذیل کتابوں کو اپنی مالیقات میں شمار کیا ہے۔ ان میں سے بعض کتابوں پر محکمہ تعلیم نے گراں قدر انعامات سے ان کی حوصلہ افزائی کی تھی۔

۱۔ بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب۔

۲۔ اردو ترجمہ کشف الاسرار (منسوب بہ حضرت علی ہجویریؒ)

۳۔ تاریخ دربارِ دہلی (۱۹۰۳ء)

۱۔ جہادِ زندگی ص ۱۶۳

۲۔ جناب محمد نصر اللہ خان نے اس ترجمے کو اپنے والد گرامی مولانا رحمت علی خان ساسی کی کاوش قرار دیا ہے۔ (مولانا رحمت علی خان ساسی مرحوم ص ۹)

۴۔ یادگارِ سعدی

۵۔ فیروز اللغات (اردو اردو)

۶۔ فیروز اللغات (فارسی اردو)

۷۔ تاریخِ دربارِ اسلام

۸۔ اردو ترجمہ قرآن و تفسیر "تسهيل القرآن"

۹۔ الہام منظوم ترجمہ مثنوی مولانا روم

مولوی صاحب اپنی تالیفات کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”کشف المحجوب اور کشف الاسرار کے ترجمے اور فیروز اللغات اردو و فارسی

کی تدوین کے علاوہ میں نے اور بھی بہت سی علمی، ادبی، درسی اور مذہبی کتب

تصنیف و تالیف کیں جن میں تاریخِ دربارِ اسلام اور مثنوی مولانا روم کا منظوم

ترجمہ قابلِ ذکر ہے۔ تاریخِ دربارِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک

عہدہ سے لے کر خلفائے راشدین تک کے مبسوط حالات نہایت تفتیش و

تفحص کے بعد درج کیے گئے ہیں۔ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے جس کی مجموعی

ضخامت ایک ہزار صفحات ہے۔ ایک عالم نے اس کتاب کی بڑی قدر افزائی

کی۔ اسی طرح مثنوی مولانا روم کے ترجمے نے بھی (جس کا نام الہام منظوم ہے)

علمی ادبی حلقوں سے کما حقہً نچراج عقیدت وصول کیا۔ میری تمام تصانیف کا

۱۔ جناب محمد نصر اللہ خان نے اسے بھی اپنے والد گرامی مولانا رحمت علی خان ساسی کی کاوش قرار

دیا ہے۔ (مولانا رحمت علی خان ساسی مرحوم ص ۱۹)

۲۔ جناب سیٹاب اکبر آبادی (م ۱۳۱۷ھ) ”الہام منظوم“ کے بارے میں ساغر نظامی کو لکھتے ہیں:

”آج بے حد متالم ہوں۔ الہام منظوم کا پہلا دفتر لاہور سے وصول ہوا ہے اس کے سر صفحہ

حجم پچاس ہزار صفحات کے لگ بھگ ہو گا۔

مولوی صاحب نے سرسید احمد خان کی اصلاحی تحریک میں اپنے اخبارات کے ذریعے شہ  
کیا۔ پہلے ”پنجاب ہینچ“ اور پھر ”مشیر ہند“ کے نام سے اخبار جاری کیے۔ تحریک آزادی میں  
ان کے انگریزی اخبار ”الاسٹرن ٹائمز“ نے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے ایک علمی و ادبی مجلہ ”تعلیم و  
تربیت“ بھی جاری کیا جسے ۱۹۴۱ء میں تھالٹنا پتھوں کے لیے وقف کر دیا جو پتھوں کے اردو  
رسائل میں منفرد حیثیت کا مالک ہے۔



پر مرتبہ مولوی فیروز الدین لکھا ہوا ہے۔ گویا اس خواب کی تعبیر ہے جو آغاز کار میں مجھے اور آپ کو  
نظر آ گیا تھا۔ لیکن پھر بھی مولوی صاحب کی اس سرمایہ دارانہ خود غرضی نے مجھے بہت ملول کیا یا

(حاشیہ صفحہ زندگی)

(روح مکاتیب ص ۱۹۳-۱۹۴)

اس پر ساغر نظامی صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ”یہ شدید غلط بیانی اور تاریخی حق تلفی ہے۔ سائل  
دفتر کا ترجمہ صرف مولانا ایام نے تنہا کیا ہے“

سے جہاد زندگی ص ۴۴-۴۵

# فیض الحسن ہمدانی

مولانا فیض الحسن بن مولانا محمد حسن فیضی ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ / ۶ اپریل ۱۸۸۳ء کو "بھیس" میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ کی تحصیل اپنے فاضل اور جید والد محترم سے کی۔ ۱۹۰۷ء / ۲۵ ۱۳۲۵ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اپنے والد ماجد کی طرح جامعہ نعمانیہ لاہور میں مدرس رہے۔

شعرو شاعری کا ذوق رکھتے تھے اور فیض تخلص کرتے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ

م ۱۵۰ھ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:

کیف اثنت جل من الثناء	مل فی وصفہ حجی العلماء!
جل عما نقول فیہ کما جل	باوصافہ عن النظرار
امنا بل امام کل امام	ورکن قصر الشریعۃ الخراء
حیوۃ دین ابو حنیفہ حنیف	المکرمات وسند الاصفیاء
کان واللہ روضۃ الدین فی	الغبیرا واعضانہ علی الحضار
قمر الفلک آفل کل یوم	ولذاک السکون ووسط سمار
لابہ آفتہ اطحاق وان لا	یبصر الفضل مقلۃ عمیار
تم انظم ایہا فیض واستغفر	لما قد جنیت من اخطار

مولانا فیض الحسن تصنیف و تالیف کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ منشی محبوب عالم

مدیر پیشہ اخبار "کے شائع کردہ انسائیکلو پیڈیا کے مدیروں میں شامل تھے۔ انہوں

لے انتخاب مناقب سلیمانہ ص ۱۹۷-۱۹۸ بحوالہ تذکرہ اکابر ہند ص ۳۹۳

نے عربی کی متعدد کتابوں کو اردو کا جامنہ پہنایا۔ ان کے چند تراجم یہ ہیں

- ۱۔ علم الکلام (امام غزالیؒ)
  - ۲۔ تجرید الاحادیث (امام عبدالرؤف منادی)
  - ۳۔ حدائق الاخبار (محمد صادق فرغانی)
  - ۴۔ سیرت محمد عربیؐ (طالسٹائی)
- جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ / نومبر ۱۹۲۸ء کو وفات پائی اور آیاتی گاؤں بھیس میں مدفون ہوئے۔

www.marfat.com

## قائم الدین عباسی

مولانا قائم الدین عباسی قصیدہ محمد پور دیوان ضلع ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مولانا حبیب اللہ گمانوی سے الکتاب فیض کیا تھا۔ دورہ حدیث کی تکمیل نہ کر سکے تھے مگر خدا واد قابلیت و ذہانت سے علوم مروجہ خصوصاً فقہ و حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے۔

مولانا عباسی نے تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں بہت کام کیا تھا۔ اس کے بعد موضع جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ مولانا دو بہت محترم قریشی کی ترغیب و تشویق پر تنظیم اہل سنت میں شامل ہوئے اور تنظیم کے پلیٹ فارم پر سرگرم تبلیغ رہے۔ فن تقریر میں ان کی سلاست و فصاحت شرب المثل تھی۔ اصلاح معاشرہ ان کی تقریروں کا اہم موضوع ہوتا تھا۔

مولانا عباسی ایک ماہ بیمار رہ کر ۱۹۷۷ء کے آغاز (۱۳۹۴ھ) میں جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں فوت ہوئے۔ مولانا منظور احمد عباسی نے ان کی تعمیر کردہ مسجد اور مدرسہ کا انتظام سنبھالا۔



## حافظ سید قتل احمد نوشاہی

حافظ سید قتل احمد نوشاہی بن حکیم سید الہی بخش ۱۲۱۲ھ / ۱۸۷۷-۱۸۷۸ء میں ساہن پال ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ خالوادہ نوشاہ گنج بخش کے ممتاز افراد میں سے تھے۔ انہوں نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے جدا مجد حافظ سید نور اللہ (م ۱۲۲۹ھ) اور اپنے والد نزر گووار سے کی نیز اپنے چچا زاد بھائی مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ نوشاہی اور مولانا محمد ثوث (چکریاں والا) سے بھی استفادہ دینی کیا۔

خالصہ حکومت کی جانب سے روزینہ مقرر تھا اور کچھ زمین بستیہ دوسرے ارٹھ علی تھی۔ چوتھ سال کی عمر میں ۲۳ ربیع الاخریٰ ۱۲۸۶ھ / ۲ اگست ۱۸۶۹ء کو ساہن پال میں فوت ہوئے

ان کے دو صاحبزادے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا سید محمد امین مختار السالکین (م ۱۳۱۰ھ)

۲۔ مولانا سید محمد شفیع (م ۱۳۱۱ھ)

حافظ سید قتل احمد سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں مولانا شرافت نوشاہی صاحب نے جدید تحقیقی اصولوں کے مطابق ترتیب و تدوین کی ہے۔

- |                  |                  |
|------------------|------------------|
| ۱۔ بستان الاوراد | ۲۔ ثمرات الافکار |
| ۳۔ وسائل العلوم  | ۴۔ مخزن الاعمال  |
| ۵۔ مصباح العلاج  | ۶۔ لغات نوشاہی   |
| ۷۔ مبین القرآن   | ۸۔ مکتوبات       |



## پیر قلندر شاہ لاہوری

پیر قلندر شاہ بن پیر کرم شاہ (المعروف بہ مسیتا شاہ) بن پیر ابوالفتح (المعروف بہ شاہ جیو) ۱۱۸۵ھ / ۷۲-۷۱-۷۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ اُن کے خاندان میں سلسلہ اصلاح و ارشاد اور خدمتِ دین کئی پشتوں سے چلی آ رہی ہے۔

۱۱۹۶ھ / ۸۲-۸۱-۸۰ء میں اُن کے والد ماجد اپنے اہل و عیال کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے تھے۔ پانچ سال کے بعد وطن واپس آ رہے تھے کہ شاہ بھہانپور کے نزدیک ۱۲۰۱ھ / ۸۷-۸۶-۸۵ء میں قزاقوں سے ٹڈ بھڑ ہو گئی جس میں پیر کرم شاہ کام آ گئے۔

پیر کرم شاہ کے پس ماندگان وطن آنے کے بجائے بانس بریلی چلے گئے

جہاں ۱۲۰۲ھ / ۹۰-۸۹-۸۸ء تک رہے۔ پیر قلندر شاہ نے اس زمانے میں حصولِ فیض کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ شیخ بدر الدین رہنکی ثم لکھنؤی (م ۱۲۰۵ھ) کے ہاتھ پر بیعتِ طریقت کی۔ اُن کی رحلت پر اُن کا مستقف مقبرہ بتوایا۔ لکھنؤ سے ردولی، الہ آباد اور محمد آباد بتارس کے سفر کئے اور تکمیلِ تعلیم کی۔

پیر قلندر شاہ ۱۲۱۰ھ / ۹۶-۹۵-۹۴ء میں واپس لاہور آئے۔ شعبان ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۰ء میں موضع رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ میں اراضی خریدی اور وہیں منتقل ہو گئے۔ وہیں ۲۲ رمضان ۱۲۴۸ھ / ۱۷ فروری ۱۸۲۳ء کو فوت ہوئے۔

پیر قلندر شاہ اپنے وقت کے کمال سہروردی بزرگ اور بڑے اہل دل مصنف

تھے۔ ان کے حسب ذیل رسائل ملتے ہیں۔



۱۔ بیان حق (فارسی) نجم الدین الفسقی (م ۵۳۷ھ) کے رسالہ موسومہ "العقائد الفسقیہ" کی منظوم شرح ہے۔

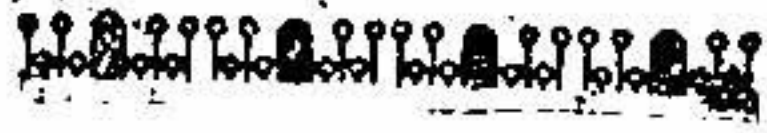
۲۔ علیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فارسی۔ منظوم)

۳۔ علیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ہندی۔ منظوم)

(فارسی۔ منظوم)

۴۔ معراج القبول

پیر قلندر شاہ کی اکثر منظومات "قصائد قلندری" میں طبع ہو چکی ہیں۔



## سید قلندر علی گیلانی سہروردی

سید ابوالفیض قلندر علی گیلانی اور مشربا سہروردی تھے۔ وہ موضع کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول مذہبی اور علمی تھا۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پائی۔ ابھی آٹھ سال کے تھے کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے نامساعد حالات میں تعلیم جاری رکھی۔ مڈل کا امتحان پاس کر کے دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ بریلی میں مولانا احمد رضا خان بریلوی سے استفادہ کیا۔ مدرسہ منتظر اسلام میں تقریباً اڑھائی سال مقیم رہے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا شیر محمد شریوری سے بھی استفادہ کیا۔ حیاتِ گریہ (گجرات) کے بزرگ مولانا غلام محمد سہروردی سے بیعت تھے اور ان کی طرف سے بیعتِ طریقت کے مجاز بھی۔

سید قلندر علی گیلانی جامع مسجد شاہ ابوالمعالی لاہور کے خطیب تھے۔ کئی سال یہاں خطابت اور درس و تدریس کی خدمات انجام دینے کے بعد مسجد چودہریاں قلعہ گوجرانگہ میں منتقل ہوئے۔ ان کی تقریر و لکھنیں اور موثر ہوتی تھی۔ معمولات میں سنتِ نبوی کا خاص خیال رکھتے تھے۔

۲۷ ستمبر ۱۳۷۷ھ / ۱۰ ستمبر ۱۹۵۸ء کو قلعہ گوجرانگہ لاہور میں فوت ہوئے۔ میت ہنجر وال (لاہور) سے سات میل دور ملتان روڈ پر ایک گاؤں (لائی گئی) اور تدفین عمل میں آئی۔

گیلانی مرحوم نے حسبِ ذیل کتابیں لکھی ہیں:

۱۔ سیاح لامکان

۲۔ جمالِ رسول

- |                    |                    |
|--------------------|--------------------|
| ۴- صحیفہ غوثیہ     | ۳- موعظہ للمتقين   |
| ۶- حلیۃ النبی      | ۵- دعوت الحنفیہ    |
| ۸- رسالہ علم غیب   | ۷- لباس التقوی     |
| ۱۰- قمیص یوسفی     | ۹- الفخر فخری      |
| ۱۲- تعارف شہروردیہ | ۱۱- تذکرہ شہروردیہ |
| ۱۴- میلاد الرسول   | ۱۳- جمال الہی      |
|                    | ۱۵- پردہ نسواں     |



## قمر الزمان بلند شہری

مولانا سید قمر الزمان بن سید محمد رفیع رضوی سبزواری چھوس ضلع بلند شہر (بھارت) کے باشندے تھے۔ وہیں ۱۹۰۷ء/۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۱۹ء کے لگ بھگ مدرسہ عربیہ منصبیہ میرٹھ میں داخل ہوئے۔ مولانا یوسف حسین صاحب اور مولانا سبط حسین صاحب سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد امر وہہ جا کر حاجی مرتضیٰ حسین صاحب (والد گرامی جناب یوسف حسین صاحب) سے درس لیا۔ وہاں سے سلطان المدارس لکھنؤ گئے اور علوم مروجہ کی تکمیل کر کے "صدر الافاضل" کی سند لی۔ حکیم منے آغا صاحب سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۹ء/۲۸-۱۳۲۷ھ میں میرٹھ آئے اور مطب و تدریس کا شغل شروع کیا۔ ۱۹۳۵ء/۵۲-۱۳۵۳ھ سے تقسیم ہند تک ماوراء علمی مدرسہ عربیہ منصبیہ میں درس دیا۔

مولانا قمر الزمان تقسیم ہند کے بعد لاہور آ گئے اور دیال سنگھ کالج میں اسلامیات کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ انہوں نے لاہور میں علمی مذاکرات اور تحریکوں کو زندگی بخشی۔ انہوں نے اپنی محنت اور خداداد صلاحیتوں سے ایک مختصر سا حلقہ قائم کر لیا تھا۔ جامعہ امامیہ میں درس دیتے تھے اور اہل علم کے قدردان تھے۔

۲۹ رجب ۱۳۷۹ھ/۲۹ جنوری ۱۹۶۰ء کو آنت پھٹ جانے سے فوت ہوئے۔ مرحوم منطق و فلسفہ میں انتہائی کمال رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں

گاہے ماہے شعر بھی کہتے تھے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل نے ان کی حسبِ فہم  
کتابوں کی اطلاع دی ہے:

۱۔ رازِ قدرت

۲۔ الحکیمۃ الطالعہ شرح شمس البازغہ

۳۔ ترجمہ جامع المسائل (فقہ)



## محمد کرم الدین دبیر

مولانا محمد کرم الدین دبیر ۱۸۵۲ء/۶-۱۲۶۹ھ کے لگ بھگ بھین ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے لاہور اور امرتسر کے اساتذہ وقت سے استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ مولانا احمد علی سہارنپوری (م ۱۳۹۷ھ) کے حلقہ درس میں شریک رہے۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد چند سال وطن مالوہ میں مشغول تدریس رہے۔ مولانا فقیر محمد جہلمی مؤلف ”حدائق الحنفیہ“ سے دوستانہ روابط رکھتے تھے۔ اُن کے ایما پر بہت روزہ ”سراج الاخبار“ کے مدیر ہو گئے۔

مولانا دبیر مناظرانہ مزاج رکھتے تھے اور مناظرین کی جملہ خوبیوں سے طلاقت لسانی، حاضر جوابی، منطقییت اور مضبوط قوتِ یادداشت سے بدرجہ اتم بہرہ مند تھے۔ یوں تو انہوں نے اہل تشیع، اہل حدیث اور قادیانی حضرات سے ہی سے مباحثے کئے تھے مگر اُن کا اصل ہدف قادیانیت تھی۔ انہوں نے ”سراج الاخبار“ میں قادیانیت پر خوب لکھا اور جلسوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کو بھرپور تنقید کا نشانہ بنایا۔ مرزا صاحب کے معتقدین نے اُن پر یکے بعد دیگرے مقدمے قائم کئے۔

پہلا مقدمہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو اور دوسرا مقدمہ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو حکیم فضل دین بھیروی کی جانب سے گورداس پور میں دائر کیا گیا۔ ان دونوں مقدمات میں باغزت طور پر بری ہوئے۔ تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب مدیر اخبار ”الحکم“ نے مولانا دبیر اور مولانا فقیر محمد جہلمی کے خلاف دائر کیا جس میں مدعا علیہا کو ۵۴ روپے جرمانہ ہوا۔

مولانا دبیر نے بھی مرزا قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف مولانا محمد حسن فیضی مرحوم کی تضحیک اور اُن کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی بنیاد پر مقدمہ دائر کیا جو

اس بنا پر خارج ہو گیا کہ بیوہ اور نابالغ بیٹے کی موجودگی میں عم زاد بھائی کو ایسا استغاثہ دائر کرنے کا قانونی حق حاصل نہیں ہے۔

مولانا دپیر نے دوسرا استغاثہ ان ہر دو صاحبان کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی ذاتی کا کیا کیوں کہ مرزا صاحب نے اپنی تالیف "مواہب الرحمن" میں انہیں کذاب اور لعین جیسے "خطابات" سے نوازا تھا۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب کو پانچ صد روپے جرمانہ یا عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ قید اور ناشہرہ مواہب الرحمن "حکیم فضل دین بھیروی کو دو سو روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کا حکم ہوا۔ مگر اپیل پر انگریز سیشن جج نے ان کو اس لیے بری کر دیا کہ مستغیث مولانا کریم دین نے اپنی "واضح" اور "ثابت شدہ" فریب دہی کی وجہ سے اپنے آپ کو مرزا صاحب کے ریمارکس کا مستحق بنا دیا تھا۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے "جسام المحرمین" میں علمائے دیوبند کی تکفیر کی۔ اس کتاب کی تائید میں مولانا شمس علی خان لکھنوی نے "الصوارم المنذریہ" مرتب کی جس میں مولانا دپیر کا فتویٰ موجود ہے۔ مولانا مرحوم کے فرزند قاضی مظہر حسین صاحب کا بیان ہے کہ بعد میں حقیقت حال معلوم ہونے پر ان کے خیالات میں تبدیلی آگئی تھی۔

مولانا دپیر کو پیر جماعت علی شاہ علی پوری سے عقیدت تھی۔ اپنی تالیف "آفتاب ہدایت" کا انتساب پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام کیا تھا اور پیر صاحب نے ان کی مناظرہ مساعی کی تعریف کرتے ہوئے انہیں "غازی اسلام" قرار دیا تھا۔

۱۔ الصوارم المنذریہ ص ۱۱۰-۱۱۱، ہدایت المسلمین (تالیف میاں محمد بخش قادری) کی منظوم تقریظ میں بھی یہی رنگ موجود ہے۔

۲۔ آفتاب ہدایت ص ۲۰-۲۱

مولانا دبیر ۸ شعبان ۱۳۶۵ھ / ۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو حافظ آباد میں مکان کی چھت  
گرنے سے جان بحق ہوئے۔ میت بھیس لائی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ مرحوم کے  
فرزند قاضی مظہر حسین صاحب دینی و علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔  
مولانا دبیر سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:

۱۔ آفتاب ہدایت (دورِ فرض و بدعت)

۲۔ تازیانہِ عبرت (قادیانی حضرات کی طرف سے دائر کردہ مقدمات کی روداد)

۳۔ مناظراتِ ثلاثہ

۴۔ صداقتِ مذہبِ نعمانی

۵۔ السیف المسلول لاعداءِ خلقاء الرسول

مولانا مرحوم فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے اور دبیر تخلص کرتے تھے۔ پیر

مہر علی شاہ گولڑوی کی رحلت پر حسب ذیل مرثیہ کہا:

آسماںِ راستی بود گرنوںِ ببارد بر زمین  
بروفاتِ پیرا شاہنشہ و سنیادین  
شد غروب آن مہرِ عالمات شد گیتی سیاہ  
بر فلکِ گریاں ملائک جن و انس بر زمین  
رخت بستہ زیں سراپوںِ رفت در دارالسلام  
گفت رضوانِ خیر مقدم فاو نطوہا خا لدین  
حور و علماں صف کشیدہ منتظر بہر جمال  
طالب دیدار ارواح عباد الصالحین



جسم شد محبوب از مالیک روح پاک او  
 ہر زمان نگرانِ حالِ طالبانِ صادقین  
 باشد از بہرِ مریداں حضرتِ اقدسِ دہیر  
 روزِ عشرِ مثلِ جَدِّ خود شفیعِ المذنبین



۱۔ مولانا دہیر نے اس مرثیہ کے علاوہ ”تاریخِ سعادت“ میں بھی پیر صاحب مرحوم سے محبت و عقیدت  
 کا اظہار کیا ہے تاہم پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے سوانح نگار کے بیان کے مطابق وہ پیر صاحب کے  
 مرید نہیں تھے۔ دیکھئے، مہر منیر ص ۲۵۵

# محمد کلیم اللہ چھپیانوی

محمد کلیم اللہ چھپیانوی بن غلام قادر بن حافظ محمد حیات بن بیچون کی ولادت تیرہویں صدی ہجری کے ربیع اول میں بمقام گا کھڑہ ضلع گجرات ہوئی ان کا نسبی تعلق وڑاچ برادری سے تھا اور علم و فکر کی روایت ان کے خاندان میں ایک صدی سے چلی آرہی تھی ان کے دادا حافظ محمد حیات صاحب ایک مدرس تھے اور کافیہ ابن حاجب پر ان کا حاشیہ یادگار ہے ان کے علمی تبحر کا اندازہ اس حاشیہ سے ہوتا ہے۔

محمد کلیم اللہ کے والد مولوی غلام قادر (م ۱۲۹۳ھ) اپنے وقت کے جید عالم اور کامل طبیب تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں باریابی کا اعزاز رکھتے تھے۔

محمد کلیم اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اس کے بعد مولوی محمد اسماعیل ساکن ننواہی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں مولوی بدرالدین ساکن گوکیلی، مولوی شاہنواز خان ساکن بھڑوکی، حافظ نور الدین چکوڑوی (م ۱۳۰۲ھ) اور مولوی سید احمد شاہ دیوالوی (م ۱۳۰۲ھ) کے نام بھی ملتے ہیں۔ تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو ۱۸۵۲ء/۶۹-۱۲۶۸ھ میں گا کھڑہ سے ترک سکونت کر کے چھپیانہ ضلع گجرات میں اقامت پذیر ہو گئے۔ یہاں درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

۱۰ نسخہ خطی در کتب خانہ احمد حسین احمد قریشی گجرات

۱۱۰۰ متذکرہ علما نے احناف (خطی) بحوالہ اورینٹل کالج میگزین بابت ستمبر۔ دسمبر ۱۹۷۷ء

موصوف کو معقولات بالخصوص منطق سے گہری دلچسپی تھی۔ قریشی احمد حسین احمد

قلعداری کی روایت ہے :

”کہا جاتا ہے۔ علمائے ہند بالخصوص علمائے فرنگی محل نے بطور ظن  
کہا کہ اہل پنجاب معقولات کا درک نہیں رکھتے۔ مولوی کلیم اللہ صاحب نے  
فرنگی محل، وہلی اور گردونواح کا سفر اختیار کیا۔ وہاں کے علماء سے مناظر  
کئے اور اپنا لوہا منوایا۔ میرے والد بزرگوار علامہ مولوی محمد عبدالکریم فرمایا  
کرتے تھے کہ مولوی صاحب مرتے دم تک اس بات پر فخر کیا کرتے  
تھے کہ میں نے پنجاب کی آبرورکھ لی“۔

مولوی محمد کلیم اللہ خدماتِ دینیہ انجام دیتے ہوئے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء میں فوت  
ہوئے اور چھپانہ ضلع گجرات میں دفنائے گئے۔

مرحوم سے کئی کتابیں یادگار ہیں جن کے خطی نسخے احمد حسین احمد قریشی قلعداری  
کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے ”تذکرہ علمائے احناف“ بوجہ اہمیت  
کا مستحق ہے۔

یہ تذکرہ تیرہویں صدی کے آخری عشرہ میں لکھا گیا ہے۔ ”تذکرہ“ میں مؤخر ترین سن  
وفات ۱۲۹۳ھ ملتا ہے جس سے واضح ہے کہ یہ تذکرہ ۱۲۹۳ھ یا اس کے کچھ بعد مکمل  
ہو گیا تھا۔ مولوی فقیر محمد جہلمی کا متداول تذکرہ ”مدائق الحنفیہ“ ۱۲۹۷ھ میں پارہ تکمیل کو پہنچا  
اس اعتبار سے تذکرہ علمائے احناف ”کو تقدیم زمانی حاصل ہے۔“



## گل محمد احمد پوری

خواجہ گل محمد بن حکیم اللہ رکھا بن مولوی محمد بخش ۱۱۶۹ھ/۵۶-۵۵-۱۷۷۵ء میں اوچ میں پیدا ہوئے۔ اُن کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ معروف (م ۲۰۰ھ) سے جا ملتا ہے۔ اُن کے اجداد میں سے شیخ ظہیر الدین عہد شاہجہان میں ملتان آئے تھے اور شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔

مولوی محمد بخش اوچی خواجہ فخر الدین دہلوی سے نسبت بیعت رکھتے تھے۔ خواجہ گل محمد کے والد حکیم اللہ رکھا بلند پایہ عالم اور حاذق طبیب تھے۔ نواب صادق محمد خان ثالث نے جو اُن کے قدردان تھے اور مداح، اُنہیں اوچ سے بلا کر احمد پور شرقیہ میں قیام کی پیش کش کی۔ اس طرح خواجہ گل محمد کا خاندان اوچ سے احمد پور شرقیہ منتقل ہو گیا۔

خواجہ گل محمد نے طب کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ دینی تعلیم صاحب "تحفہ غوثیہ" مولانا غوث بخش اور دوسرے علماء سے پائی۔ قاضی محمد عاقل کے مدرسہ کورٹ مسٹن میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ایک روایت کے مطابق حافظ محمد جمال ملتان کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔

خواجہ گل محمد، قاضی محمد عاقل کے مرید باصفا اور خلیفہ تھے۔ احمد پور شرقیہ میں ایک خانقاہ اور دینی درس گاہ کے بانی تھے۔ تلیقین وارشاد کے ساتھ فن طب کے ذریعے بھی عوام کی خدمت کرتے تھے۔

۱۲۲۳ھ/۲۸-۱۸۲۷ء میں احمد پور شرقیہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے گئے۔ اُن کے دو صاحبزادے خواجہ محمود بخش اور خواجہ محمد بخش تھے۔ اول الذکر سجادہ نشین ہوئے۔

خواجہ گل محمد کے علمی اہتمام میں سید محمد المعروف میر خور و بن سید کمال الدین کی تالیف  
 "سیر الاولیاء" کا تکمیل ہے جس میں دیگر سلاسل کے مشائخ عظام کے علاوہ سلسلہ نظامیہ فخریہ  
 کے بزرگان کرام، خصوصاً اپنے مرشد گرامی قاضی محمد عاقل کے خاندان سے کے حالات  
 اور ان کے موقوفات بیان کیے ہیں۔

خواجہ گل محمد احمد پوری کے ایک خلیفہ میاں محمد شریف تھے جو قصبہ خان بیسلہ

(بہاول پور) میں مدفون ہیں۔



# لال حسین اختر

مولانا لال حسین اختر ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں دھرم کوٹ زندھاوا کے رہنے والے تھے۔ تحریکِ خلافت کے زمانے میں اورٹنٹیل کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔ تحریکِ عدمِ تعاون کا آغاز ہوا تو اورٹنٹیل کالج کو خیر باد کہہ دیا اور اپنے وطن جا کر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔ خلافت کمیٹی بٹالہ سے منسلک ہو کر سارے ضلع کا دورہ کیا اور پوری قوت سے خلافت کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ کی۔ آخر حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے۔ اور چند سرسری پیشیوں کے بعد ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ یہ قید انہوں نے گورداسپور جیل میں کاٹی۔ قید سے رہا ہوئے تو سوامی شرودھا نتد کی بھڑکائی ہوئی منافرت کی آگ نے ان کی توجہ جذب کر لی اور شُدھی کے مقابلے میں تبلیغِ اسلام کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

آریہ سماجیوں کے خلاف کام کرتے ہوئے انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام لاہور سے متعارف ہوئے اور انجمن کی کوششوں سے متاثر ہو کر اس سے وابستہ ہو گئے۔ خود لکھتے ہیں:

”مجھے لاہوری مرزائیوں کے چند مبلغ ملے۔ انہوں نے میرے سامنے اپنی جماعت کے تبلیغی کارناموں کو نہایت ہی مبالغہ سے بیان کیا اور مرزا صاحب آنجہانی کی خدماتِ اسلامی کے بڑھ چڑھ کر افسانے سنائے اور کہا کہ ہماری جماعت کے وہی عقائد ہیں جو اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ مرزا صاحب مدعی نبوت نہیں تھے۔ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا ہے۔ انہوں نے مرزا صاحب کے متعلق جھوٹ بولا

ہے اور بہتان طرازی و افترا پر دازی سے کام لیا ہے..... چونکہ مرزا ٹی  
مذہب کے متعلق میرا مطالعہ صفر کے برابر تھا اس لئے میں تبلیغ اسلام کے نام  
پر ان کے دام تزویر میں پھنس گیا اور مرزا صاحب کی مجذوبیت و مہدویت کا  
پھندا اپنے گلے میں ڈال دیا۔

انجمن احمدیہ سے منسلک ہو کر انجمن کے تبلیغی کالج میں داخل ہوئے۔ سنکرت پڑھی اور  
ویدوں کا مطالعہ کیا۔ کالج سے فارغ ہوئے تو تبلیغی کام کرنے لگے۔ انجمن کے حلقے میں  
انہیں کافی اہمیت حاصل ہو گئی۔ اخبار ”پیغام صلح“ کے مدیر اور احمدیہ السوسی ایشن کے  
سیکرٹری کے ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ آٹھ سال انجمن احمدیہ سے وابستہ رہنے کے بعد  
یکم جنوری ۱۹۳۲ء / ۱۳۵۰ھ کو انجمن کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا جو ۲۶ جنوری کو  
منظور ہو گیا۔ انجمن احمدیہ سے ترک تعلق کے بعد انہوں نے ”ترک مرزائیت“ کے نام  
سے ایک رسالہ لکھا جس میں قادیانیت پر سیر حاصل تنقید ہے۔

ترک قادیانیت کے بعد اہل سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق تبلیغ شروع  
کی۔ اس مقصد کے لئے ایک ماہنامہ ”تائید الاسلام“ (لاہور) جاری کیا جو ان کی ادارت  
میں کچھ عرصہ چھپتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد ان کی تمام توجہ قادیانیت کی طرف رہی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت  
کے مبلغ اور مناظر تھے۔ مولانا لال حسین اختر نے تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں  
بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

لال حسین اختر دینی خدمات انجام دینے ہوئے ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ / ۱۱ جولائی

۱۹۷۳ء میں فوت ہوئے۔

## قاری لطف اللہ

قاری لطف اللہ بن مفتی فقیر اللہ جنوری ۱۹۲۱ء/۱۳۳۸ھ میں رائے پور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک معروف دینی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد ماجد مفتی فقیر اللہ مدرسہ رشیدیہ رائے پور میں صدر المدرّسین کے منصب پر فائز تھے۔ خاندان کے اکثر مرد ہی نہیں خواتین بھی قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ابتدائی درسی کتب اپنے والد ماجد اور مولانا عبدالعزیز رائے پوری سے پڑھیں۔ متوسطات مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں مولانا خیر محمد جالندھری کی نگرانی میں پڑھیں۔ یہاں سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور گئے اور ایک سال مولانا عبداللطیف، مولانا عبدالرحمان کاپوری اور مولانا السعد اللہ سے استفادہ کیا۔ یہاں سے دارالعلوم دیوبند گئے۔ دیوبند میں مولانا دوست محمد قریشی ان کے ہم سبق تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی دارالعلوم کی اندرونی کشمکش کے باعث اپنے ساتھیوں سمیت دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق کر کے ڈابھیل چلے گئے۔ قاری لطف اللہ صاحب بھی ڈابھیل گئے۔ مولانا عثمانی کے علاوہ مولانا بدر عالم میرٹھی اور مولانا محمد یوسف بنوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

فارغ التحصیل ہوئے تو ایک سال مدرسہ رائے پور میں ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔ بعد میں مدرسہ خیر المدارس جالندھر سے بطور مبلغ وابستہ ہو گئے۔ بستی غزاں جالندھر میں خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جالندھر سے ریاست کپور تھلہ کے تاریخی قصبہ سلطان پور لودھی منتقل ہو گئے اور انجمن تعلیم القرآن کے زیر اہتمام تبلیغ و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ انجمن تعلیم القرآن کا قائم کردہ مدرسہ ریاست کپور تھلہ میں مشالی درسگاہ تھی۔ انجمن کے کارکنوں میں محمد صدیق مستری مرحوم، پوہدری فتح محمد خان اور پوہدری فضل محمد وکیل کے نام بہت نمایاں تھے۔



سلطان پور لودھی سے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی (م ۱۳۷۶ھ) کے ایما پر لدھیانہ منتقل ہو گئے۔ مولانا لدھیانوی کے زیر اثر سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور مجلس احرار اسلام کے ساتھ تعاون کرنے لگے۔ لدھیانہ کے بعد فیروز پور چھاؤنی اور منڈی بزمان ضلع بہاول پور میں بھی فرائضِ خطابت انجام دیئے۔

پاکستان قائم ہوا تو چھک ۱۹۵۵ء میں قیام تھا۔ یہاں سے اپنے والد محترم کے ہمراہ مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی (بہاول نگر) منتقل ہو گئے۔ جب ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء میں مدرسہ رشیدیہ رائے پور کی تجدید ساہیوال میں ہوئی تو اس کی ترقی میں قاری لطف اللہ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس زمانے میں خود عارف والا میں مقیم تھے۔ یہاں سے کالیہ منتقل ہوئے اور مدرسہ نعمانیہ کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ کی ترقی کے لیے کوشاں تھے مگر عمر نے وفات کی۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء / ۲۷ صفر ۱۳۷۶ھ کو پورے والا سے وہاڑی جاتے ہوئے لاری کے حادثے میں جل کر شہید ہوئے۔ میت ساہیوال لائی گئی اور وہیں ابدی نیند سوس رہے ہیں۔ مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم نے قطعہ تاریخ وفات کہا جس

ہوئے ہیں فوت اس دنیائے فانی سے وہ لطف اللہ

کہ در فرض و بدعت میں تھی تقریر انتخاب ان کی

جو سوچا نامی حادثے، ہاتھ سے ندا آئی

شہید سوختہ تاریخ کہو بے حجاب ان کی

۱۳۹۰ ————— ۱۲ ————— = ۱۳۷۶ھ

قاری لطف اللہ مرحوم تنظیم اہل سنت پاکستان کے راہنماؤں میں سے تھے۔ ان کی رحلت سے تنظیم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ مرحوم منڈی بے باک اور حق گو مقرر تھے۔

اُن کی تقاریر اکثر حکومتِ وقت کو ناگوار گذرتیں اور انہیں نظر بند یا زبان  
 بند کر دیا جاتا تھا۔ ایک مقدمہ کے سلسلے ہی میں وہاڑی جا رہے تھے کہ  
 پیغامِ اجل آگیا۔



## سید لعل شاہ ہمدانی

حضرت سید لعل شاہ ہمدانی کے اجداد میں سے سید بلاول شاہ ہجرت کر کے موضع ”دندہ“ (ضلع اٹک) آئے تھے۔ اُن ہی کے نام پر یہ گاؤں ”دندہ شاہ بلاول“ مشہور ہوا۔ سید لعل شاہ یہیں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد دین انگوی (خلیفہ حاجی دوست محمد قندھاری) سے دس سال کے عرصے میں علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ فارع التحصیل ہوئے تو استاد گرامی کی نگرانی میں تدریس شروع کی۔ حاجی دوست محمد قندھاری کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا اور اُن سے کتاب فیض کیا۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد خواجہ محمد عثمان سے تجدید بیعت کی اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۱۳ھ / ۲۳ جنوری ۱۸۹۶ء کو دندہ شاہ بلاول میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔

صاحب ”فوائد عثمانی“ نے اُن کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ”عالم فاضل، صالح، متقی، دائم الذکر والفکر، صاحب استغراق و صاحب حلم و خلق و صاحب سخاوت و صاحب توکل“

\*\*\*\*\*

# حکیم سید مبارک علی ہمدانی

حکیم سید مبارک علی بن سید عبدالحق کوٹ مرادخان (قصور) کے ہمدانی سادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ / ۲۳ مارچ ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سید عبدالحق محدث اور سید امانت علی سے حاصل کی۔ حاجی علی لڑکانہ (خلیفہ مجاز میاں شیر محمد شرقپوری)، مولانا روشن دین (سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری دہلی) اور مولانا محمد دین خوشبانی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اور سنٹل کالج لاہور سے مولوی قاضی ہشتی قاضی اور ادیب فاضل کی اسناد حاصل کیں۔ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے او۔ پی کی پیشہ وراۃ تربیت حاصل کی۔

فوق طب سے لگاؤ تھا اور طبیہ کالج لاہور کے فارغ التحصیل تھے۔ کافی عرصہ گورنمنٹ ہائی سکول اور اسلامیہ ہائی سکول قصور میں السنہ شریفیہ کے استاد رہے۔ بعد میں ملازمت سے مستعفی ہو کر مطب کھولا۔ قصور کے بااثر افراد میں سے تھے۔ بیس سال میونسپل کمیٹی قصور کے رکن رہے۔ ہر جمعہ وعظاوارشاد کافرینہ انجام دیتے تھے۔ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ حق میں مصروف رہتے تھے۔ فتنہ قادیانیت کی تردید میں جوی اور سراپا عمل تھے۔

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ / ۱۰ جنوری ۱۹۵۳ء کو فوت ہوئے۔ ان کے صاحبزادے سید محمد طیب شاہ ہمدانی قصوری خاندانی روایات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔  
حکیم صاحب سے حسب ذیل تالیفات یادگار ہیں:

- ۱- سید البشر
- ۲- ذکر خیر (سوانح حیات سید عبدالحق محدث قسوری)
- ۳- مرزائے قادیانی
- ۴- تفسیر نوادر (غیر مطبوعہ)
- ۵- حاشیہ نام حق ( )
- ۶- ترجمہ اردو منیۃ العیوب ( )
- ۷- خطبات (۱۹۲۵ تا ۱۹۵۳ء) ( )
- ۸- رسالہ وراثت (منظوم) ( )



# محب النبی

مولانا محب النبی بن مولانا احمد الدین بن امیر حمزہ ۱۳۱۴ھ/۹۷-۱۸۹۶ء میں ضلع  
 اٹک کے گاؤں بھوٹی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی مکتبہ تعلیم والد ماجد مولانا احمد الدین سے  
 حاصل کی جو علاقے کے معروف عالم تھے۔ صرف و نحو کی بعض کتابیں مولانا نواب علی  
 ہزاروی سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی گئے۔ مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری میں زیر تعلیم  
 رہے۔ آخر میں مدرسہ معینیہ اجیر میں مولانا مشتاق احمد کاپوری سے استفادہ کے لئے  
 حاضر ہوئے۔ ان سے تصریح، شرح چغمنی اور صدرا کے اسباق پڑھے۔

انہوں نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان سے شیخ اکبر ابن عربی  
 (م ۶۳۸ھ) کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کا درس لیا۔

مولانا محب النبی فارغ التحصیل ہوئے تو درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ پنجاب کی  
 جن معروف درس گاہوں میں مدرس رہے۔ ان میں دارالعلوم نوشیہ گولڑہ شریف، جامعہ نظامیہ  
 وزیر آباد، جامعہ محمدی جھنگ اور جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی شامل ہیں۔

۲۱ ربیع الاولیٰ ۱۳۹۶ھ/۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء کو فوت ہوئے، موضع بھوٹی میں  
 دفنائے گئے۔



## محبوب عالم

مولانا محبوب عالم بن مولوی الودین موضع فیروز والا ضلع گوجرانوالہ کے ایک غریب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ وہ ۱۸۶۳ء/۸-۱۲۷۹ھ میں اپنے ننھیال موضع بھرو کی نزدیکی آباد (ضلع گوجرانوالہ) میں پیدا ہوئے۔

محبوب عالم کے چچا مولوی احمد الدین بروج اٹاری نزد لاهور میں مدرس تھے۔ انہوں نے اپنے چچا کی نگرانی میں بروج اٹاری سے پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ مڈل کا امتحان قصور میں پاس کیا۔ جہاں ان کے دوسرے چچا ماسٹر محمد الدین مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اسی زمانے میں مولوی محبوب عالم کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کا سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔ بعد میں انہوں نے پرائیویٹ طور پر پنجاب یونیورسٹی سے "منشی" اور "منشی عالم" کے امتحانات پاس کئے۔ "منشی" کے امتحان میں پورے صوبے میں اول آئے اور انعام و اکرام سے نوازے گئے۔

ماسٹر محمد الدین ایک ماہوار رسالہ "کلید امتحان مڈل وانٹرنس" نکالتے تھے۔ انہوں نے اپنی دوسری مصروفیات کے پیش نظر اسے مولوی محبوب عالم اور ان کے بھائی منشی عبدالعزیز کے حوالے کر دیا۔ مولوی صاحب نے رسالہ کا انتظام و انصرام سنبھالا اور لاهور میں مطبع خادم التعلیم قائم کیا۔ لاهور میں دو سال رہ کر گوجرانوالہ آ گئے۔ یہاں بھی کاروبار نہ چل سکا تو اپنے گاؤں "فیروز والا" میں منتقل ہو گئے۔

مولوی محبوب عالم نے "کلید امتحان مڈل وانٹرنس" کی ادارت اور انتظام سے اخبار نویسی کی دنیا میں قدم رکھا اور اس کے بعد مختلف رسائل اور اخبارات جاری کئے۔ ۱۸۸۸ء/۶-۷-۱۳۰۵ھ میں فیروز والا سے اخبار "ہمت" جاری کیا۔ جس کی پیشانی "ہمت مردان مدد خدا"

ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ہفت روزہ "سکول ماسٹر" شروع کیا۔ لیکن تجربے سے معلوم ہوا کہ عوام کو ایک سستے اخبار کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے "ہمت" کو "پیسہ اخبار" میں تبدیل کر دیا اور ایک مہینے کے اندر اندر کاروبار فیروز والا سے گوجرانوالہ منتقل کر لیا۔ "پیسہ اخبار" اپنی ارزاں قیمت اور دلچسپ مضامین کی بدولت بہت جلد ایک اہم اور مقبول اخبار بن گیا۔

مولوی محبوب عالم نے گوجرانوالہ سے ہی زراعت کی ترقی اور زمینداروں کی راہنمائی کے لئے ایک رسالہ "زمیندار و باغبان و عطار" جاری کیا جو پنجاب میں اپنی قسم کا اولین رسالہ تھا۔

۱۸۸۹ء/۶-۷-۱۳۰۶ھ میں مولوی محبوب عالم نے "پیسہ اخبار" کو لاہور منتقل کیا۔ گوجرانوالہ کے زمانہ اشاعت میں "پیسہ اخبار" کانگریس کا ہمتوا تھا۔ لاہور میں بھی کچھ عرصہ کانگریس کی حمایت کرتا رہا۔ بعد میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے کوشاں رہا۔ ۲۲ مئی ۱۸۹۹ء/۶-۲۱/۲۱ رذی الحجہ ۱۳۱۶ھ ہفت روزہ "پیسہ اخبار" بند ہوا۔ دوبارہ ۱۹۰۲ء/۶-۱۳۲۲ھ میں جاری ہوا۔

مولوی صاحب نے اردو اخبار کے ساتھ انگریزی اخبار ہفت روزہ "مولوی صاحب نے اردو اخبار کے ساتھ انگریزی اخبار ہفت روزہ" ۱۸۹۵ء/۶-۱۳۱۳ھ میں جاری کیا جو دو سال بہار دکھا کر مر بھا گیا۔

مولوی صاحب نے مئی تا دسمبر ۱۹۰۰ء/۶-۱۳۱۸ھ میں یورپ کا سفر کیا اور یورپی ممالک کی زندگی کا مشاہدہ کیا۔ مولوی صاحب ایک کامیاب صحافی تھے۔ انہوں نے متذکرۃ الصدق رسائل اور اخباروں کے علاوہ مندرجہ ذیل رسائل بھی جاری کئے۔

۱۔ انتخاب لاجواب (اجرا: ۱۸۹۵ء)

۲۔ بچوں کا اخبار (اجرا: ۱۹۰۲ء)

۳۔ شریفی بیباں (اجرا: ۱۹۱۰ء)

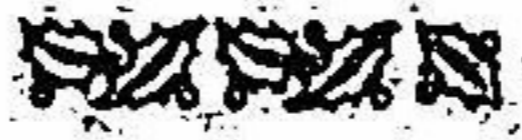


مولوی صاحب کئی زبانیں جانتے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی کے علاوہ فرانسیسی،  
ترکی اور روسی سے واقف تھے۔ مطالعہ کا یہ پناہ شوق تھا۔ ایک عمدہ کتب خانہ فراہم کیا تھا۔  
جس میں بیس ہزار سے زائد کتابیں تھیں۔ موصوف ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء / ۲۱ / محرم ۱۳۵۱ھ کو فوت  
ہوئے۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا:

سحر گاہاں بہ گورستانِ رنم!  
دراں گورے پُراز انوارِ دیدم  
زہاتفِ سالِ تاریخِ شنیدم  
معلیٰ تربیتِ محبوبِ عالم

۱۳۵۱ھ

مولوی محبوب عالم کامیاب مترجم اور اہل قلم تھے۔ ان کی قلمی یادگاروں میں "سفر نامہ یورپ"  
معروف ہے۔ انہوں نے ابتدائے عمر میں شعر و شاعری بھی کی تھی اور مسافر تخلص کرتے  
تھے۔ بعد میں صحافت کی مصروفیات میں یہ ذوق دب کر رہ گیا۔



# محبوب عالم گجراتی

مولانا محبوب عالم موضع سیدا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ انہوں نے علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے وسط ہند کا سفر کیا اور فارغ التحصیل ہو کر مدرسہ اسلامیہ کرنال میں مدرس ہو گئے۔

خواجہ توکل شاہ انبالوی (م ۱۳۱۵ھ) سے بیعت ہوئے اور تین ماہ بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر انبالہ آ گئے۔ ان کے انبالہ آجانے سے مدرسہ توکلویہ جاری ہوا۔ گیارہ برس انبالہ میں مقیم رہے اور خواجہ توکل شاہ (م ۱۳۱۵ھ) سے خلافت حاصل کی۔ انبالہ سے اپنے آبائی وطن آ گئے اور اپنے علم و عمل سے گجرات کے نواح میں دین کی اشاعت کی۔ ۲۱ رمضان ۱۳۳۵ھ / ۱۱ جولائی ۱۹۱۷ء کو وفات پائی۔ سیدا تحصیل پھالیہ میں دفنانے گئے۔ مولوی سلام اللہ شائق نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے

چوں جناب مولوی محبوب عالم زندہ دل!  
شدروانہ بجانب فردوسِ روحش شاد باد  
عالم و فاضل، فقیہ بے بدل، مدنی منش  
عابد و زاہد، شریف و پارسا، نیکو نہاد!  
بر مزارش ابر رحمت روز و شب باشد نزول  
می کتم ہر دم دعا از حضرت رب العباد

۸۷۹

۱۷۹ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۵۹

۱۷۹ تذکرہ اولیائے گجرات ص ۸۶ | حمد حسین قرشی (مسنورہ) کتاب بیات

از ہزارہ مولوی صاحب چراغ دین نوشت  
 جانبِ ثائق کہ گوید سال آن عالی نژاد  
 از سر اندیشہ از افسوس گفتہ سال او  
 مولوی محبوب عالم در بہشت عدن باد

$$۱۳۳۵ھ = ۲ + ۱۳۳۳ھ$$

مولانا محبوب عالم مرحوم سے خواجہ توکل شاہ اقبالوی (م ۱۳۱۵ھ) کی سوانح حیات  
 ”ذکر خیر“ یادگار ہے۔



# محبوب علی شاہ اٹکی!

مولانا سید محبوب علی شاہ موصوع سگر ضلع اٹک کے باشندے تھے۔ انہوں نے مولانا محمد باقر سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد سلطان المدارس لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ وہاں مولانا محمد رضا سے بطور خاص اثر قبول کیا اور ہمیشہ ان کا ذکر عزت و احترام سے کرتے رہے۔ مولانا سید محبوب علی شاہ نے عمر عزیز کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ اٹک (کمیلپور) پدھراڑ اور خوشاب کے مدارس میں تشنگانِ علوم کی پیاس بجھائی۔ خوشاب میں ان کی یاد میں "مدرسہ جعفریہ" قائم ہوا۔ مولانا موصوف علم نحو و معانی میں لسانی تھے۔ حلقہ طلبہ میں پیوریہ وقت "مشہور تھے۔

مولانا موصوف وسیع النظر، خوش ذوق اور خوش تقریر تھے۔ عربی نظم و نثر پر کمال قدرت رکھتے تھے۔ درس نظامی کے علاوہ جامعہ ازہر نصاب سے بخوبی آگاہ تھے۔ عام طور پر طلبہ کو جامعہ ازہر نصاب ہی پڑھاتے تھے۔ کتابوں کے بے حد شائق تھے۔ تفسیر و حدیث اور نحو پر بہت اچھا ذخیرہ جمع کیا تھا۔

مولانا موصوف اپنے علم و فضل کے ساتھ ساتھ شہسواری اور نشانہ بازی میں کتنا تھے۔ انہوں نے اپنے معاصر اہل سنت علماء سے کئی مناظرے کئے۔ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء میں خوشاب میں فوت ہوئے اور اپنے گھر کے صحن میں دفنائے گئے۔

مولانا مرحوم کی تالیفات میں "ہارونِ محمدی" اور "بخاری کا صحیح فیصلہ" چھپ کر تقسیم ہو چکی ہیں۔



## محمد انوری

مولانا محمد بن فتح الدین رائے کو رطب صنلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد مولوی فتح الدین، مولانا رشید احمد گنگوہی کے خادم تھے۔  
دارالعلوم دیوبند میں مولانا انور شاہ کاشمیری سے بطور خاص استفادہ کیا۔ ان کے علم و فنکار سے اس قدر متاثر تھے کہ "انوری" اپنے نام کا جزو بنا لیا۔

فارغ التحصیل ہو کر سکول میں مدرس ہو گئے۔ ۱۹۲۲ء/۱۳۶۳ھ میں مولانا عبدالقادر رائے پوری سے سلسلہ بیعت میں منسلک ہوئے، ان کے ارشاد پر ملازمت سے الگ ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد ہجرت کر آئے اور محلہ سنت پورہ میں سکونت اختیار کی۔ اسی محلہ میں بریلوی مسلک کے بزرگ مولانا سردار احمد ہائٹس رکھتے تھے۔ دونوں حضرات میں اختلاف مسلک کے باوجود کبھی الجھاؤ پیدا نہیں ہوا۔ ان کا عمل مولانا انور شاہ کاشمیری کی وصیت پر تھا۔ ان ہی کے الفاظ میں "حضرت شاہ صاحب دیوبند سے رخصت کرتے وقت وصایا کرتے تھے کہ کسی سے الجھومت، مسائل متفق علیہا بیان کرنا اور اصولی باتیں عمدہ پیرائے میں بیان کرنا۔ ان شاء اللہ خلق اللہ مانوس ہوگی۔ پھر جب لوگوں کو مانوس کر لو گے پھر جو کہو مانیں گے"۔

مولانا محمد انوری متقی، نیک نفس، سادہ دل اور شریف الطبع بزرگ تھے۔ اظہار حق میں بیباک تھے۔ اسلام کے مقابل قتلوں کی سرکوبی اور بیخ کنی میں سرگرم تھے۔ قادیانیت کی تردید کا جذبہ مولانا انور شاہ کاشمیری سے ملا تھا۔ شہرہ آفاق مقدمہ بہاول پور میں مولانا کاشمیری کے

۱۱ ماہنامہ "بینات"، (دکراچی) اکتوبر ۱۹۶۳ء ص ۱۱

۱۲ ایضاً ص ۳۱

دستِ راست اور وکیل کی حیثیت سے کام کیا تھا اور پوری تفصیل کے ساتھ اس مقدمہ کی روداد مرتب کی تھی جو تقسیم ہند کے حادثے میں ضائع ہو گئی۔  
مولانا عبدالقادر رائے پوری سے تعلقات حاصل کی تھی۔

۲۲ جنوری ۱۹۷۰ء / ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ کو فیصل آباد میں وفات پائی اور وہیں

مدفن ہوئے۔

ان سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں۔

۱۔ انوارِ انوری

۲۔ مکتوباتِ بزرگان

۳۔ الاحادیث المتبرکہ دار بعین شاہ ولی اللہ کی تشریح مع چہل احادیث

یہ سوں دینی و اصلاحی مضامین ان پر مستزاد ہیں۔



۱۔ سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ص ۱۹۶ (حاشیہ)

## محمد ابراہیم میسر سیا لکوٹی

مولانا محمد ابراہیم میسر بن عمر دین سیا لکوٹی کے رہنے والے تھے۔ اپریل ۱۸۷۲ء /  
 ۱۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولانا حافظ عبدالمتان وزیر آبادی، مولانا ابو عبداللہ عبداللہ  
 غلام حسن اور بعض دوسرے علماء سے علوم مروریہ کی تحصیل کی۔ مولانا غلام حسن نے حسب ذیل  
 سند عنایت فرمائی تھی:

باسمہ سبحانہ حامداً ومصلياً ومسلماً

انا بعد علامہ فہیم مولوی حافظ محمد ابراہیم بارک اللہ فی عمرہ آمین۔ از اعزہ  
 اصحاب وانحص احباب وارشد ارباب ارادت کاتب الحروف است و  
 در علوم عقلیہ و نقلیہ مہارت کمایغنی بہم رسانیدہ و در اکثرے ازال بل ہمہ  
 آل نسبت تلمذ بایں شیخ میرز درست دانشتہ۔ و در زمان قصیر  
 استفادہ فتون کثیر نمودہ مع ذالک کمال ذہین است و بمطالعہ و فہم سلیم  
 مناسبت متین پیدا کردہ طبع نکتہ رس دار در و دل بے ہوس و بایں ہمہ  
 باریاضات و مجاہدات و خلوص تبت و حسن طوہیت موصوف است و  
 از سعادت و رشد و الہییت و شرم و حیا نصیبہ وافی و بہرہ کافی نصیب او است  
 ہذا ما علم واللہ حبیبہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام  
 علی رسولہ الکریم الامین و علی آلہ الطیبین الطاہرین۔ آمین

حررہ افقر العباد الی اللہ

ابو عبداللہ عبید اللہ عفا اللہ عنہما جنی  
 واستعملہ فیما بحب و یرضی آمین

اس کے علاوہ مولانا موصوف کو سید نذیر حسین محدث دہلوی نے بھی سند حدیث دی تھی۔

مولانا ابراہیم میر صاحب قانع البال اور معاشی مسائل سے آزاد عالم دین تھے انہیں وراثت میں کافی زمین اور دوسری جائیداد ملی تھی۔ اس جائیداد کی آمدنی سے خوشحالی کی زندگی گزارتے تھے۔ انہوں نے نادر و نایاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ بہم پہنچایا تھا۔

مولانا میر پنجاب کے اہل حدیث علماء کے سرخیل تھے۔ مولانا شہداء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) کے رفقاء میں سے تھے اور ان ہی کی طرح مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (قائم شدہ دسمبر ۱۹۰۶ء/۱۳۲۴ھ) کے بائیسوں میں سے تھے۔ سیاسی طور پر

جمعیت علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ مگر متحدہ قومیت کے مسئلے پر جمعیت علمائے ہند سے الگ ہو گئے۔ جب مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) نے جمعیت علمائے اسلام کی داغ بیل ڈالی تو مولانا میر نے پیرانہ سالی کے باوجود اس کے لئے کام کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ سے دلچسپی رکھتے تھے اور ۱۹۱۸ء کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ وقت کے

ساتھ ساتھ مسلم لیگ سے ان کا تعلق خاطر پختہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ پاکستان وجود میں آیا۔

مولانا موصوف نے تعلیمی اور دینی انجمنوں کے پلیٹ فارم سے بھی بھرپور کام کیا

مدوۃ العلماء لکھنؤ کے تالیسی اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

کی تنظیم و ترقی کے لئے کوشاں رہے۔ سیالکوٹ میں انجمن تائید اسلام کی بنیاد رکھی۔ جس

کے تحت ایک ادارہ "مدیریتہ العلوم" قائم کیا۔ ۳ دسمبر ۱۹۱۹ء/۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو سیالکوٹ

کے چند اہل درد نے "انجمن اسلامیہ سیالکوٹ" کے نام سے ایک دفاہی سماجی انجمن بنائی۔

مولانا موصوف اس کے اولین اجلاس میں شامل ہوئے اور انجمن کے شعبہ تبلیغ اسلام کے نگران رہے۔

مولانا محمد ابراہیم میر نے ساٹھ سال کی عمر میں یکم جولائی ۱۹۵۶ء/۲۶ جمادی الاخریٰ

۱۳۷۵ھ کو وفات پائی اور سیالکوٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔ ان سے کئی علمی و دینی کتابیں



یادگار ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- ۱۔ تاریخ اہل حدیث
  - ۲۔ شہادت القرآن
  - ۳۔ سیرت المصطفیٰ (جلد اول و دوم)
  - ۴۔ تفسیر الدر المنظم
- ان کی ادارت میں ماہنامہ "الہادی" (سیالکوٹ) ایک عرصہ تک طبع ہوتا رہا۔



## محمد ابراہیم جگرانوی

مولانا محمد ابراہیم بن پیر محمد کا آبائی گاؤں سلیم پور سدھواں ضلع لدھیانہ تھا۔ وہ موضع  
بلندا تحصیل نکور در ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درسیات موضع بلندا میں پڑھیں  
مولانا محمد سائیکوٹ باؤں ز ضلع جالندھر سے درس نظامی کی متوسط کتابیں پڑھ کر دارالعلوم  
دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۸ ربیع الاخریٰ ۱۳۲۸ھ کو سند فیضیت حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہو کر چند ماہ دارالعلوم دیوبند میں فرائض تدریس انجام دیئے۔ وہاں سے  
بھاگل پور منتقل ہوئے اور دو سال وہاں درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ بھاگل پور سے  
دھرم کوٹ ضلع فیروز پور گئے اور چودہ سال قیام کے بعد جگرانوں ضلع لدھیانہ چلے گئے۔  
قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے میاں چتوں ضلع ملتان آگئے اور آخر دم تک  
یہیں مقیم رہے۔ میاں چتوں میں انہوں نے اپنے معمول کے مطابق دینی مدرسہ قائم کیا۔  
اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۹ ستمبر ۱۹۶۷ء / ۷ رجب ۱۳۹۰ھ کو احتلاجِ قذافی  
سے وفات پائی اور اپنے قائم کردہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میاں چتوں کے احاطہ میں دفنانے  
گئے۔

مولانا محمد ابراہیم صوفی منش عالم تھے۔ انہوں نے زمانہ طالب علمی میں مولانا رشید احمد  
گنگوہی (د ۱۳۲۳ھ) کے ہاتھ پر بیعت سلوک کی۔ ان کی رحلت پر مولانا حافظ محمد صالح  
جالندھری (د خلیفہ حضرت گنگوہی) سے تجدید بیعت کی۔ دنیائے ان کے اٹھ جانے  
پر مولانا محمد اشرف علی تھانوی سے استفادہ شروع کیا۔ آخر میں مولانا عبد القادر راہ پوری (د  
۱۳۸۲ھ) سے بیعت ہوئے اور ان کے مجازین میں شمار آئے۔ اجازت بیعت کا واقعہ  
مولانا محمد ابراہیم کے خلیفہ الرشید مولانا رشید احمد نے ان الفاظ میں لکھا ہے:

۱۔ ایک شخص نے حضرت رائے پوری کو بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت  
 رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب  
 جگرانوی سے بیعت ہو جاؤ۔ اس پر آپ نے عرض کیا کہ مجھے تو بیعت لینے  
 کی اجازت نہیں۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اجازت  
 دیتے ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم مرحوم نے کم و بیش ساٹھ سال تدریس کی اور سینکڑوں طالبانِ علم سے  
 ان سے استفادہ کیا۔ چند اہم نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی خلیفہ مولانا عبدالقادر رائے پوری
- ۲۔ مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری
- ۳۔ مولانا عبدالحکیم لدھیانوی
- ۴۔ مولانا عبدالعزیز (زرعی فارم۔ ساہیوال)



# حافظ محمد ابوالحسن سیالکوٹی

حافظ محمد ابوالحسن (معروف بہ حافظ محمد ثانی) بن شہسوار موضع پنجگرائیں (ضلع سیالکوٹی) میں پیدا ہوئے۔ کھوکھر اور ری کے چشم و چراغ تھے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد علوم مزوجہ کی تحصیل سیالکوٹ، لاہور اور امرتسر میں کی۔ میاں سید نذیر حسین دہلوی (م ۲۰ ۱۳۲۵ھ) سے اجازت حدیث حاصل کی۔

حافظ محمد ثانی فارغ التحصیل ہو کر آبائی گاؤں میں مقیم ہو گئے۔ وعظ و نصیحت کے ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری کیا۔ بلند پایہ اہل حدیث عالم تھے۔ ۸ محرم ۱۳۲۵ھ / ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء کو آبائی گاؤں میں وفات پائی۔ حافظ صاحب مرحوم کی حسب ذیل تصنیفات ملتی ہیں۔ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔

۱۔ فیض الباری ترجمہ و شرح صحیح البخاری

۲۔ تلخیص الصحاح

۳۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح

۴۔ اکمال ترجمہ اسماء الرجال مشکوٰۃ المصابیح

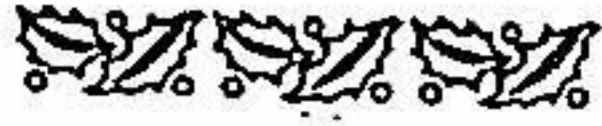
۵۔ فیض الستار ترجمہ کتاب الآثار امام محمد

۶۔ ترجمہ غنیۃ الطالبین

۷۔ خلاصۃ البراہین

۸۔ ترجمہ تفسیر الوصول (حصہ پنجم و ششم)

- ۹۔ الکلام المبين في اظهار تبليغات المتقليدين عن رديح المبين
- ۱۰۔ النظر المبين و حصه دوم
- ۱۱۔ ترديد الجاهلين والمثركين
- ۱۲۔ مناقب مرتضوى در شان حضرت على المرتضى كرم الله وجهه
- ۱۳۔ خطبات التوحيد
- ۱۴۔ فقه محمديه
- ۱۵۔ ارتفاع المرهون في جواب كشف المرهون
- ۱۶۔ بحلى آسمانى بر سر و جمال قادى يانى



## محمد احمد سوئی پتی !

سید محمد احمد بن سید علی جان بن سید محمد بن سید عمار علی ۱۹/۶/۱۹۰۱ء - ۱۸/۳/۱۹۳۱ء میں سوئی پت میں پیدا ہوئے۔ اس خاندان سے کے جد امجد سید نصر اللہ، عہدِ اتمش (۱۹۰۵ء - ۱۹۳۳ء) میں نیشاپور سے ترک سکونت کر کے یوسفیہ میں وارد ہوئے تھے۔ سید نصر اللہ کو سرکار دربار میں قبولیت حاصل تھی۔ سلطان اتمش کی صاحبزادی سلطانہ رضیہ کی امانت علی کا شرف انہیں حاصل تھا۔ اس خاندان سے کے کئی افراد نے علم و ادب کی دنیا میں نام حاصل کیا۔ مولانا سید عمار علی (د م ۱۳۰۲ھ) بلند پایہ شیعہ عالم تھے۔ اسی طرح سید محمد (محمد احمد سوئی پتی کے دادا) اصول فقہ و کلام میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ سید علی جان اگرچہ عالم تھے مگر دنیوی معاملات میں مصروف رہے اور سماجی کاموں میں لگے رہے۔

سید محمد احمد سوئی پتی پانچ سال کے تھے کہ یتیم ہو گئے۔ ان کی والدہ نے جائیداد کے انتظام کے ساتھ ساتھ فرزند کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا خیال رکھا۔ مولانا سید محمد احمد نے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور مدرسہ الواعظین لکھنؤ سے سندِ فرائض حاصل کی۔

مولانا موصوف نے یو۔ پی اور پنجاب میں تبلیغی دورے کئے۔ آریہ سماجی مبلغوں کی دریدہ دہنی نے آگرہ اور گردونواح میں آگ لگا رکھی تھی۔ ان علاقوں میں اسلام کی حقانیت پر بیسیوں تقاریر کیں اور سادہ لوح دیہاتیوں کو آریہ سماجی پنڈتوں کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں سے بچایا۔

مولانا محمد احمد فعال عالم و مبلغ تھے۔ عراق و ایران کا سفر بھی کیا تھا۔ انہوں نے وعظ و تبلیغ کے ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف بھی پوری توجہ دی۔ انہوں نے مدرسہ الواعظین کے شعبہ تصنیف و تالیف اور رسالہ "الواعظ" سے بھرپور تعاون کیا۔

تقسیم ہند کے بعد لاہور آگئے بعد میں ملتان منتقل ہو گئے اور وہیں ۲۲ اکتوبر  
۱۹۵۸ء / ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ کو رحلت فرمائی۔ مرحوم کی قلمی یادگاروں میں حسب ذیل

اہم ہیں:

- ۱۔ ختم نبوت
- ۲۔ شہادتِ عظمیٰ
- ۳۔ تفسیر قرآن مجید



## سید ابوالحسنات محمد قادری

مولانا سید محمد احمد قادری بن سید دیدار علی شاہ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۶-۹۷ء میں ریاست الور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد سید دیدار علی شاہ معروف خطیب اور عالم دین تھے۔ مولانا ابوالحسنات نے الور کے مقامی مکتب میں حافظ عبدالحکیم اور حافظ عبدلغفور سے قرآن مجید حفظ کیا۔ مرزا احمد بیگ سے اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ قرأت و تجوید کی مشق قاری قادر بخش الوری سے کی۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ بعد میں مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ علم طب نواب حامی الدین احمد خان مراد آبادی سے حاصل کیا۔

مولانا ابوالحسنات نے حصول علم کے لئے طویل سفر کئے۔ بمبئی، جے پور، دہلی، آگرہ، اجمیر، لاہور، ملتان، پشاور، بیرہلی، رام پور اور بدایون کے علمی مراکز کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبوں میں گئے۔

علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو مسلمانان الور کی دینی راہنمائی کا منصب حاصل کیا۔ الور کی مسجد تریوکیہ ہندوؤں نے تہید کر دی تھی۔ اس واقعہ سے مسلمانان الور میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مولانا ابوالحسنات نے مسجد کی تعمیر نو کا عزم کیا۔ مسلمانان الور کی خواہش کو زبان دی۔ گرفتار ہوئے مگر ان کی مساعی سے ریاستی خرچ پر مسجد از سر نو تعمیر کر دی گئی۔

۱۹۲۰ء / ۱۳۳۸-۳۹ھ میں الور سے آگرہ آگئے اور مطب شروع کیا۔ ان کے والد ماجد



لاہور آگئے تھے اور مسجد وزیر خان میں خطبہ دیتے تھے۔ ۲۶/۶/۱۹۲۶ء - ۲۵/۱۲/۱۳۴۷ھ میں وہ مستعفی ہوئے تو مولانا ابوالحسنات اس منصب پر فائز ہوئے۔ انہوں نے مسجد وزیر خان کی خطابت کے ساتھ ساتھ چنگڑ محلہ کی ایک ویران مسجد کو آباد کیا۔ اپنے والد اور برادر اصغر مولانا ابوالبرکات کے تعاون سے "دارالعلوم حزب الاحناف" کی بنیاد رکھی۔

مولانا ابوالحسنات تخریک پاکستان میں سرگرم رہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کی جمیعت علمائے اسلام میں شامل رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انہیں جمیعت علمائے اسلام کا صدر چنا گیا۔

بریٹوی نقطہ نظر کے علمائے نے ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء/ ۱۵، ۱۶، ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ کو ملتان میں ایک کانفرنس بلائی اور جمیعت علمائے پاکستان کے نام سے ایک نئی تنظیم قائم کی۔ مولانا ابوالحسنات کو اس نئی تنظیم کا صدر چنا گیا اور وہ آخر دم تک اس عہدے پر فائز رہے۔

مولانا ابوالحسنات نے قیام پاکستان کے بعد تخریک جہاد کشمیر میں حصہ لیا۔ چندہ جمع کیا۔ مجاہدین بھیجے اور خود بھی میدان جہاد میں اتر گئے۔ اسی طرح ۱۹۵۳ء کی تخریک ختم نبوت میں بنیادی کردار ادا کیا۔ "مجلس عمل" کے وہی صدر تھے۔ گرفتار ہوئے اور کراچی، سکھر اور حیدرآباد کے قید خانوں میں ایک سال محبوس رہے۔ جیل میں بیمار ہوئے اور ہائی کے ایک سال بعد داعی اہل کا پیغام آ گیا۔ ۲ شعبان ۱۳۸۰ھ/ ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء کو ساڑھے بارہ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ حضرت علی ہجویری کے احاطہ مزار میں دفنائے گئے۔

مولانا ابوالحسنات نے اپنے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ان سے مجاز بیعت تھی۔ ان کے علاوہ سید علی حسین شاہ کچھو چھوئی سے بھی اجازت بیعت حاصل تھی۔

مولانا ابوالحسنات کی مندرجہ ذیل کتابیں طبع ہوئی ہیں،

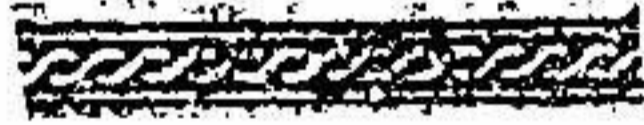
- ۱- تفسیر الحسنات
- ۲- اوراقِ غم
- ۳- صبحِ نور
- ۴- التامع
- ۵- طیب البرودہ شرح قصیدۃ البرودہ (اردو)
- ۶- مسدس حافظ
- ۷- خمیس حافظ
- ۸- دیوان حافظ
- ۹- ترجمہ کشف المحجوب
- ۱۰- شمیم رسالت
- ۱۱- اظہار الاسلام
- ۱۲- قرشتہ رحمت

مولانا ابوالحسنات اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے اور حافظ تخلص کرتے تھے۔ ان

کا مجموعہ کلام طبع ہو چکا ہے۔

مولانا ابوالحسنات کی اولاد میں چار لڑکے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ مولانا سید امین الحسنات

نیلین احمد قادری (خطیب مسیروزی خان لاہور) دینی حلقوں میں معروف ہیں۔



## محمد ادریس کاندھلوی

مولانا محمد ادریس بن حافظ محمد اسماعیل بن محمد اسحاق کاندھلہ ضلع مظفرنگر (یو۔ پی) کے ایک بلند پایہ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مفتی اللہ بخش کاندھلوی (م ۱۲۲۵ھ) مؤلف مکملہ "مثنوی معنوی" اس خاندان کے جدِ امجد تھے۔ اُن کے والد حافظ محمد اسماعیل صاحب جید عالم دین اور حاجی امداد اللہ مہاجر کی طرح کے مُرید تھے۔

مولانا محمد ادریس ۱۲ ربيع الآخری ۱۳۱۷ھ / ۳۰ اگست ۱۸۹۹ء کو بھوپال میں پیدا ہوئے جہاں اُن کے والد ماجد بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ موصوف والد ماجد کی طرف سے صدیقی اور والدہ کی طرف سے فاروقی النسب تھے۔

مولانا محمد ادریس نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی دینی تعلیم مولانا اشرف علی نقانوی کے زیرِ نگرانی خالقاہ تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں حاصل کی۔ یہاں اُنہیں مولانا عبداللہ گنگوہی مؤلف "تیسیر المتعلق" سے استفادہ کا موقع ملا۔ بعد میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور تشریف لے گئے۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مولانا ثابت علی اور حافظ عبداللطیف جیسے اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ ۱۹ برس کی عمر میں سندِ قرائع حاصل کی۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند کے دورہ حدیث میں شرکت کی۔

۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں مدرسہ امینیہ دہلی سے منسلک ہوئے۔ ایک سال کی تدریس کے بعد مہتمم دارالعلوم دیوبند کی پیش کش پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۴۶ھ تک (تقریباً ۸ سال) بحیثیت مدرسِ عربی کام کیا۔ یہاں سے علیحدگی کے بعد حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔

حیدرآباد میں نو سال مقیم رہے اور ہمہ تن تصنیف و تالیف میں منہمک رہے دوبارہ ۱۳۵۵ھ میں بحیثیت شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ جب انہیں

دارالعلوم دیوبند آنے کی دعوت ملی۔ اُس وقت حیدر آباد میں اڑھائی سو روپے سے زیادہ مشاہیر پاتے تھے اور دیوبند میں صرف تیر روپے ماہانہ کی پیشکش تھی۔ احباب اور اہل نمانہ نے دیوبند جانے کی شدید مخالفت کی مگر انہوں نے مادرِ علمی کی دعوت پر لبیک کہا۔

۱۹۲۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے الگ ہو کر پاکستان آگئے اور جامعہ عباسیہ بہاول پور (حال جامعہ اسلامیہ بہاول پور) میں بطور شیخ الجامعہ تعینات ہوئے۔ دو سال بہاول پور میں قیام رہا ہو گا کہ مولانا مفتی محمد حسن نے جامعہ اشرفیہ لاہور کی دانعیل ڈالی۔ مفتی صاحب قابل اساتذہ کی تلاش میں تھے۔ مفتی صاحب سے تعلق خاطر کے سبب جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ میں لاہور تشریف لائے تو مفتی محمد حسن صاحب کی نگاہ انتخاب نے انہیں جامعہ اشرفیہ کے لیے چُن لیا۔ چنانچہ ۶ اگست ۱۹۵۱ء کو لاہور آگئے۔

روایت ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے مولانا سے فرمایا "میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں" مولانا نے بلا تامل جواب دیا "حضرت! خدمتِ دین کی خاطر مجھے منظور ہے" مولانا محمد ادریس کو اس امر کا خیال تھا کہ جامعہ عباسیہ سے وابستگی کی صورت میں شاید خدمتِ دین کا حق ادا نہ ہو سکے اس لیے اُن تمام مادی منافع سے قطع نظر کر کے لاہور آئے جو سرکاری ملازمت سے وابستہ تھے۔ جامعہ اشرفیہ سے آخری دم تک وابستہ رہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جس تنخواہ پر ۱۹۵۱ء میں جامعہ تشریف لائے تھے اسنو تک ورنہ لیتے رہے۔ مدرسہ کی مجلس شوریٰ نے اُن کی تنخواہ میں اضافہ کی پیشکش کی مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کی زندگی گذر رہی ہے اور تنخواہ میں اضافے کی ضرورت نہیں۔

تقریباً ۵۳ برس کی تدریسی اور علمی زندگی کے بعد ۸ رجب ۱۳۹۲ھ / ۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ دوسرے روز اُن کے صاحبزادے مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی

نے نماز جنازہ پڑھائی اور شادمان کالونی کے قبرستان میں دفنائے گئے۔ اُن کی رحلت حلقہ علماء میں شدت سے محسوس کی گئی۔ مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی نے پُرورد مرثیہ کہے۔ مولانا محمد احمد تھانوی نے استاذ العلماء علامہ محمد ادریس کاندھلوی سے سالِ وفات نکالا ہے۔

۶۱۹۷۲

مولانا محمد ادریس کاندھلوی بلند پایہ مصنف تھے۔ انہوں نے تفسیر، حدیث اور علم کلام کے موضوع پر بیش قیمت کتابیں تحریر کی ہیں۔ اس کے علاوہ عیسائیت اور قادیانیت کی تردید میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔

مولانا مرحوم نے ۲۱ سال کی عمر میں "مقاماتِ حریری" کی عربی شرح لکھی اور وفات سے پندرہ روز پہلے تک اُن کا قلم چلتا رہا۔ اُن کی تصنیفات و تالیفات ایک ٹسو کے لگ بھگ ہیں۔ جن کا تفصیلی جائزہ ایک کتاب کا موضوع ہے۔ ذیل میں اُن کی اہم تصنیفات کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ الفتح السامی بتوضیح تفسیر البیضاوی (عربی۔ غیر مطبوعہ)  
 ۲۔ معارف القرآن اردو۔ ۲۳ پاروں کی مکمل تفسیر ہے۔ باقی سات پاروں کے مشکل مباحث کا حل لکھ سکے تھے۔

۳۔ دلائل الفرقان علی مذہب النعمان (عربی۔ مطبوعہ)

۴۔ شرائط مفسر و مترجم (اردو۔ " )

۵۔ اعجاز القرآن ( " - " )

**حدیث**

۶۔ التعلیق ایضاً شرح مشکوٰۃ المصابیح (عربی۔ مطبوعہ)

یہ شرح علمی نقطہ نظر سے اتنی ٹھوس اور بلند پایہ ہے کہ علمائے  
ہند و پاک کے علاوہ بلاد عرب کے علماء و فضلا نے اس  
کی تعریف کی۔ پہلی بار دمشق سے طبع ہوئی تھی۔

۷۔ مقدمہ الحدیث (عربی - غیر مطبوعہ)

۸۔ منحة الحدیث فی شرح الفیة الحدیث ( " - " )

۹۔ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ (اردو - مطبوعہ)

۱۰۔ القول المحکم ( " - " )

۱۱۔ لطائف المحکم فی السرائر نزول عیسیٰ بن مریم ( " - " )

۱۲۔ الدین الیقین ( " - " )

۱۳۔ احسن البیان فی مسئلہ الکفر والایمان ( " - " )

۱۴۔ نہایت الادراک فی حقیقت التوحید والاشراک ( " - " )

۱۵۔ فتح الغفور شرح منظومۃ القیور ( " - " )

### سیرت و سوانح

۱۶۔ سیرت المصطفیٰ - چار جلدیں (اردو - مطبوعہ)

۱۷۔ خلافت راشدہ ( " - " )

### عقائد و کلام

۱۸۔ عقائد اسلام (اردو - مطبوعہ)

۱۹۔ علم الکلام ( " - " )

۲۰۔ اسلام اور نصرانیت ( " - " )

مولانا مرحوم کو حضرت سید انور شاہ کاشمیری سے شرف تلمذ حاصل تھا اور ان کے  
زیر اثر قادیانیت کی تردید میں سرگرم رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تدریس میں

انہوں نے قادیانی نبوت کے دہل و فریب کا پردہ چاک کرنے میں قدمے، قلمے اور سونے کام کیا۔ مرحوم کے ایک رفیق مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم نے لکھا ہے:

» اسی زمانے میں اکابر دارالعلوم کے ایک وفد نے جس کی قیادت اتنا

محترم حضرت شاہ صاحب فرما رہے تھے۔ عام مسلمانوں میں قادیانی دہل و

فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ملک کا دورہ کرنا تجویز کیا۔ اس دورے

میں ہم تینوں (مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس اور مولانا بلبل عالم میرٹھی) کو حضرت

کا ہمسفر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اسی زمانہ میں یہ طے ہوا کہ ہر سال ایک جلسہ خود قادیان میں کیا جائے جس

میں مرزا صاحب کے اوہام باطلہ کی تردید خود ان کے مرکز میں جا کر کی جائے

ان جلسوں میں بھی حضرات اکابر کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں کو شریک رہنے

کا موقع ملا۔

فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا

تو ان سے مناظرے کے لیے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا سید

مرتضیٰ حسن کی سرکردگی میں ہم تینوں رفیق سفر رہے۔ خود حضرت شاہ صاحب

اور علامہ شبیر احمد عثمانی بھی پہنچ گئے۔ تین روز یہ تاریخی مناظرہ جاری رہا۔

حضرت شاہ صاحب کی خاص توجیہ اور کوشش نے چند سال میں

ایسا کر دیا تھا کہ علمی اعتبار سے مرزا صاحب اور قادیانیت نے دم توڑ

دیا اور یہ لوگ مناظرے، مباہلے کا نام چھوڑ کر زیر زمین سازشوں میں

مصروف ہو گئے۔

اسی طرح عیسائیت کی تردید میں انہوں نے قابل قدر تصنیفی سرمایہ یادگار چھوڑا ہے مولانا مرحوم نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ انہیں علوم و کتب کا پورا استحضار تھا۔ شعر و شاعری کا ذوق تھا اور بالفاظ جناب احسان دانش صاحب "شاعری کا نڈھال" کے لوگوں کا حصہ ہے چنانچہ مولانا محمد ادریس صاحب بھی عربی اور فارسی میں بلا تکلف شعر کہتے تھے۔

مولانا لاہور کے زمانہ قیام میں ۱۹۶۱ء سے جامع مسجد نیلا گنبد میں خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ سینکڑوں تشنگان علم دور دور سے آکر مستفید ہوتے تھے۔ ان کے مواعظ حق گوئی و حق شناسی کا مرقع ہوتے تھے۔ ان کی حق گوئی اور حق نگاری مٹی کے الفاظ کو کدن کی جھنکا دے رہی تھی۔ ان کے فکر کی بلندی اور گفتگو کی ملائمت خود بخود اپنی شیرینی سے دلوں کو متاثر کرتی چلی جاتی تھی۔ ان کی سیدھی سادھی زبان کا لہجہ صداقت میں شراورد اور فقروں کے تائزاتی سلسلہ ستارے سے پٹے دکھائی دیتے تھے۔ جب وہ معاشرے کی کج روی کو درد و کرب سے بیان کرتے تو ان کا آہنگ مرثیہ کا پیرہن اختیار کر لیتا جس سے ان کا ہر لہجہ دلوں کے بند دروازوں پر دستک دیتا محسوس ہوتا تھا۔

پاکستان میں اسلامی دستور کے تقاضا میں علماء نے جو مساعی کی مولانا مرحوم اس میں پیش پیش رہے۔ ۱۹۷۲ء میں کچھ عرصہ کے لیے "اسلامی نظریاتی کونسل" کے رکن رہے۔

مولانا مرحوم نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی۔ امر اور حکام سے زندگی بھر کنارہ کش رہے۔ آج کی دنیا میں جب دولت ہی سب کچھ سمجھی جاتی ہے۔ مرحوم صرف ایک عمدہ کتب خانہ اور پیش قیمت مسودات چھوڑ کر رخصت ہوئے۔

۱۔ ماہنامہ "الرشید" دسا ہیوال، دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۵۰۲

۲۔ ایضاً ص ۵۰۲



تھے۔

مولانا مرحوم کے صاحبزادے سے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علمی و دینی خدمات

میں کوشاں ہیں۔

۱۹۹۹

## محمد اسماعیل دیوبندی

مولانا محمد اسماعیل بن میاں سلطان علی ریاست کپور تھلہ میں پیدا ہوئے۔ میاں سلطان علی، مسلک اہل حدیث پر عامل تھے اور نامور عالم و مناظر تھے۔ مولانا محمد اسماعیل نے ابتدائی دینی تعلیم گھر پر حاصل کی اور مقامی سکول میں نوشت و خواند سیکھی۔

لڑکپن میں مسلک تشیع کی طرف مائل ہو گئے۔ والدین نے سختی کی گروہ اپنے مسلک پر قائم رہے۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ دارالعلوم میں انہوں نے اپنے اساتذہ سے مختلف نزاعی مسائل پر بحث و مناظرہ شروع کیا تو دارالعلوم سے نکال دیئے گئے۔ تاہم "دیوبندی" ان کے نام کا لاحقہ بن گیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ساہیوال آگئے اور مسجد جعفریہ میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔ مناظرانہ ذوق کے پیش نظر علمائے اہلسنت سے ان کی ٹھنی رہتی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد ساہیوال سے گوجرہ منتقل ہو گئے۔ گوجرہ میں چند سال گزار کر فیصل آباد میں سکونت اختیار کی اور "درس قائم آل محمد" کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ پنجاب میں شیعہ مدارس میں سرفہرست ہے۔

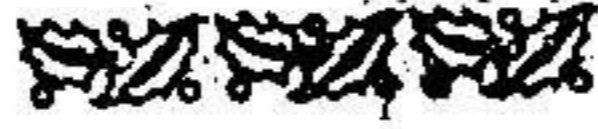
۱۴ جون ۱۹۷۶ء / ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ کو سکھ کی سے خاتقاہ ڈوگراں جا رہے

تھے کہ راستے میں کار کے حادثے میں فوت ہوئے۔ میت فیصل آباد لائی

گئی۔ علامہ مرزا یوسف حسین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور فیصل آباد

میں وقتائے گئے۔

مولانا محمد اسماعیل سے مناظرۃ تحریریں یادگار ہیں جو ان کے اخبار "صدراقت" (گوجرہ) میں طبع ہوتی رہی تھیں۔



## محمد اسماعیل سلفی

مولانا محمد اسماعیل سلفی بن محمد ابراہیم موضع ڈھونہ کی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں ۱۹۰۱ء/۱۹-۱۳۱۸ھ میں متولد ہوئے۔ اُن کے والد ماجد اپنے وقت کے معروف نوشتوں میں سے تھے۔ ایک عرصہ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) کا رسالہ "اشاعت السنہ" لکھتے رہے۔ مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) کی تالیف "تحفۃ الاسود فی شرح جامع ترمذی" اُن کے قلم معجز رقم کی یادگار ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی نے تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد سے کیا۔ اُن سے ابتدائی نوشت و خواند سیکھ کر مدرسہ نصرت الاسلام گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ مولانا عبدالدین اور مولانا تاج الدین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مولانا حافظ عبدالمتان محدث وزیر آبادی سے متون نحو اور صحاح ستہ کا درس لیا۔ اُسی زمانے میں حافظ عبدالمتان محدث کے صاحبزادے مولوی عبدالستار سے سنن نسائی کا چوتھائی حصہ پڑھا۔ یہاں سے دہلی گئے اور دارالکتاب والسنہ دہلی (صدر) میں مولانا عبدالرب اور مولانا عبدالرحمان ولایتی سے اکتساب فیض کیا۔ اُن سے اجازت و سند حدیث حاصل کی۔ وطن واپس آکر مولانا حافظ عبدالمتان محدث سے بھی سند حدیث لی۔ کچھ عرصہ مولانا عبداللہ غازی پوری سے بھی استفادہ کیا تھا۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی نے مدرسہ غزنویہ امرتسر میں مولانا محمد حسین ہزاروی سے معافی و فقہ اور مدرسہ نعمانیہ دامرتسر میں مفتی محمد حسن سے منطق کے کچھ اسباق پڑھے۔ امرتسر میں مولانا محمد عالم آسی سے فن طب سیکھا۔ کچھ عرصہ مولانا محمد ابراہیم میریاکوٹی

کے ہاں زیرِ تعلیم رہے۔

فارعہ التحصیل ہوئے تو مولانا ثناء اللہ رام تیسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے اُن کا قیام گوجرانوالہ میں تجویز کیا تو محلہ حاجی پورہ میں اقامت گزین ہو گئے۔ مولانا علاء الدین کے انتقال پر جامع اہل حدیث، کے خطیب مقرر ہوئے اور تادم آنسو یہ فریضہ دین انجام دیا۔

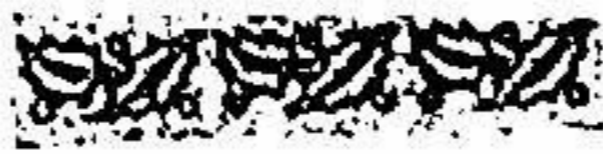
مولانا محمد اسماعیل سلفی بلند پایہ اہل حدیث عالم تھے۔ اور اپنے حلقے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انہوں نے "مدرسہ محمدیہ" گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی جو دین و علم کی خدمت انجام دے رہا ہے۔

استخلاصِ وطن کی جدوجہد میں دوبار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور تیسری بار ختم نبوت کی تحریک (۱۹۵۳ء) میں سنتِ یوسفی ادا کی۔

مولانا سلفی ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ / ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو گوجرانوالہ میں فوت ہوئے۔

مولانا سلفی سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:

- ۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ۲۔ اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ
- ۳۔ امام بخاری کا مسلک ۴۔ زیارۃ القبور
- ۵۔ مسئلہ حیات النبیؐ ۶۔ جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث
- ۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ۸۔ ترجمہ مشکوٰۃ الصالحین (غیر مطبوعہ۔ نامکمل)
- متذکرۃ الصدقات الیفات کے علاوہ ہفت روزہ "الاعتصام" (گوجرانوالہ/لاہور)
- اور ماہنامہ "برحق" (لاہور) میں اُن کے مضامین منتشر ہیں۔



## محمد اشرف فاروقی نوشاہی

مولانا محمد اشرف فاروقی بن میاں اعز الدین بن میاں معصوم بن علم الدین کے آبا و اجداد  
موضع چک بھارا کے رہنے والے تھے وہاں سے اُن کے بزرگ ترک سکونت کر کے  
موضع پانڈو کے ضلع گوجرانوالہ میں آئے۔

مولانا محمد اشرف فاروقی النسب تھے اور اُن کے خاندان میں کئی علماء و فضلاء اور  
شعراء پیدا ہوئے۔ مولانا غلام شائق اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے مولانا محمد اشرف  
کے والد ماجد میاں اعز الدین (المعروف بہ عزت دین) اچھے طبیب اور عالم تھے۔  
اُن کی مہر کا صحیح یہ تھا:

« اعز الدین منور در جہاں اسرت »

مولانا محمد اشرف ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی اور جد  
بزرگوار سے مروجہ انداز کے مطابق تعلیم حاصل کی۔ بیعت طریقت شیخ ضیاء اللہ  
(ساکن جاکے چیمہ ضلع سیالکوٹ) سے کی تھی۔

سکھ گردی میں مولانا محمد اشرف کا آبائی گاؤں محفوظ رہا تھا اس لئے ترک سکونت  
کر کے قضیہ منچر چھٹہ چلے گئے۔ چوہدری غلام محمد خود مختار حاکم تھا۔ اُس نے مولانا  
محمد اشرف کی قدر و منزلت کی۔ قاضی اور مفتی کے منصب پر فائز تھے۔ آخر میں رنجیت  
سنگھ کے باپ مہان سنگھ نے چوہدری غلام محمد کو شکست دے کر چھٹوں کی طاقت  
ہمیشہ کے لئے ختم کر دی۔ چوہدری غلام محمد سکھوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا  
تھا۔ اس کے بعد مولانا محمد اشرف موضع کالے والا ضلع گوجرانوالہ میں منتقل ہو  
گئے۔ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں فوت ہوئے۔

مولانا محمد اشرف خاں قادریہ نوشاہیہ کے بزرگ سید حافظ نور اللہ نوشاہی کے معاصر تھے۔ دونوں حضرات میں انس و محبت کے مراسم تھے اور ایک دوسرے کتب خانوں سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔ مولانا محمد اشرف فارسی، اردو اور پنجابی زبان میں شعر کہتے تھے۔ ان کی چند اہم تصنیفات یہ ہیں:

۱۔ مثنوی کنتز الرحمت (فارسی) حاجی نوشہ گنج بخش (م ۱۰۶۲ھ) اور ان کی اولاد و خلقاؤ

کے حالات و کرامات بیان کئے گئے ہیں۔ کنتز الرحمت کو مولوی حبیب اللہ نعمانی نے پنجابی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ اصل اور ترجمہ دونوں شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ مثنوی یوسف وزلیخا (فارسی)

۳۔ مصباح الطیب (فارسی منظوم)

۴۔ مناقب نوشاہی (پنجابی)

۵۔ فقر نامہ ( " )

ان کے علاوہ انہوں نے پنجابی زبان میں متعدد قصوں کو نظم کا جامہ

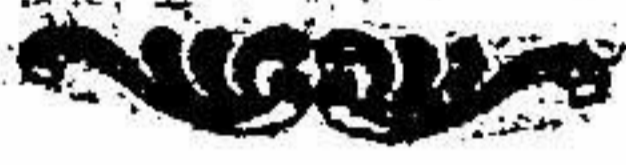
پہنایا ہے۔

مولانا محمد اشرف نوشاہی کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ مثنوی

”کنتز الرحمت“ کے آخر میں اپنے مرشد طریقت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہر کہ او مسلک عقل و خرد آگاہ بود	از دل و جان بندہ حضرت ضیاء اللہ بود
میرسد از یک نظر در بار گاہ ایزدی	ہر کہ رالطف ہمیش رہنمائے راہ بود
ساعر لطفش چنان خمور کردہ عالمے	چشم ہر مخلوق مست از بادۂ نوشاہ بود
نیست فردا آفتاب حشر اتا بشن یرو	ہر کہ ابر سر ز دات پاک او سایہ بود
اشرف از کنتز غلامانش ہمیں وارد امید	کہ یہ عقیدہ رحمتش کہ گہ سگ در گہ بود

قاضی فضل حق مرحوم کو ایک قلمی بیاض میں اُن کی فارسی، اُردو اور پنجابی نظموں کا مجموعہ ملا تھا۔ انہوں نے صرف اُردو حصے کا انتخاب اپنے مضمون میں درج کیا ہے۔  
 مولانا محمد اشرف کی اولاد میں دو صاحبزادے مولانا حکیم قلی احمد اور مولانا حکیم محمد کے نام ملتے ہیں۔





# حکیم محمد اشرف سندھو

حکیم محمد اشرف سندھو ضلع لاہور کے معروف گاؤں سندھو کلاں کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۷ اربوئمبر ۱۸۹۷ء / ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے مڈل کا امتحان پاس کر کے دینی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ مولانا عبداللہ روپڑی اور عازن شاہ محمد حسین روپڑی سے استفادہ کیا۔ فن طب کی باقاعدہ تحصیل کی اور یہی ذریعہ معاش تھا۔

اپنے گاؤں میں جامع مسجد اہل حدیث تعمیر کی اور زندگی بھر ارض امامت و خطابت انجام دیئے۔ موضع سندھو کلاں کی زیادہ تر آبادی سکھوں پر مشتمل تھی۔ ان پر اسلام کی حقانیت واضح کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ان کی مذہبی کتب کا بھی مطالعہ کیا جائے چنانچہ حکیم صاحب نے محنت سے گورکھی زبان سیکھی۔ سکھوں کی مذہبی کتابوں کا براہ راست مطالعہ کیا اور زبان و قلم سے انہیں دعوت اسلام پیش کی۔ ان کی تبلیغی مساعی سے موضع سندھو اور گرد و نواح کے کئی سکھوں نے اسلام قبول کیا۔

فتی کے عارضے میں ۲۱ اگست ۱۹۶۲ء / ۱۲ ربیع الاخریٰ ۱۳۸۲ھ کو میوہ پستانا لاہور میں فوت ہوئے۔

حکیم محمد اشرف نے دعوت و تبلیغ کے نقطہ نظر سے مندرجہ ذیل کتابیں اور رسالے تالیف کیے:

- ۱۔ رسالے نمازاں
- ۲۔ بکرا دیوی
- ۳۔ پیغام جیلانی
- ۴۔ فرقہ و جدیر کی اصلیت اور پہچان
- ۵۔ گیانی جی کیوں مسلمان ہوئے؟
- ۶۔ نانک کا پیغام

- ۷۔ تائیک کی ہر داس  
 ۸۔ الشہاب الثاقب  
 ۹۔ نتائج التقلید  
 ۱۰۔ مقام اہل حدیث  
 ۱۱۔ عقیدہ حیات النبی  
 ۱۲۔ مقیاس حقیقت بحواب مقیاس حقیقت  
 ۱۳۔ البشری بسعادة الدارین (عربی)  
 ۱۴۔ رکعات قیام رمضان  
 ۱۵۔ اکمل البیان  
 ۱۶۔ حقیقت نما  
 ۱۷۔ تاریخ التقلید (غیر مطبوعہ)  
 ۱۸۔ رسول اللہ کی نماز۔ پیران پیر کے عمل و قلم سے (غیر مطبوعہ)



## حافظ محمد افضل

حافظ محمد افضل بن مولانا غلام مرتضیٰ چیلداواہن ضلع بہاول پور میں ۵ شعبان ۱۲۶۶ھ / ۲۶ جون ۱۸۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ کسی نے ان کا تاریخ ولادت "شب بارات" زادہ شد" سے نکالی ہے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد والد ماجد سے کتاب فیض کیا۔ خواجہ خدایت بخش خیر پوری سے بھی استفادہ کیا۔ حافظ محمد افضل اور ان کے بھائی حافظ محمد اکمل نے ان سے رسالہ توفیق اور مطول کے اسباق پڑھے تھے۔ فارغ التحصیل ہوئے تو والد ماجد کی نگرانی میں تعلیم و تدریس شروع کی فقہ میں خصوصی مہارت بہم پہنچائی تھی۔ ان کے مدرس میں علوم ظاہری کے ساتھ سلوک و طریقت کے جو یا بھی رہتے تھے۔

حافظ محمد افضل ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ / ۲۹ دسمبر ۱۸۹۱ء کو فوت ہوئے۔ "مبارک خاتمہ" سے سال وفات برآمد ہوتا ہے۔ نیز تاریخ وصال یہ ہے:

۱۳۰۹ھ

تاریخ وصالش جستجو کردم ز عقل

بامر اندوہ گفتہ صد درین

۱۳۰۹ھ

حافظ مرحوم سے سینکڑوں افراد نے فیض پایا۔ چند اہم نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا اللہ بخش

۲۔ مولانا حافظ محمد

۳۔ مولانا عبداللہ جامی بہاولپوری

۴۔ حافظ جمال الدین کھوٹوی

۵۔ مولانا سلطان محمود

۶۔ حافظ حماد ثانی

## محمد اکبر شاہ بخاری

مولانا سید محمد اکبر شاہ سگھر ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۱۳۳۳ھ/۱۵-۱۹۱۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان میں علمی روایت چند پشتوں سے چلی آرہی تھی۔ ان کے بڑے بھائی مولانا محبوب علی شاہ بخاری ممتاز شیعہ عالم تھے۔ مولانا سید محمد اکبر شاہ نے سلطان المدارس لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ مولانا سید محمد رضا اور مولانا سید محمد باقر کے تلمذ پر فخر کرتے تھے۔ مولانا سید محمد اکبر شاہ ایک عرصے تک وعظ و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آخر میں نور پور شاہان نوردراو لپٹی میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہیں ۱۳۸۸ھ/۶-۱۹۶۸ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔



## حافظ محمد اکمل

حافظ محمد اکمل بن حافظ غلام مرتضیٰ بن مولانا حماد ۱۲۳۰ھ/۱۵-۱۸۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل والد ماجد حافظ غلام مرتضیٰ اور مولانا خدا بخش خیر پوری سے کی۔ حافظ قرآن اور عالم اجل تھے۔ پوری زندگی درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں بسر کی۔ اپنے بڑے بھائی حافظ محمد افضل کے ساتھ ایک ہی درسگاہ میں درس دیتے تھے۔ متوسطات کی تعلیم حافظ محمد اکمل اور درس نظامی کی آخری کتب حافظ محمد افضل پڑھاتے تھے۔

حافظ محمد اکمل کو فن میراث پر کامل عبور حاصل تھا اور اس فن کے مشکل مسائل کو انگلیوں پر حل کر دیتے تھے۔

موصوف اپنے بڑے بھائی سے چار سال چھوٹے تھے اور ان کی رحلت کے بعد چار سال زندہ رہے۔ مرض الموت میں وفات سے ایک دن پہلے فرمایا کہ آج میری عمر بھائی کی عمر کے برابر ہو گئی ہے۔ ۱۳۱۳ھ/۹۶-۱۸۹۵ء میں وفات پائی اور چیلواہن (ضلع بہاولپور) میں مدفون ہوئے۔



## محمد الدین لاہوری

مولانا محمد الدین ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۷ھ / ۶ مارچ ۱۸۵۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے  
 انہوں نے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم متوجہ کی تکمیل کی اور وعظ و تدریس کا شغل اختیار  
 کیا۔ پھر اورینٹل کالج میں داخل ہوئے۔ ۱۸۷۰ء میں مولوی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۷۱ء  
 میں انٹرنس اور منشی عالم، ۱۸۷۲ء میں مولوی عالم اور ۱۸۷۴ء میں مولوی فاضل منشی فاضل  
 کے امتحانات پاس کئے۔

اگست ۱۸۷۳ء میں اورینٹل کالج میں فارسی کے مدرس دوم مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۳ء  
 میں ایم۔ او۔ ایل کی سند حاصل کی۔ ۱۸۸۷ء میں مدرس دوم کے ساتھ اسٹنٹ پروفیسر  
 مقرر ہوئے۔ مولانا محمد الدین زیادہ تر گورنمنٹ کالج لاہور کی ایف۔ اے اور بی۔ اے  
 کی جماعتوں کو عربی اور فارسی پڑھاتے تھے۔ ۲۶ نومبر ۱۸۹۸ء / ۱۲ رجب ۱۳۱۶ھ کو بعارضہ  
 بخارون کے بارہ بجے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا محمد الدین تخلیق، مفسر اور سادہ مزاج تھے۔ ان کی اولاد میں صرف ایک لڑکی  
 تھی۔ ان کی حسب ذیل کتابیں ملتی ہیں:

۱۔ روضۃ الادیار۔ عرب، شعراء، اویاد، علماء و فضلاء و حکماء کا تذکرہ

۱۷ سراج الاخبار (جہلم) بابت ۲۸ نومبر ۱۸۹۸ء

۱۷ تاریخ اورینٹل کالج ص ۱۳۳

۱۷ اول الذکر گیارہ کتابوں کا ذکر "سراج الاخبار" (جہلم) کے تعزیتی نوٹ میں ہے۔ آخر الذکر تین کتابوں  
 کے نام اورینٹل کالج کے اساتذہ کا تحقیقی ادبی اور درسی سرمایہ "میں ملتے ہیں۔

- ۲- تبیان الصنائع
- ۳- تفسیر فتح العظیم
- ۴- تاریخ آیام الجاہلیۃ
- ۵- قلائد الذهب فی قوائد الادب (عربی)
- ۶- مختصر السیر فی احوال سید البشر المعروف بربستان محمدی
- ۷- حل اللغات الفلیہ (فارسی)
- ۸- شرع محمدی (متعلق مسائل میراث و معاملات)
- ۹- رسالہ علم منطق
- ۱۰- تعلیقات مقامات بدیعی
- ۱۱- روضۃ الابرار
- ۱۲- مخزن القوائد
- ۱۳- منتخبات اخلاق ناصر
- ۱۴- میزان الاخلاق



## خواجہ محمد الدین سیالوی

خواجہ محمد الدین بن خواجہ شمس الدین سیالوی ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷-۳۸ء میں سیال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی فارسی درسیات والد ماجد سے پڑھیں۔ بعد میں مولوی سلیمان نامی ایک مدرس سے علوم دینیہ پڑھنے شروع کئے۔ اعلیٰ تعلیم خواجہ معظم الدین مردلوی سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ مولانا فتح محمد ساکن سلیمانہ ضلع جھنگ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

خواجہ شمس الدین سیالوی کی رحلت پر ان کے علمی دروہانی جانشین ہوئے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی نے خرقہ خلافت پہنایا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی علمی ودینی اور اصلاحی خدمات جاری رکھیں۔ سیال کی درسگاہ نے ان کی نگرانی میں خوب ترقی کی۔

خواجہ محمد الدین نے ۲۰ رجب ۱۳۲۷ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۰۹ء کو جان، جان آفرین کے سپرد کی اور سیال میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفنائے گئے۔ رہبرِ چشتیاں محمد دین سے سالِ وفات برآمد ہوتا ہے۔

خواجہ محمد الدین کے چار فرزند تھے۔

۱۔ صاحبزادہ محمد امین

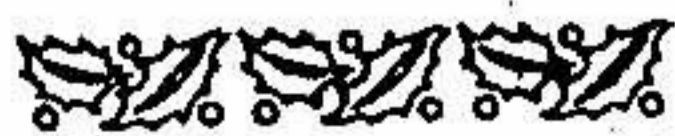
۲۔ صاحبزادہ محمد صبیح الدین (جانشین)

۳۔ صاحبزادہ محمد عبداللہ

۴۔ صاحبزادہ محمد سعد اللہ

خواجہ محمد الدین سیالوی کے حالات زندگی اور ملفوظات غلام دستگیر بیخود جالندھر کی

نے "محبوب سیال" اور "برکات سیال" کے نام سے جمع کئے ہیں۔





## محمد الدین اعوان

ملک محمد الدین اعوان، مہوڑہ کلاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ ۹ اگست ۱۸۸۱ء/۱۳/۱۲۹۸ھ کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور گاؤں مہوڑہ کلاں دریا تے پنجاب کی طغیانی کی نذر ہو گیا تھا۔ جلاپور اور حکو ال کے ہڈر سونی میں تعلیم حاصل کی۔ مڈل کے بعد اپریل ۱۸۹۶ء/۱۳/۱۳۱۳ھ میں اسلامیہ ہائی سکول لاہور میں داخل ہوئے۔ زمانہ طالب علمی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ شعر بھی کہتے تھے۔ بی۔ اے میں پڑھتے تھے کہ رنجیت سنگھ اور امیر عبدالرحمان خان والٹی افغانستان کی سوانح عمریاں لکھیں۔ محمد الدین فوق کے بقول ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ دونوں کتابیں صرف تین دن میں لکھی تھیں۔

۱۸۹۹ء/۱۴-۱۳۱۶ھ میں بغرض معاش پٹواری ہو گئے۔ ملازمت کو اپنے مزاج کے خلاف دیکھتے ہوئے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ جلاپور میں تین سال پشینہ اور ادویہ کا کاروبار کیا لیکن خسارہ اٹھا کر کنارہ کش ہو گئے۔ جلاپور سے لاہور گئے اور اپنے ذوقِ تحریر کے لئے رسالہ ”جلوہ نور“ جاری کیا جو صرف تین ماہ چل سکا۔ اگست ۱۹۰۶ء/۱۳۲۲ھ میں قسمت آزمائی کے لئے کچھ عرصہ کشمیر میں گزارا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کشمیر سے واپس جلاپور آئے اور سید غلام حیدر علی جلاپوری کے ہاتھ پر سلسلہ پشتمیہ میں بیعت ہوئے۔

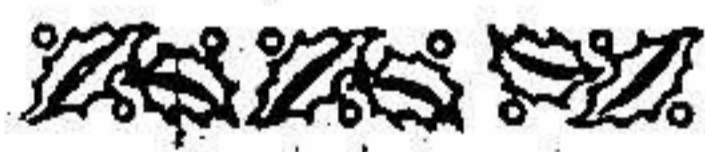
ملک محمد الدین نے کچھ عرصہ اخبار ”ہندوستان“ (لاہور) کا اہتمام و انصرام کیا۔

جنوری ۱۹۰۹ء/۱۳۲۶ھ میں اپنے پیرومرشد کی یاد میں رسالہ ”صوفی“ (منڈی بہاؤالدین) جاری کیا۔ جسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ برصغیر کے معروف اور مقبول قلم کاروں نے اپنی تحریروں سے ”صوفی“ کو سرفراز کیا اور قارئین نے خوب سوسے بڑھائے۔ رسالہ صوفی میں بطور خاص پیر سید غلام حیدر علی جلاپوری کے ملفوظات طبع ہوتے تھے۔

ملک محمد الدین نے رسالے کے ساتھ کتابوں کی اشاعت کا کام شروع کیا۔ اور وہ علاقے کے امیر لوگوں میں شمار ہونے لگے۔ منڈی بہاؤالدین میں ”صوفی منزل“ کے نام سے اُن کی کوٹھی بن گئی۔ سیشن کورٹ کے ایسیسر بنے۔ دنیوی ادارت کے ساتھ علمی و دینی میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ”صوفی“ کی ادارت اُن کا ایک اہم کارنامہ تھا۔ تاہم اُن سے چند کتابیں بھی یادگار ہیں جن میں سے حسب ذیل نمایاں ہیں۔

- ۱۔ ذکر حبیب (پیر غلام حیدر علی شاہ جلاپوری کے حالات، ملفوظات اور کرامات کا تذکرہ)
- ۲۔ خاتونِ جنت (سیرت الزہرا)

ملک محمد الدین نے صاحبزادہ پیر فضل شاہ جلاپوری کے ہمراہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں فریضہ حج ادا کیا تھا۔



## محمد امام غزالی

ابوالحمود محمد امام غزالی بن حکیم حافظ محمد میر عالم کے آبا و اجداد موضع سبیر پیر نزد حسن ابدال ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ اُن کے پردادا ترک سکونت کر کے ٹمن ضلع اٹک میں آباد ہوئے۔ وہیں مولانا محمد امام غزالی ۱۸۸۸ء/۶-۰۶-۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔

ابھی دو سال عمر تھی کہ والد بزرگوار حکیم حافظ محمد میر عالم کا انتقال ہو گیا۔ والدہ ماجدہ نے چھ سات کی عمر میں اُنہیں مدرسہ نعمانیہ لاہور بھیج دیا۔ کچھ عرصہ لاہور میں رہ کر واپس گاؤں آ گئے۔ مختلف اوقات میں ضلع اٹک کے مقتدر اساتذہ مولانا غلام محی الدین لکھڑی، مولانا قطب الدین غور عشوی اور مولانا عبدالرحمان (پنڈی سرال والے) سے استفادہ کیا۔ درس نظامی کی متوسط کتابیں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور مسلسل چھ سال دارالعلوم میں زیر تعلیم رہے۔ دورہ حدیث شیخ الہند مولانا محمود حسن سے پڑھا۔

فارغ التحصیل ہو کر مسجد باغبانان ٹمن میں "مدرسہ اسلامیہ عربیہ" کی بنیاد رکھی اور درس نظامی کی تعلیم شروع کی۔ مولانا محمد امام غزالی اُن علماء میں سے تھے جنہوں نے تحصیل تلہ گنگ ضلع اٹک میں دینی علوم کو عام کیا۔ موصوف اپنے وسیع حلقہ تلامذہ کے لحاظ سے تحصیل بھر کے استاد سمجھے جاتے ہیں۔ پچاس سالہ دور تدریس میں اُن سے ہزاروں افراد نے استفادہ کیا۔ اُن کے معروف ترین تلامذہ میں مولانا گلشیر شہید کا نام بہت نمایاں ہے۔

مولانا محمد امام غزالی بنیادی طور پر مدرس تھے۔ انہوں نے سیاسی تحریکوں میں بہت کم حصہ لیا البتہ تحریک خلافت کے زمانے میں انہوں نے بھرپور کام کیا۔ خلافت کمیٹی لاہور پنڈی ڈویژن کے صدر تھے۔ عتان خور کے مقام پر ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی تھی۔ جس میں علامہ شبیر احمد عثمانی رح بطور خاص شریک ہوئے تھے۔

مولانا صاحب مطالعہ اور کتاب دوست شخصیت تھے۔ انہوں نے تفسیر و حدیث، فقہ، تاریخ اور لغت کے موضوعات پر بہت اچھا ذخیرہ جمع کیا تھا جو ان کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

مولانا غزالی درویش منش اور فقیر صفت انسان تھے۔ نہایت سادہ زندگی گذاری۔ خواجہ احمد میروی سے تعلق ارادت رکھتے تھے۔ علاقے کے کئی امراء نے مستقل مالی امداد کی پیشکش کی مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ ادبی ذوق بہت عمدہ تھا۔ عربی و فارسی میں شعر بھی کہتے تھے مگر کبھی محفوظ نہ کیے۔ "غزالی" لفظ کو جزو نام بنانے کے بارے میں ان کا یہ شعر زبان زد عام و خاص ہے کہ

سمیت الغزالی للتبرک

وما فیہ تمائیل الغزالی

۷۲ سال کی عمر میں درس و تدریس کا کام خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے کہ زبان کے سرطان میں مبتلا ہو گئے۔ بغرض علاج لاہور گئے۔ میو ہسپتال میں آپریشن کرایا۔ چند ماہ افاقہ رہا۔ آخر اسی مرض میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۰ء / ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ کو وفات پائی۔

مولانا محمد امام غزالی کی تحریرات میں سے کوئی تحریر شائع نہیں ہو سکی، ان کے مسودات میں سے حسب ذیل محفوظ ہیں۔

۱۔ حواشی صحاح ستہ

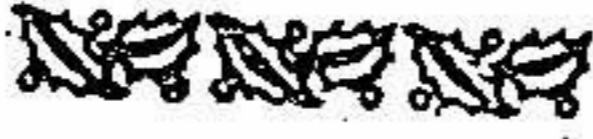
۲۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی

۳۔ حاشیہ تفسیر جلالین

۴۔ ارشاد سیدالابرار بحکممت الزکوٰۃ علی اللہ الاطہار

مولانا مرحوم کے تین فرزند ہیں جو علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

- ۱۔ حکیم حافظ محمود الحسن خان رٹمن میں طبابت کرتے ہیں۔
- ۲۔ حافظ نور الحسن خان۔ پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور۔
- ۳۔ حافظ صیاد الدین احمد۔ استاد السنہ شرقیہ گورنمنٹ ہائی سکول ٹمن



## سید محمد امین مختار نوشاہی

سید محمد امین مختار السالکین بن حافظ سید قلی احمد بن حکیم سید الہی بخش ۲۵ دیقعدہ ۱۲۴۱ھ /  
یکم جولائی ۱۸۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ اُن کا سلسلہ نسب صرف چھ واسطوں سے حضرت  
نوشہ گنج بخش (م ۱۰۶۲ھ) سے ملتا ہے۔ انہوں نے علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد  
بزرگوار اور مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ نوشاہی سے پائی۔ صاحبِ حال بزرگ  
تھے۔ اپنے والد سے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں بیعت تھے اور خلافتِ مجاز کا  
شرف حاصل تھا۔

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۰ھ / ۷ جنوری ۱۸۹۳ء کو ساہن پال میں جان، جانِ آفرین  
کودی، وہیں مزار ہے۔ اُن کی علمی یادگاروں میں سے دو خلیفہ امینیہ، ملتا ہے۔  
زینتہ اولاد میں تین صاحبزادے تھے۔

- ۱۔ مولانا حافظ سید روح اللہ (م ۱۶ صفر ۱۲۹۴ھ)
- ۲۔ حافظ سید فاضل شاہ (م ۱۲ صفر ۱۳۳۳ھ)
- ۳۔ حافظ سید محمد شاہ نیک اختر (م ۲۲ محرم ۱۳۳۳ھ) سجادہ نشین

## خواجہ محمد امین مستالوی

خواجہ محمد امین بن شیخ احمد جی موضع روپڑ علاقہ سواں (ضلع راولپنڈی) کے رہنے والے تھے۔ اُن کے والد ماجد شیخ احمد جی سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ نادر نعمتی لوی کے خلیفہ تھے۔ عمر بھر اتباعِ شریعت اور ریاضت و عبادت میں مصروف رہے۔ حضرت شیخ احمد ۱۲ شوال ۱۲۸۲ھ / ۸ فروری ۱۸۶۸ء کو روپڑ میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے گئے۔

حضرت شیخ احمد جی کے تین صاحبزادے تھے:

۱۔ خواجہ فقیر محمد (م ۱۵ شوال ۱۳۱۵ھ)

۲۔ خواجہ محمد حبیب اللہ (م ۹ ربیع الاخریٰ ۱۳۲۵ھ)

۳۔ خواجہ محمد امین (م ۲ شوال ۱۳۱۸ھ)

اول الذکر دونوں صاحبزادے روپڑ میں مقیم رہے۔ خواجہ محمد امین ترک سکونت کر کے "مستال" آگئے۔ وہ حافظِ قرآن، محدث اور بلند پایہ صوفی تھے۔ سند اجازت حدیث حضرت قاری عبدالرحمان پانی پتی (م ۱۳۱۲ھ) سے حاصل کی تھی۔ تبرکاً سند نقل کی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ

مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ۔ اِنَّا بَعْدُ حِیْ کَوْبِدٍ بِنْدِهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدٍ مَوْلٰی

مُحَمَّدٍ اَمِیْنٍ سَلَّمَ الْقَوِی الْمَتِیْنِ اَزِیْ بِنْدِهِ اِجَازَتِ رِوَایَتِ کَتَبِ حَدِیْثِ وَغَیْرِهِ

لہ راولپنڈی شہر کے شمال مغرب میں اڑھائی میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جو پھیلتے ہوئے

اسلام آباد کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔

خواستند اگرچہ من قابل این منصب نہ بودم، اما انجامالمسئولم می گویم کہ ایشان را  
 اجازت است کہ روایت کتب حدیث از بندہ بکنند و مواضع مغلفہ و مشتبہہ  
 را از تشرح و سواشی کتب حدیث اہل سنت حل میگردہ باشد و در تصحیح الفاظ  
 و تشخیص معانی مخالفہ بہر اہل سنت نہ کنند و از عقائد و اعمال اہل ہوا مجتنب  
 بودہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را التزام باشند و خیرخواہی خدا در سبیل  
 و اہل اسلام شعار خود سازند۔ اللہ تعالیٰ معین باد و این حقیر اخذ معقول و منقول  
 و تحصیل کنند از اساتذہ کثیر کردہ کہ اہل و افضل ایشان یگانہ آفاق حضرت  
 مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب قدس سرہ ہستند و ایشان از جد مادری خود مولانا  
 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اخذ کنند کردند و ایشان از والد ماجد خود حضرت  
 مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہ الی آخر کنند المشورہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ  
 رب العالمین۔

العبد المذنب عبدالرحمان  
 تحریر ۵ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ یوم الخمیس  
 مہر

۱۳۲۳  
 عبدالرحمان

خواجہ محمد امین ۲ شوال ۱۳۱۸ھ / ۲۳ جنوری ۱۹۰۱ء کو متال میں فوت ہوئے اور وہیں ہی  
 پیند سورہے ہیں مرموم کے فرزند ارجمند مولانا محمد عبدالعلی نے تاریخ وفات لکھی ہے۔

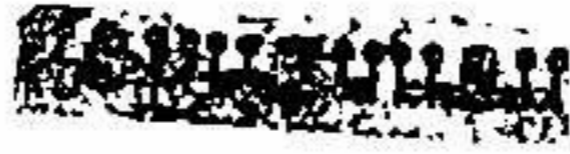
یوم بود اربعاء و دوم شوال!  
 سہ صد و یک ہزار و ہتر دہ سنین

مرحوم سے حسب ذیل دو کتابیں یادگار ہیں:



۱۔ زادالائین لایقین (فارسی غیر مطبوعہ) تصوف کے موضوع پر بصورت سوال و جواب  
 عمدہ کتاب ہے۔ افسوس ہے کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے مؤلف مرحوم کو کتاب  
 مکمل نہ کرنے دی۔

۲۔ تحفہ احمدیہ (پنجابی منظوم) اس کتاب میں اپنے والد محترم اور شیخ طریقت خواجہ  
 شیخ احمد روپڑی کے شمائل، خوارقِ عادات اور کمالاتِ عالیہ نظم کیے ہیں۔  
 مرحوم کے دو صاحبزادے خواجہ عبدالحمید اور مولانا محمد عبدالعلی تھے۔ اول الذکر بغرض  
 حج جاز شریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ ثانی الذکر مرحوم خواجہ  
 محمد امین کے جانشین ہوئے۔



## محمد انشاء اللہ خان

مولانا محمد انشاء اللہ خان بن مولوی محمد انعام اللہ ۲۰ اپریل ۱۸۷۰ء / ۱۸ / محرم ۱۲۸۷ھ کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مولوی محمد انعام اللہ ضلع کرتال میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس تھے اور سرسید احمد خان کے ساتھیوں میں سے تھے۔ انہیں سرسید احمد خان کے مذہبی اور سیاسی خیالات سے اتفاق نہ تھا مگر ان کی تعلیمی مساعی کے مداح اور معترف تھے۔

مولانا محمد انشاء اللہ خان نے ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ میں حاصل کی۔ تیرہ سال کی عمر میں مڈل کا امتحان کرتال سے پاس کیا اور میٹرک گوجرانوالہ سے کی۔ اس اثنا میں ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تاہم انہوں نے مزید تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ۱۸۸۷ء / ۵۔۴۔۱۳۰۲ھ میں ایف۔ اے کا امتحان دیا جس میں ناکام ہوئے۔ اس کے بعد زمینداری میں مشغول ہو گئے۔

مولانا محمد انشاء اللہ خان کو مضمون نگاری کا شوق ابتدا سے تھا۔ ان کا پہلا اردو مضمون ۱۸۹۵ء / ۱۳۔۱۳۱۲ھ میں ”پیسہ اخبار“ میں طبع ہوا۔ اسی زمانے میں انگریزی اخبار دی سن (THE SUN) میں لکھنا شروع کیا۔ اس کے بعد وکیل (امرتسر) میں چند مضامین لکھے اور اکتوبر ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۳ھ میں ”وکیل“ کے مدیر ہو گئے۔

۱۹۰۰ء / ۱۳۱۸ھ میں ”وکیل“ (امرتسر) سے الگ ہوئے۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء / ۱۳۱۸ھ کو لاہور سے ہفت روزہ ”وطن“ جاری کیا اور ”حمید پر لیس“ کے نام سے ایک مطبع قائم کیا۔ ۱۹۰۲ء / ۱۳۲۲ھ میں جنگ روس و جاپان کے زمانے میں ”وطن“ کو روزنامہ بنایا لیکن دو تین ماہ بعد روزانہ ایڈیشن بند ہو گیا۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء / ۱۳۲۹ھ میں دوبارہ روزنامہ

کیا۔ ۱۹۳۰ء/۲۹-۱۳۲۸ھ تک اخبار باقاعدگی سے طبع ہوتا رہا۔

مولانا انشاء اللہ خان نے تفسیر القرآن کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا تھا۔ جو

ناقدروائی کے باعث دو سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔

مولانا محمد انشاء اللہ خان کی شہرت ایک صحافی کی حیثیت سے ہے مگر ان کی علمی اور تصنیفی

کوششوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علوم اسلامیہ اور عربی زبان و ادب پر گہری نظر رکھتے تھے۔

مولانا انشاء اللہ خان ۱۹۲۸ء/۲۷-۱۳۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی حسب ذیل

کتابیں مصروف ہیں:

۲۔ بست سالہ عہدِ حکومت سلطان عبدالحمید

۱۔ اردو ترجمہ انجیل بر بناس

۴۔ محارباتِ سلوونا

۳۔ تاریخ خاندان عثمانیہ

۶۔ ترکی کی موجودہ حالت

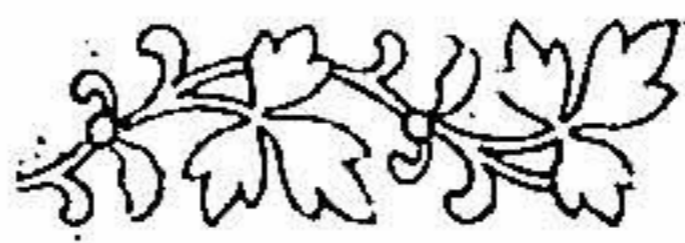
۵۔ محارباتِ تحسلی

۸۔ واقعاتِ روم

۷۔ مظالم آرمینیا

۱۰۔ ترجمہ مقدمہ ابن خلدون

۹۔ تاریخ حجاز ریوے



## سید محمد باقر چکڑالوی

مولانا سید محمد باقر بن گل محمد شاہ نقوی سادات سے تھے۔ اُن کا خاندان چکڑالہ ضلع میانوالی کے معزز و محترم خانوادوں میں سے ایک ہے۔ سید محمد باقر یکم رمضان ۱۲۹۹ھ/۷ جولائی ۱۸۸۲ء کو پیدا ہوئے۔ پرائمری تعلیم کے بعد صرف و نحو اپنے بھائی سید طالب حسین شاہ اور والد بزرگوار سے پڑھی۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی کے فرزند محمد علی سے کافیہ، شرح جامی اور منطق کے بعض رسائل پڑھے۔ اس کے بعد ملتان گئے اور مولوی سید علی نقی سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا شریف حسین جگراؤں کے ممتاز شیعہ عالم تھے۔ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اسباق لےئے۔ کچھ عرصہ لکھنؤ میں بھی مقیم رہے۔ دینی علوم کی تکمیل کر کے واپس وطن آئے۔ ۱۹۰۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان اعزاز سے پاس کیا اور دہلائی متمتعہ کے مستحق قرار دیئے گئے۔ اس کے بعد منشی فاضل کی سند حاصل کی۔

۱۹۱۲ء میں وطن میں تعلیم و تدریس شروع کی۔ دس سال بعد چک-۳۸ کے اہل تشیع انہیں اپنے ہاں لے گئے۔ بیس برس تک اس علاقے کے شیعہ عوام کی اصلاح و تربیت میں مصروف رہے۔ ۱۹۲۲ء میں موضع بدہ رجبانہ ضلع جھنگ چلے گئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۸ صفر ۱۳۸۶ھ/۲۹ مئی ۱۹۶۶ء کو بیمار ہوئے اور اپنی زمین وارثہ کھاڑو ضلع میانوالی چلے گئے۔ وہیں ۱۹ صفر ۱۳۸۶ھ/۱۰ جون ۱۹۶۶ء کو سفر آخرت اختیار کیا۔

مولانا سید محمد باقر بلعد پاپیہ اور جید شیعہ عالم تھے۔ کتب درسی پر حیرت انگیز عبور رکھتے تھے۔ ان سے سینکڑوں افراد نے اکتسابِ علم کیا۔ ان کی اولاد میں تین فرزند۔ سید ناصر الدین حسین، سید ضیاء الدین حسین اور سید زین الدین حسین ہیں۔



## محمد جان

مولانا محمد جان موضع ستموں (تزدواہ چھاؤنی) کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مولانا قطب الدین غور غشتوی سے درسِ نظامی کی بعض کتابیں پڑھیں۔ مزید تعلیم کے لئے دہلی چلے گئے۔ مفتی کفایت اللہ دہوی اور دوسرے اساتذہ وقت کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ طبیہ کالج دہلی میں فنِ طب کی تحصیل کی۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند گئے اور اساتذہ دارالعلوم سے کچھ عرصہ اکتسابِ فیض کیا۔ مولانا احمد علی لاہوری سے بیعت تھے اور ان سے تفسیرِ قرآن پڑھی تھی۔ مولانا لاہوری ایک عرصہ واہ گاؤں کی مسجد میں مقیم رہے تھے اور یہیں انہوں نے قرآن مجید کا حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا۔ ان دنوں مولانا محمد جان، مولانا لاہوری کے بہت قریب رہے تھے۔

مولانا محمد جان نے فارغ التحصیل ہو کر مطب سے آذوقہٴ حیات حاصل کیا۔ اور حسبہ اللہ دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ نیک سیرت، متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ اپنے علاقے میں معروف عالم دین اور طبیب تھے۔ ۱۰ ربیع ۱۳۹۹ھ / ۶ جون ۱۹۷۹ء کو فوت ہوئے اور اپنے آبائی گاؤں میں دفنائے گئے۔ مرحوم کی اولاد میں یمن صاحبزادے ہیں۔



## حافظ محمد جمال ملتانی

مولانا حافظ محمد جمال بن محمد یوسف بن حافظ عبدالرشید تقریباً ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء میں  
 ملتان میں پیدا ہوئے۔ اُن کے اساتذہ کے بارے میں تفصیلات نہیں مل سکیں۔ دورانِ  
 طالب علمی میں ذہین اور محنتی طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ دائرۃ الاصول تک مروجہ نصاب  
 کی تحصیل کی تھی کہ ریاضت و مجاہدہ نفس میں مصروف ہو گئے۔ حاضر جوانی اور طلاقتِ لسانی  
 کی خوبیوں سے بلدیہ اتم بہرہ ور تھے۔ اُن سے مناظرہ و مباحثہ میں کسی دوسرے شخص کا  
 بڑھ جانا ممکن نہ تھا۔ شیخ الکرخی الدین ابن عزلام ۶۳۸ھ) اور مولانا جامی (۸۹۸ھ) کی  
 تصنیفات پر عبور رکھتے تھے۔ مسئلہ وحدت الوجود پر گہری نظر تھی اور فصوص الحکم سے  
 خصوصی دلچسپی تھی۔

حافظ محمد جمال نے ملتان میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ خود درس دیتے تھے۔ اُس  
 زمانے میں یہ مدرسہ علم و فضل کا ایک اہم مرکز تھا۔ خواجہ گل محمد چوہدری نے اس مدرسے  
 میں دو سال تعلیم حاصل کی تھی۔

خواجہ نور محمد مہاروی سے بیعت ہوئے اور اُن کی طرف سے اجازت و خلافت  
 سے سرفراز ہوئے۔ اپنے مرشد سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ سفر و حضر میں اُن  
 کے ساتھ رہتے اور اُن کی مجالس سے فیض یاب ہوتے۔ تھے۔ غیر شرعی رسوم کو سخت  
 ناپسند کرتے تھے اور احکام شرعی کے اتباع کی تلقین کرتے تھے۔

۱۷ گلزارِ جمالیہ ص ۷-۸

۲۷ تکریم سیر الاولیاء ص ۱۳۵

باہنلاق اور توحش پوشی بزرگ تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا۔ اکثری میں  
 حدیثِ مسلم، حدیثِ جمیل و بحب الجمال کے الفاظ کندہ تھے۔  
 حافظ محمد جمال علم و عمل کی بے پناہ صلاحیتوں سے متصف تھے۔ ایک طرف علمی و  
 روحانی طور پر ان کا پایہ بلند تھا تو دوسری طرف شجاعت و بہادری اور جہد و نفا میں اپنی  
 مثال آپ تھے۔ پنجاب پر سکھوں کا تسلط ہوا تو مسلمانوں کو مہارت و مشکلات کا  
 سامنا کرنا پڑا۔ حافظ صاحب کی زندگی میں سکھوں نے ملتان پر حملے کئے۔ وہ ان حملوں  
 کے روکنے میں والیان ملتان کے ساتھ تھے۔ ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں ملتان پر حملہ ہوا تو وہ ملتان  
 سے باہر تھے۔ فوراً معرار میں حصہ لیتے واپس آ گئے۔ تیراندازی میں کافی مہارت رکھتے  
 تھے اور اس فن کی تربیت دیتے تھے۔

حافظ صاحب ۱۵ جمادی الاول ۱۲۲۶ھ / ۲۹ مئی ۱۸۱۱ء کو فوت ہوئے کسی  
 نے تازنہ وصال کہی ہے ع

خرد ز سال و ما ش پو حست ہوئے کرو  
 ندائے داو سر و شتم کر یافت خوب وصال

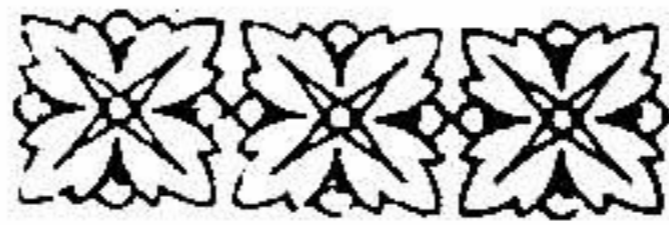
۱۲۲۶ھ

حافظ صاحب نے دو شادیاں کی تھیں لیکن لا اولد رہے۔ تاہم ان کے روحانی فرزندوں  
 کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کے چند خلفاء کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولانا خدایت بخش ملتان، ثم حیر پور
- ۲۔ مولانا عبدالعزیز بن پیر ہاروی



- ۳۔ مولانا زاہد شاہ  
 ۴۔ مولانا غلام حسن ملتان  
 ۵۔ قاضی عیسیٰ خان پوری  
 ۶۔ مولانا حامد  
 ۷۔ صاحبزادہ غلام فرید
- حافظ صاحب سے کوئی تصدیق یادگار نہیں البتہ ان کے علم و فضل کے نقوش  
 ملفوظات میں ملتے ہیں ملفوظات کے اہم مجموعے یہ ہیں:
- |                   |                                 |
|-------------------|---------------------------------|
| ۱۔ نخصائلِ رضیہ   | مرتبہ مولانا عبدالعزیز پیر پوری |
| ۲۔ انوارِ جمالیہ  | مرتبہ مولانا غلام حسن ملتان     |
| ۳۔ اسرار الکمالیہ | مرتبہ زاہد شاہ                  |



# مفتی محمد حسن

مفتی محمد حسن بن اللہ داد ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں نل پور (نزد گڑھی افغاناں) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی کتابیں قاضی نور محمد سے موضع سنگ جانی (ضلع راولپنڈی) میں پڑھیں۔ صرف و نحو کی چند کتابیں قاضی گوہر دین سے پڑھیں اور کھٹ گئے۔ منطق کی کتابیں مولوی محمد معصوم ساکن ڈھینڈہ (ضلع بہارہ) سے پڑھ رہے تھے کہ وہ مدرس ہو کر مدرسہ غزنویہ امرتسر چلے گئے۔ مفتی محمد حسن نے درس نظامی کی تکمیل امرتسر میں مولوی محمد معصوم کے علاوہ مولانا عبدالجبار امرتسری (م ۱۳۳۱ھ)، مولانا نور احمد امرتسری (م ۱۳۲۸ھ) اور مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی (م ۱۳۵۲ھ) سے کی۔ جب مولانا تھانوی سے بیعت ہونے لگے تو انہوں نے دو شرائط عائد کیں۔ اولاً کسی قاری سے قرآن پاک کی عشق کریں اور ثانیاً کسی حنفی المسلک عالم سے حدیث پڑھیں چنانچہ ان شرائط کے مطابق قاری کریم بخش امرتسری سے قرآن مجید پڑھا اور دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر امرتسر میں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا اور اپنی قابلیت کی وجہ سے بہت جلد مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس ہو گئے۔ "مسجد نور" امرتسر میں خطبہ جمعہ دیتے اور عموماً نماز فجر کے بعد قرآن کریم کا درس دیتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی (م ۱۳۹۶ھ) ان کے درس قرآن میں شریک ہوئے تو اپنے "تاثرات" کو یوں شعری جامہ

پہنایا ع یہ اے عجب بہ فیض و فضل مولانا حسن دیکھا

کہ امرتسر ہم نے آج اک تھانہ بھون دیکھا

دیا وہ درس قرآنی کہ آنکھیں کھول دیں جس نے

معارف ہائے قرآنی کا دریا موجزن دیکھا

درس و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی بھی ایک مستقل ذمہ داری تھی۔ ملک کے اطراف و جوار

سے استفادہ آتے اور وہ پوری چھان بین اور تحقیق کے بعد جواب لکھتے تھے۔

رمضان ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء میں پہلی بار مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلے حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری (خلیفہ مولانا تھانویؒ)

سے تعلق اصلاح قائم کرو اور ان سے خط و کتابت کرو۔ ان کے ۲۵ خطوط کے تبادلے

کے بعد جملہ خط و کتابت مجھے دکھاؤ۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے

حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری سے مراسلت کی۔ دو سال میں خطوط کی تعداد پوری ہوئی۔ دوسرے لفظوں

میں اصلاح و تزکیہ کا ایک کورس پورا ہو گیا۔ مفتی صاحب نے تمام مراسلت مولانا تھانویؒ

کو دکھائی تو انہوں نے ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ / ۳ جولائی ۱۹۲۵ء کو سلاسل اربعہ میں بیعت لی۔ بعد

میں خلافت سے سرفراز کیا۔ مولانا تھانویؒ کو ان سے تعلق خاطر تھا۔

قیام پاکستان کے بعد مفتی محمد حسن امرتسر سے لاہور آ گئے۔ مدرسہ نعمانیہ امرتسر کے

تبادلے میں مول چند بلڈنگ (نیلا گنبد) کا ایک حصہ الاٹ ہوا۔ وہیں ۸ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ /

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مدرسہ امرتسر کی تجدید جامعہ اشرفیہ کے نام سے کی۔ "جامعہ اشرفیہ"

جلد ہی معیاری دینی درسگاہ بن گئی اور اس کی وسیع عمارت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ

فیروز پور روڈ پر مدرسہ کی جدید عمارت کے لئے سو کناں اراضی خریدی گئی اور ۱۴ شعبان ۱۳۷۴ھ / ۲۸ مارچ

۱۹۵۵ء کو نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مفتی صاحب نے چُن چُن کر فاضل مدرسین

اکٹھے کئے اور یہ جامعہ "کوٹلک کی بہترین دینی درسگاہوں میں لاکھڑا کیا۔

مفتی صاحب دینی و اصلاحی خدمات میں مصروف تھے کہ ان کے پاؤں پر ایک پتھر پڑا

ہو گیا جس نے رفتہ رفتہ ساری پنڈلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ٹانگ میں شدید تکلیف رہنے

لگی آخر ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق ٹانگ کاٹ دی گئی۔ اس تمام تکلیف میں صابر و شاکر

رہے اور کوئی کلمہ شکایت زبان پر نہ لائے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء / ۲۰ شوال ۱۳۷۱ھ کو فالج

کا حملہ ہوا۔ دو اداروں سے اتفاق ہو گیا مگر چلنا پھرنا موقوف ہو گیا۔ طویل بیماری کے بعد ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ / یکم جون ۱۹۶۱ء کو کراچی میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری (خلیفہ مولانا تھانوی) نے پڑھائی اور سوسائٹی کے قبرستان میں دفنائے گئے۔ قومی پریس نے ان کی رحلت کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ روزنامہ کوہستان نے اپنے تعزیتی ادائیگی میں مفتی صاحب کے سیرت و کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

• آپ مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اعظم اور ان کے رنگ میں پوری طرح رنگے ہوئے تھے۔ تقویٰ اور احتیاط کا یہ عالم کہ ساری عمر کبھی اخبار نہیں پڑھا مبادا کوئی غلط بات (یا) تاثر ذہن میں قائم نہ ہو جائے۔ اور آپ کی دینداری اور پرہیزگاری کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی مجلس میں کبھی دنیا کے چرچے اور دنیا کی باتیں نہیں ہوئیں۔ ہمیشہ آخرت کا ذکر اور خدا کے دین کی باتوں کا چرچا رہتا۔ منکرات سے اجتناب کی یہ کیفیت کہ آپ کی مجلس میں کبھی کوئی غیبت نہیں سنی گئی۔ دین کی تبلیغ و اشاعت کا جذبہ و شوق اتنا کہ جوں ہی خود تحصیل علم سے کئی طور پر فراغت حاصل کی۔ امرتسر میں مسجد خیر الدین میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ کی تبلیغ و تعلقین نے ہر طبقہ اور ہر سطح کے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔

مفتی محمد حسن کی رحلت پر کثرت سے تعزیتی نظمیں، قطععات اور مادہ ہائے تاریخ

کہے گئے۔ جامعہ اشرفیہ کے ایک طالب علم نے قطعہ تاریخ کہا:

وہ عالم وہ ہادی دین متیں      جھکے جن کے آگے کہیں وہیں  
وہ جن سے ہے قائم پیام از      محبت، عقیدت، ایہ حسن یقین

زبانے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں      رہی منتظر جن کی خلدِ بریں  
یہ پوچھا تو جواب تے کون تھے      کیا ہے جنہیں دفن زیرِ زمین  
صدا دی یہ ہاتھ نے تازہ پر      محمد حسن مفتی شرع و دین

۱۳۸۰ھ

مفتی صاحب کے بیس خلائق نامے مجاز کے نام ملتے ہیں۔ جن میں بیروا عظمیٰ مولانا محمد یوسف  
مفتی محمد خلیل اور مولانا شمس الحق افغانی جیسے علماء شامل ہیں۔ مفتی صاحب کی اولاد میں ایک  
مہاجر اور چھ صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد عبداللہ مہتمم جامعہ شرفیہ لاہور

۲۔ حاجی ولی اللہ

۳۔ محمد عبداللہ

۴۔ قاری مولانا عبدالرحمان نائب مہتمم جامعہ شرفیہ

۵۔ حاجی عبدالرحیم

۶۔ حاجی فضل الرحیم



# محمد حسن فیضی

ابوالفیض محمد حسن فیضی بن نور حسین ضلع جہلم کے معروف گاؤں "بھیس" میں پیدا ہوئے۔ اُن کے اساتذہ میں مولانا قاضی عبدالعلیم (ساکن ڈھاب قاضیاں) کا نام ملتا ہے جو اُن کے ناموں تھے۔ موصوف ابوالفضل کرم الدین دیر کے پچازاد بھائی تھے۔

مولانا ابوالفیض کو عربی زبان و ادب پر قدرتِ کاملہ حاصل تھی عربی زبان میں بلا تکلف لکھتے اور شعر کہتے تھے۔ اُن سے کئی قصائد یادگار ہیں جن میں سے بعض صنعتِ مہملہ میں ہیں۔ ملا مبارک (م ۱۰۰۱ھ) کے بیٹے فیضی (م ۱۰۰۲ھ) کی طرح زبان پر قدرِ کاملہ کے پیش نظر اپنے لیے فیضی کا تخلص پسند کیا تھا۔

فارع التخصیل ہوئے تو انجمن نعمانیہ لاہور نے اپنے مدرسہ کے لیے اُن کی خریدت حاصل کر لیں۔ موصوف کے اہم کارناموں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی کا علمی تعاقب ہے۔ مرزا صاحب کو اپنی عربی دانی پر بڑا تازہ تھا اور آٹھ دن علماء کو مقابلے کا چیلنج دیتے رہتے تھے۔ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو مولانا فیضی مسجد حکیم حسام الدین (سیالکوٹ) میں مرزا صاحب سے ملے اور صنعتِ مہملہ میں لکھا ہوا ایک قصیدہ مرزا صاحب کے سامنے رکھا تاکہ وہ اس قصیدے کے مطالب پر روشنی ڈالیں۔ مرزا صاحب اپنی ہمہ دانی کے باوجود تڑپڑھ سکے اور قصیدہ واپس کر دیا۔ مولانا فیضی نے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو "سراج الاخبار" (جہلم) میں ایک اشتہار دیا جس میں یہ واقعہ تفصیل سے درج کر کے

لکھا:

» اخیر پر میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہوں تو انہیں صدر جہلم میں کسی مقام پر ٹھہرے سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر

ہوں۔ تحریری کریں یا تقریری۔ اگر تحریر ہو تو تشریح کریں یا نظم میں۔ عربی  
 ہو یا فارسی یا اردو۔ آئیے سنئے اور سنا۔ بیٹے،  
 مرزا صاحب کی طرف سے خاموشی رہی تو انہیں ایک مکتوب لکھا اور اپنے شائع کردہ  
 اشتہار کی جانب توجہ دلائی۔ ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو یہ مکتوب بھی "سراج الاخبار" میں چھپا  
 اس میں مولانا فیضی نے لکھا تھا:

"میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو  
 تیار ہوں۔ تاویخ کا تقریباً ہی کر دیجئے اور اطلاع کرو دیجئے کہ میں  
 آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کر دوں۔"

مگر جواب نہ آتا تھا نہ آیا۔ اسی عرصے میں مرزا صاحب پیر مہر علی شاہ صاحب کو  
 چیلنج دے رہے تھے۔ پیر صاحب ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب سے زبانی  
 مباحثے کے لئے بادشاہی مسجد لاہور پہنچ گئے۔ مرزا صاحب یہاں بھی نہ آئے۔  
 ۲۷ اگست کو مرزا صاحب کی آمد سے کابل یا یوسی کے بعد جلسہ ہوا۔ اس میں مولانا  
 عبدالجبار نعزتوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مفتی عبداللہ ٹوٹلی کے ساتھ مولانا فیضی  
 بھی شریک رہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کے منواخ نگار نے لکھا ہے کہ انہوں نے  
 "در بارہ غرض اعتقاد جلسہ و کاروائی مباحثہ ایک تحریر پڑھی جس کے آخر میں مولانا صاحب  
 نے ایک پرزور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا  
 جیسے بلکہ اُس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح، مہدی ہونے کا دعویٰ  
 کرنے والے پیدا ہو کر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرفِ غلط کی طرح صفحہ ہستی سے  
 مسط چکے ہیں۔"

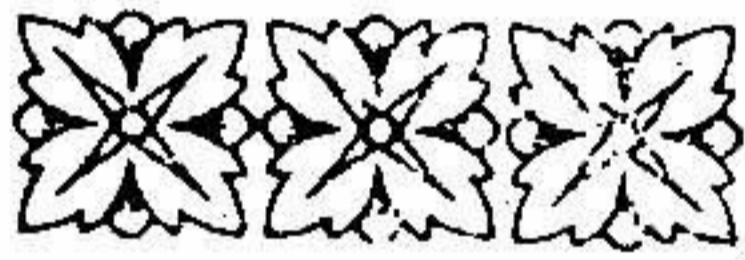
مولانا فیضی ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء / ۵ / ۱۱ / ۱۳۱۹ھ کو فوت ہوئے اور بچیں میں  
دقنائے گئے۔

مرزا صاحب نے ان کی وفات کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیا کہ ان کے مخالفین  
زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ بے شک بات ہے کہ خود مولانا شاعر اور مترجم کی زندگی میں  
راہی ملک عدم ہوئے اور اپنے کاذب ہونے کی گواہی دی۔

مولانا فیضی سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں؛

- ۱۔ تفسیر سورہ فاتحہ (صغرت مہملہ میں ہے جو طبع نہیں ہو سکی)
- ۲۔ روض الرئی فی حقیقت الربوا۔ ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا ہے اور غیر مسلموں  
سے سود لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

۳۔ القرائض الفیضیہ فی القرائض والولاء والوصیۃ (عربی۔ منظوم)  
مولانا فیضی کے جانشین ان کے قابل فرزند مولانا فیض الحسن فیض ہوئے تھے۔





## پیر محمد حسین شاہ علی پوری

حافظ سید محمد حسین شاہ بن امیر ملت پیر حافظ جماعت علی شاہ علی پوری ۱۲۹۷ھ /  
 ۱۸۷۹-۸۰ء سے کچھ پہلے پیدا ہوئے۔ حافظ شہاب الدین سے قرآن مجید حفظ کیا۔  
 مولانا عبدالرشید سے فارسی کتابیں۔ گلستان، بوستان وغیرہ پڑھیں اور ساتھ ہی ٹڈل  
 کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد امرتسر میں مولانا حافظ نورا احمد امرتسری سے استفادہ کیا۔  
 درس نظامی کی اکثر کتابیں پڑھ کر دہلی گئے۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ  
 سے درس حدیث لیا۔ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر، عربی زبان کے استاد کامل ڈپٹی نذیر احمد  
 دہلوی سے پڑھا۔ مدرسہ امینیہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو ان کی دستار بندی مولانا محمود حسن  
 نے کی۔ پیر سید اختر حسین صاحب لکھتے ہیں:

مدرسہ امینیہ میں آپ نے دورہ حدیث ختم کیا تو دستار بندی  
 کے لئے حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب تشریف لائے تھے۔  
 آپ نے ایک ایک طالب علم کی دستار بندی کی اور سندیں عطا کیں  
 حضرت صاحبزادہ صاحب فطری تواضع و انکسار کے مطابق سب سے  
 پیچھے تھے۔ جب آپ کی باری آئی تو دستاریں ختم ہو چکی تھیں۔ مولانا  
 محمود الحسن صاحب کو معلوم ہوا کہ اب کوئی دستار نہیں رہی تو انہوں  
 نے اپنی ٹوپی اور دستار اتار کر صاحبزادہ صاحب کی دستار بندی کی اور  
 آپ کی ذہانت و فطانت کی تحسین فرمائی۔ آپ کی سند پر اپنے دستخط  
 ثبت کئے اور آپ کے لئے دعا فرمائی۔ (یہ دستار اور سند اب تک  
 ہمارے پاس محفوظ ہے)۔

دہلی کے دوران قیام میں طبیہ کالج میں باقاعدہ طب کی تعلیم حاصل کی۔ قازق تحصیل ہو کر علی پور آئے اور مدرسہ نقشبندیہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ فتویٰ دہلی لکھتے تھے اور اکثر تدریسی کام بھی کرتے تھے۔ کتاب دوست عالم تھے انہوں نے مدرسہ کے کتب خانے میں قیمتی اور نادر و نایاب کتابوں کا اضافہ کیا۔

سید محمد حسین شاہ، ابتدا میں مولانا فقیر محمد چوروی سے بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد اپنے والد ماجد سے تجدید بیعت کی اور ان کے جانشین و خلیفہ ہوئے۔ موصوف مخیر، متواضع اور بردبار عالم تھے۔ اتباع سنت کا خاص خیال رکھتے تھے۔

آخری عمر میں موتیابند کے شکار ہو گئے تھے۔ گوجرہ میں آپریشن ہوا۔ بینائی ٹھیک ہو گئی مگر اس کے بعد صحت خراب رہنے لگی۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۶ء/ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ کو فوت ہوئے اور علی پور سیداں میں دفنائے گئے۔

مرحوم کی اولاد میں سید اختر حسین (جانشین) سید انور حسین اور ایک صاحبزادی ہیں۔

سید مرحوم سے ایک تالیف "افضل الرسل" (سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) یادگار ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" میں ان کے کئی مقالات شائع ہوئے جو بصورت کتاب شائع نہیں ہوئے۔

۱۱۱۱۱۱۱

## محمد حسین قصوری

مولانا محمد حسین بن میاں غلام احمد بن میاں احمد بن میاں نور محمد ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۸ء / ۱۲ رجب ۱۲۸۵ھ کو قصور میں پیدا ہوئے۔ اُن کے اجداد میں سے میاں نور محمد نواحی موضع مرالی سے قصور شہر میں آئے تھے۔ میاں نور محمد کے صاحبزادے میاں احمد بن مفتی شہر کے منصب پر فائز تھے۔ انہوں نے کوچہ جھکیاں میں ایک مسجد تعمیر کروائی تھی جو آج تک ”مسجد میاں احمد مرالی“ کے نام سے معروف ہے۔

میاں احمد بن کے صاحبزادے اور مولانا محمد حسین کے والد ماجد میاں غلام احمد (م ۱۸۸۸ء / ۶-۵-۱۳۰۵ھ) امرتسر میں فارسی کے معلم تھے۔

مولانا محمد حسین نے ابتدائی تعلیمی تصور میں حاصل کی۔ بعد میں والد ماجد کے ساتھ امرتسر میں رہے جہاں باقاعدہ تعلیم شروع کی۔ ایف۔ اے کا امتحان دیا تو اُن کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تاہم انہوں نے ۱۸۹۰ء / ۴-۱۳۰۵ھ میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ ایم۔ اے (فلسفہ) میں داخلہ لیا مگر بعض مجبوریوں کے باعث یہ سلسلہ ترک کرنا پڑا۔ ایس۔ اے۔ وی کا پیشہ وارانہ امتحان پاس کر کے شعبہ تعلیم سے منسک ہو گئے۔

ابتداء میں دو سال ڈیرہ غازی خان میں رہے۔ وہاں سے قصور تبادلوں ہو گیا اور تقریباً دس سال یہاں فرائض منصبی ادا کئے۔ کچھ عرصہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء / ۱۷ رجب ۱۳۲۰ھ کو ایک ہندو کی اس شکایت پر سبکدوش کر دیئے گئے کہ وہ نقل سماعت کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو اپنے مرشد پیر سید جماعت علی شاہ کے ارشاد

پر رتھ تک پہنچے گئے اور ڈسٹرکٹ جج کی کچہری میں "ملکر آف دی کورٹ" ہو گئے۔ چودہ سال  
 رتھ تک میں قیام رہا۔ یہاں سے کرنال تبادلوں ہوا۔ آٹھ سال ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کرنال کی  
 عدالت میں بحیثیت مترجم کام کیا۔ ۱۹۲۶ء میں پنشن حاصل کی اور مستقل طور پر وہیں مقیم ہو  
 گئے۔ ۲۴ شوال ۱۳۴۵ھ / ۱۶ اپریل ۱۹۲۷ء کو وفات پائی۔ اگلے دن کرنال میں حضرت شاہ  
 بوعلی قلندر کے مزار کے قریب دفنائے گئے۔ مولانا غلام احمد انگریزی نے حسب ذیل  
 قلمی تاریخ کہا:

چوں محمد حسین مولانا	از پے آنورت کمر بستہ!
روز چارم بدازمہ دشوال	رشتہ زبیں دار پے بقا بست
بے گماں سالک طریقت بود	شاغل ذکر حق بحق بیوست
کلمہ انگریز نوشت سال وصل	کو کب سالکان بخت رفت

۱۳۴۵ھ

مولانا محمد حسین قصوری جن دنوں بی۔ اے کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ پیر  
 سید جماعت علی شاہ علی پوری لاہور گئے۔ مولانا قصوری نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔  
 پیر صاحب نے انہیں خلعتِ خلافت سے نوازا۔ حضرت فقیر محمد چوروی نے بھی دستار  
 خلافت عنایت کی۔

مولانا قصوری کے فارع اوقات تبلیغ و ارشاد میں گزرتے تھے۔ کئی کئی دن دیہات  
 میں مقیم رہتے اور سادہ لوح دیہاتیوں کو اللہ اور اس کے رسول کا پیغام سناتے۔ قلمی ارتداد  
 کے زمانے میں اپنے مرشد پیر سید جماعت علی شاہ کے ساتھ مراد آباد، بریلی، آگرہ،  
 ایٹہ اور فرخ آباد کے کامیاب دورے کئے۔ ان کے کارناموں میں سے ایک

”مسلم را چھوت ہائی سکول کلا تورا“ کا قیام ہے۔ رشتک میں ایک ابتدائی مدرسہ ”نصرت الاسلام“ قائم کیا جو ایک عرصہ کام کرتا رہا۔

مولانا قصوری تعلیم و تبلیغ کے ساتھ مذہبی موضوعات پر مضامین لکھتے رہتے تھے۔ رسالہ ”خدا م الصوفیہ“ اور ”صوفی“، (منڈی بہاؤ الدین) میں ان کی نگارشات ملتتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ اپنے ارادت مندوں اور احباب کو تبلیغی مکاتیب ارسال کرتے رہتے تھے۔ مکاتیب کا کچھ حصہ ”خزینہ فیض قصوری“ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مولانا قصوری کی اولاد میں صاحبزادہ مولانا نور احمد حیات ہیں اور دینی و تبلیغی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

IIIIIIII

## میاں محمد حسین نقشبندی

مولانا میاں محمد حسین بن کرم الہی بن حسن محمد بن برہان الدین ۹ محرم ۱۳۰۰ھ / ۲۰ نومبر ۱۸۸۲ء کو موضع جھگیان ناگرہ مقانات لاہور میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد ماجد میاں کرم الہی تقویٰ شعار بزرگ تھے اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے تھے۔

میاں محمد حسین ابتدائی تعلیم ڈھولتوال کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ یہاں مشفق استاد مولوی گلاب دین سے خصوصی استفادہ کیا۔ اس کے بعد پیر عبدالغفار شاہ (امام مسجد نیکہ ساد ہواں) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے فارسی کتابیں پڑھیں۔ مولانا فتح محمد اچھروی سے تین سال علمی استفادہ کیا۔ اُن کی رحلت پر مولانا عبدالعزیز مزنگوی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور فقہ و تفسیر کا مطالعہ کیا۔

میاں محمد حسین نے فنِ خوشنویسی میں مولوی نور الدین مرحوم سے استفادہ کیا تھا۔ میاں صاحب قاریع التحصیل ہوئے تو عملی زندگی کا آغاز بحیثیت منشی کیا۔ بیس سال اچھرو کے بھٹیوں میں منشی رہے اور ایٹوں کی آمد و خرچ کے حسابات رکھے مگر اس پیشے میں بھی اُن کی علمی لگن میں کوئی کمی نہ آئی۔ آخر اس شغل کو ترک کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور تادم زبیت اسے جاری رکھا۔

میاں صاحب مولانا فتح محمد اچھروی سے تعلق بیعت رکھتے تھے۔ صوفیانہ اشغال اور تدریس سے جو وقت پختا۔ کتب بینی میں صرف کرتے تھے۔ کتاب دوستی کا

لہ مولوی صاحب رسول نگر ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ صنرسنی میں لاہور آگئے تھے تمام عمر یہیں بسر کی۔ اونچی مسجد پاڑمنڈی اندرون شاہ عالمی دروازہ میں رہتے تھے۔ فنِ کتابت گنہ گنہ کا ذریعہ تھا۔ تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں ۱۹۳۷ء میں فوت ہوئے۔

یہ عالم تھا کہ ضعیف العمری میں بعض نادرا اور نایاب کتابوں کی قلمی نقول تیار کیں۔ گاہے گاہے  
پنجابی اور فارسی میں شعر کہتے تھے اور گدا تخلص کرتے تھے۔

۲۸ دسمبر ۱۹۵۸ء ۶/۶۱۱ رجمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ کو وفات پائی۔ حافظ خادم حسین  
خطیب جامع مائی لاڈو نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور موضع جھکیاں ناگرہ (لاہور) میں دفنائے  
گئے۔ پیر غلام دستگیر نامی نے قطعاتِ تاریخ کہے۔ ایک قطعہ یہ ہے:

تھے نام محمد سے حسین ایک جو موسوم  
دل جنکا تھا اللہ کے اذکار سے مشحون  
مسجد ہی میں مشغول عبادت ہے تا عمر  
جاں دے کے ہوئے گوشہ مسجد میں وہ مدفون  
نامی نے کسی ہے بے سزا نکار یہ تاریخ  
"حاجی ہوئے معذور" سنو عالم محزون

۱-۱۳۷۹

میاں صاحب مرحوم کے تین فرزند ہیں:

- ۱۔ حکیم محمد اکرم
- ۲۔ حاجی محمد اعظم (خوشنویس)
- ۳۔ محمد عالم مختار حق۔ صاحب تصنیف و تالیف ہیں۔

۱۱۱۱۱۱۱۱

## مفتی محمد خلیل

مفتی محمد خلیل موضع چونترہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مولانا سلطان احمد گنجوی سے ابتدائی درسی کتابیں پڑھی تھیں۔ بعد میں ذندہ شاہ بلاول (ضلع اٹک) میں مولانا ولی اللہ (اٹھی والے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور دورہ حدیث پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی۔

مفتی محمد خلیل فارغ التحصیل ہو کر دیوبند سے وطن آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ تدریس و تعلم کے زمانے میں قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال پیدا ہوا تو ایک سال میں قرآن مجید یاد کر لیا۔ ایک عرصہ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں مدرس رہے۔ حدیث و فقہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کا فتویٰ وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

۱۹۲۵ء/۶-۶۵-۱۳۶۲ھ میں گوجرانوالہ میں فوت ہوئے۔ میت ان کے آبائی گاؤں منتقل کی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

مفتی محمد خلیل مرحوم کی تالیفات میں سے علامہ انور شاہ کاشمیری (م ۱۳۵۱ھ) کی ترمذی شریف کی امالی ہیں جو زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔





## قاضی محمد دین بدھوی

قاضی محمد دین بن قاضی سید رسول ضلع راولپنڈی کے گاؤں بدھو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر کے طلب علم کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ فتح جنگ ضلع اٹک میں کچھ عرصہ قیام کر کے مولانا فضل حق رامپوری (م ۱۳۵۹ھ) اور حکیم برکات احمد ٹونکی (م ۱۳۷۷ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی خاطر رامپور اور ٹونک کے سفر کیے۔ مجموعی طور پر سات سال وطن مالوف سے باہر رہے۔

فارغ التحصیل ہوئے تو اپنے گاؤں میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ منطق و فلسفہ کی کتابوں پر گہری نظر تھی۔ حمد اللہ شرح مسلم العلوم کی کئی کئی سطری عبارتیں نوک زبان تھیں ان سے استفادہ کے لیے بخارا، کابل اور قندھار کے طلبہ بدھو، جیسے گاؤں میں آتے تھے جس کی آبادی چند سو نفوس پر مشتمل تھی۔ قاضی صاحب اردو، پنجابی اور پشتو میں درس دیتے تھے۔ ان کی تقریر و لکھن اور مؤثر ہوتی تھی۔ اشعار تحت اللفظ پڑھتے تھے مگر ایک ایک مصرعہ پر سامعین کو رلا دیتے تھے۔

مولانا قاضی محمد دین کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ اکثر مدارس دینیہ کے منتظمین اپنے مدارس کی کامیابی اس میں خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے مدرسہ میں تشریف لے چلیں۔ چنانچہ امرتسر، کھٹک، ملتان (مدرسہ نعمانیہ) سیال شریف، وزیر آباد، بھیرہ، وڑچھا، شرق پور، بندیا ہری پور اور چکوال میں مقیم رہے۔ آخر میں آبائی گاؤں آگئے تھے۔ وہیں ۲۵ فروری ۱۹۶۴ء / ۱۱ شوال ۱۳۸۳ھ کو تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی اور عام قبرستان میں دفنائے گئے۔

قاضی مرحوم سے ہزاروں افراد نے اکتساب فیض کیا ہے۔ چند نام یہ ہیں:

۱۔ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

۲۔ مولانا بشیر احمد پسروری مرحوم

۳۔ پیر محمد کرم شاہ

۴۔ مولانا محمد عبدالحق بندریا لوی



## محمد ذاکر بگوی

مولانا محمد ذاکر بن مولانا عبدالعزیز بگوی ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخ

درگلی رنگین محمد ذاکر ہے۔ والد ماجد نے اُن کی ولادت پر کہا ہے

ہاتفِ خدا آوازہ داد مذاکرہ کشادہ باد

کتبِ درسیہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور سولہ سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی سے  
مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ جتھے کاچ تریں حادق الملک حکیم بہتہ محمد خان سے علم طلب  
میں خصوصی استفادہ کیا۔

فارغ التحصیل ہوئے تو لاہور میں عم محترم مولانا غلام محمد بگوی کے ہاں قیام پذیر ہوئے  
اُن سے تصوف کی بعض کتابیں پڑھیں۔ ایک رائے کے مطابق سلسلہ نقشبندیہ کے اذکار و  
اشغال میں اُن کے اجازت یافتہ تھے۔

۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳-۹۴ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے "مدرسہ حمیدیہ" میں صدر

مدرس مقرر ہوئے۔ تہایت قابل اور محنتی مدرس تھے۔ بہت جلد اُن کی شہرت تدریس دور  
دور پھیل گئی اور طالبانِ علم پر وارنہ وارر جو ع کرنے لگے۔

۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳-۰۴ء میں حضرت خواجہ محمد دین سیالوی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت

ہوئے۔ اپنے مرشد سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ مولانا غلام دستگیر بختو نے حضرت خواجہ  
محمد دین سیالوی کی حیات اور ملفوظات "برکات سیال" کے نام سے مرتب کئے ہیں۔ وہ

انجمن حمایت اسلام لاہور نے ایک مدرسہ "تعلیم القرآن" کے نام سے قائم کیا تھا۔ جس کے مدرسین میں

قاضی خلیفہ حمید الدین (م ۱۸۸۷ء) بہت نامور ہیں۔ ان کی وفات کے بعد مدرسہ کا نام "مدرسہ حمیدیہ"

پڑ گیا۔ ۱۹۱۱ء میں یہ مدرسہ انجمن کی خواہش پر بادشاہی مسجد سے منسلک ہو گیا۔

رقمطراز ہیں:

”ملفوظات زیادہ تر سید العاشقین حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی کی روایات سے لکھے گئے ہیں۔ آپ کے اوقات گرامی توحید و عشق اور اپنے پیران عظام کے ذکر سے معمور تھے۔ حضرت اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالوی کے تو وہ نہ صرف مرید تھے بلکہ مراد تھے۔“

سلسلہ چشتیہ میں مجاز تہافت تھے۔ یہ خود صاحب نے ان کے سیرت و کردار کے بارے میں لکھا ہے:

”حسن و جمال میں بیکتا، نزاکت و لطافت میں متفرد تھے۔ علم و فضل میں کامل، شریعت و عشق سے بہرہ وافر رکھتے تھے۔ نہایت خوش مذاق و خوش مزاج تھے۔ دل ذکر و فکر سے معمور تھا۔ زبان اولیاء اللہ کے ذکر سے سرشار تھی۔ عامۃ الناس کو خدا اور رسول کے احکامات کا پابند بناتے تھے۔“

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صاحب نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”میں..... ۱۹۱۴ء، ۱۹۱۵ء کے سالوں میں..... اکثر ایک فرشتہ سیرت و صورت

شخص کو مسجد کے دروازے کے قریب ہی بڑے کے درخت کے نیچے

عام طور پر نماز میں اکثر مصروف دیکھا کرتا تھا۔ آپ کا اسم گرامی مولانا الحاج

محمد ذاکر ہے..... آپ کو دیکھنا کسی بزرگ مقدس کا دیکھنا تھا۔ میں نے ایسا فوری

چہرہ آج تک نہیں دیکھا۔ آپ مولوی غلام محمد بگوی کے داماد بھی تھے۔“

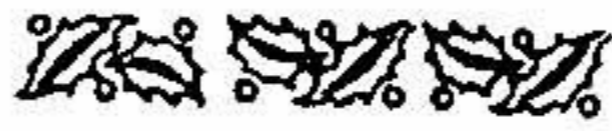
لہ برکات سیال

لہ ایٹا

لہ بادشاہی مسجد لاہور ص ۳۵

۱۱ ربیع الاولیٰ ۱۳۳۲ھ / ۱۹ جنوری ۱۹۱۶ء کو لاہور میں وفات پائی۔ نمازِ جنازہ مسجد  
 وزیر خان میں پڑھی گئی اور تابوت بھیرہ بھیجا گیا۔ جہاں خاندانِ بگہ کے قبرستان میں  
 دفنائے گئے۔ مادہ تاریخ ہے ص

ذاکر، ذکرِ نبی بود



## محمد ذاکر جھنگوی

مولانا محمد ذاکر بن مولانا عبدالغفور ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں محمدی شریف ضلع جھنگ کے معروف دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جد امجد "سیال محمدی" سلسلہ سہروردیہ کے بلند پایہ بزرگ تھے ان ہی کے نام پر محمدی شریف "بستی کا نام ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں اور مولانا محمد حسین (مدرس خانقاہ سیال شریف) سے حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ ان کا خاندان سیال شریف کی خانقاہ سے وابستہ تھا۔ انہوں نے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

مولانا محمد ذاکر دینی تحریکات میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ تحریک خلافت میں حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔ بعد میں مجلس احرار اسلام کی "تحریک کشمیر" میں کام کیا۔ وہ محمدی شریف سے ایک قافلہ لے کر کشمیر جانا چاہتے تھے کہ گرفتار ہوئے اور تین ماہ قید و بند میں گزارے۔

۱۹۳۱ء / ۱۳۵۰ھ میں ایک دینی مکتب قائم کیا جو ۱۰ محرم ۱۳۵۲ھ / ۱۷ مئی ۱۹۳۳ء کو جامعہ محمدی کی شکل اختیار کر گیا۔ زندگی کے آخری دم تک جامعہ کی ترقی میں کوشاں رہے مگر جامعہ سے کبھی کوئی مشاہرہ قبول نہ کیا۔ گزر بسر ذاتی زرعی زمین کی آمدنی پر تھی۔

تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلم لیگ کے ہم نوا تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمہ تن جامعہ کی ترقی میں مصروف ہو گئے تاہم اپنے بلند مقام اور اعلیٰ سیرت و کردار کے پیش نظر ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن بنے۔ دوبارہ ۱۹۶۴ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ تیسری بار ۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر

قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اسمبلی میں انہوں نے ہمیشہ حق و صداقت کی آواز بلند کی۔ جمعیت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے بعض ارکان برسرِ اقتدار جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ مولانا محمد ذاکر ان باوقار افراد میں سے تھے جنہوں نے نامساعد حالات میں بھی اپنی ہمدردیاں تبدیل نہ کیں۔

مولانا محمد ذاکر نے زندگی کے آخری آٹھ سال بیماری میں گزارے۔ اعضاء میں ریشہ اگیا تھا اور آزادانہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا تاہم یہ تمام عرصہ انہوں نے صبر و شکر سے گزارا۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ / ۲۵ نومبر ۱۹۷۶ء کو واصلِ بحق ہوئے۔

مرحوم معتدل مزاج اور صلح کل بزرگ تھے۔ فرقہ وارانہ اختلافات سے کوسوں دور تھے۔ ان کا وجود منافرت زدہ ماحول میں بسا غنیمت تھا۔

\*\*\*\*\*

## محمد رفیق دلاوری

مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری اندازاً ۱۳۰۱ھ / ۸۲ - ۱۸۸۳ء میں موضع دلاور تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تعلیم پائی۔ بعد میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور سند فضیلت حاصل کی۔

دلاور سے تقریباً ترک سکونت کر کے لاہور آگئے تھے اور علمی و تصنیفی کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ جنوری ۱۹۶۰ء / ۱۳۷۹ھ میں لاہور میں فوت ہوئے۔ ان سے حسب ذیل مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار ہیں۔

- ۱۔ سیرت کبری (دو جلد)
  - ۲۔ محسن اعلا (سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)
  - ۳۔ آئینہ تلبیس (چھوٹے مدعیان نبوت کا تذکرہ) دو جلد
  - ۴۔ عماد الدین (فقہ حنفی کے مطابق مسائل نماز)
  - ۵۔ رکعات التراويح (بیس رکعات کی تائید)
  - ۶۔ سیرت ذوالنورین
  - ۷۔ شمائل کبریٰ
  - ۸۔ سیدہ فاطمہ
  - ۹۔ توہمات فرنگ (غیر مطبوعہ)
- ایک ماہنامہ "دریش" (لاہور) بھی ان کی ادارت میں چھپتا رہا ہے۔

۱۔ "سیرت کبریٰ" جلد دوم ص ۱۰۶ پر رقمطراز ہیں "موجودہ وقت میں کہ عمر تتر سال سے متجاوز ہے" اور یہ تحریر ۱۳ صفر ۱۳۷۱ھ کو لکھی گئی ہے۔



## سید محمد زاہد شاہ ہمدانی

سید محمد زاہد ہمدانی سادات کے چشم و چراغ تھے۔ اُن کے اجداد میں سے حافظ سید محمد ہمدانی قصور وارد ہوئے تھے۔ نہاندان میں علم و تقویٰ کی روایت تھی۔ حافظ سید محمد سے "فتاویٰ برہنہ" کی شرح یادگار ہے۔

سید محمد زاہد قصور میں پیدا ہوئے۔ حافظ قرآن اور اہل سنت کے متبحر عالم تھے۔ قاضی لاہور، قاضی سعد الدین کے نائب تھے۔ علوم دینیہ میں دستگاہ کے ساتھ خط نسخ کے ماہر تھے۔

سید منور شاہ بن سید رحمت اللہ سے قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔ ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۲ء میں قصور میں فوت ہوئے اور ریلوے لائن قصور کے قریب دفنائے گئے۔ طغیانی کے باعث یہ قبرستان معدوم ہو چکا ہے۔ مولانا نجم الدین نے اُن کی رحلت پر نظم لکھی۔ چند شعر یہ ہیں:

سید زاہد زہے روشن ضمیر	در ہدایت، اوستا و بے نظیر
عالم ربانی و عامل بعلم	بکر معنی کان تقویٰ کوہِ علم
حق پرست و حق پر وہ حق پسند	باتواضع لپست و باہمت بلند
سالِ تارِ بخش چو درابجد بخت	نجم دین بس پر معاصی و نہ ہفت
ہاتھے فرخندہ طالع گفت نیک	در زبانِ عرب ارصوان عینک

۱۲۱۸ھ

مرحوم کی اولاد میں دو صاحبزادے عنقوان شہاب میں انتقال کر گئے تھے۔ دو صاحبزادوں سید کامل شاہ اور سید ہاشم کی اولاد قصور اور خیبر پور ٹٹا میوالی میں مقیم ہے۔

مرحوم کی حسب ذیل تحریریں ملتیں ہیں:

۱۔ تعلیقات علی عذاب القبر لشرح العقائد (نخطی)

۲۔ احادیث قدسیہ ( // )

۳۔ مکتوبات ( // )

\*\*\*\*\*

## سید محمد زمان شانیازی ہمدانی

سید محمد زمان شاہ بن سید محمود شاہ (معروف بہ بلاق شاہ) بن سید محمد شاہ بن سید ہاشم شاہ  
 بن سید محمد زاہد ہمدانی اپنے نفعیال کھیم کرن میں ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے۔  
 ان کا خاندان کئی نسلوں سے علم و تقویٰ کی سنہری روایات کا حامل تھا۔  
 سید محمد زمان شاہ کی ابتدائی زندگی اپنے آبائی گاؤں کوٹ مراد خان (قصور) میں گزری  
 مولانا عبدالرسول نقشبندی سے تعلیم کا آغاز کیا پھر مولانا غلام محی الدین قصوری سے رشتہ تلمذ  
 استوار کیا۔ مولانا غلام دستگیر سے کافیہ، شرح تہذیب اور کتبخانہ القائن کا درس لیا۔ بعد  
 میں خیر پور ٹا میوالی منتقل ہو گئے۔ مولانا عبدالرحمان خیر پوری، مولانا قاری فضل حق اور مولانا  
 حلیل احمد مہاجر مدنی (م ۱۳۲۵ھ) سے استفادہ کیا اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ مولانا حلیل احمد  
 مہاجر مدنی کو ان سے تعلق خاطر تھا جس کا اظہار ان کے خطوط سے ہوتا ہے۔ ایک خط میں  
 اپنے شاگرد کو لکھتے ہیں:

”عرصہ کے بعد آپ نے بذریعہ عنایت نامہ یاد فرما کر مشکور فرمایا خیر اکرم اللہ  
 تعالیٰ بندہ کے دل میں آپ صاحبوں کی وہی محبت سابقہ باقی ہے۔ اگر گاہے  
 آپ نے یاد فرمایا تو مسرت بہ محبت زائد ہوئی ورنہ اصلی محبت کامل ہے۔  
 واقعی کبھی کبھی ملاقات کو دل بھی چاہتا ہے مگر بظاہر حصول ملاقات نہایت  
 مستعبد بلکہ محال ہے“

فن طب سے دلچسپی تھی۔ ابتداءً حکیم نظام الدین خیر پوری سے استفادہ کیا۔ کافی عرصہ

ملتان میں رہ کر حکیم نصیر الدین سے کتب طب پڑھیں آخر میں حکیم حافظ غلام مصطفیٰ اقصوی سے قن طب کی تکمیل کی۔

فارعہ التخصیص ہو کر ۲۷ دسمبر ۱۸۸۵ء کو نواب بہاولپور کے ذاتی سٹاف میں بھرتی ہوئے۔ یکم ستمبر ۱۸۹۲ء کو اپنی خدمات محکمہ عدالت میں بطور ریڈر منتقل کر لیں اور ترقی کرتے ہوئے چیف کورٹ ریاست بہاولپور کے ریڈر ہوئے۔

سید محمد زمان شاہ نے اپنے استاد گرامی مولانا خلیل احمد بہاؤدینی اور مولانا غلام محمد دین پوری سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ بدعات و رسومات کے تدارک میں کوشاں رہتے تھے۔ جمعہ کو شہر میں وعظ کہتے جس میں اصلاح معاشرہ پر زور دیتے تھے۔ اُن کا وعظ سادہ اور مؤثر تھا۔ مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اُن کی خوشحالی ہمیشہ مد نظر رکھتے تھے۔ اس مقصد کے لیے سابق ریاست بہاولپور کو بعض مسودات قانون دیئے تھے۔

حق گو عالم تھے۔ اپنے استاد مولانا عبدالرحمان خیر پوری سے "طواف قبور" کے مسئلے پر اختلاف کیا۔ مولانا خیر پوری طواف قبور کے قائل تھے۔ دونوں کی تحریریں "کشف الستور عن طواف القبور" کے نام سے چھپ چکی ہیں۔ علامہ حرمین شریفین نے مولانا سید محمد زماں کی رائے کو واثق قرار دیا۔ فقہ حنفی پر اس قدر گہری نظر تھی کہ بہاولپور کی عدالتیں اُن کی رائے کو وزن دیتی تھیں۔ بعض اوقات عدالتوں کی طرف سے مقدمات کی مسلیں اُن کے پاس رائے کے لیے بھیجی جاتی تھیں۔

۱۲ شعبان ۱۳۵۵ھ / ۱۰ نومبر ۱۹۳۶ء کو خیر پور میں واصل بحق ہوئے۔ سید غلام محی الدین شاہ ہمدانی اُن کے اکلوتے فرزند ہیں۔

مرحوم بلند پایہ عالم، حاذق طبیب اور صاحب ثروت ہی نہ تھے بلکہ اچھے شاعر بھی تھے۔ نیازی تخلص کرتے تھے اُن کا کلام "صادق الاخبار" (بہاولپور) میں طبع ہوتا رہتا تھا۔ اردو کے چند شعر بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں:

ہزاروں یا سمن قربان کروں میں  
 ارم قربان ہے صد ہے جنت  
 بہت بے چین ہو فرقت میں یارب  
 میرا سرمایہ دانش ہے کافی!  
 ملے مجھ کو اگر خوارِ مدینہ  
 بہت دلکش ہے گلزارِ مدینہ  
 ملاوے مجھ کو نعمِ خوارِ مدینہ  
 جنونِ عشق ہر شیارِ مدینہ

ان سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں:

- ۱۔ دیوان (خطی)
- ۲۔ تحفۃ الامیر (خطی)
- ۳۔ الف لیلیٰ (فارسی)
- ۴۔ رسالہ ابطالِ سرود
- ۵۔ عمدۃ المناقب (مناقب سید عبدالقادر جیلانی)



## محمد سعید رواتی

مولانا محمد سعید بن مولانا محمد شفیع بن مولانا چراغ دین بن حافظ فضل الدین موضع روات تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں ۱۸۷۸ء/۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اعوان برادری کے چشم چراغ تھے۔ ان کے جد اعلیٰ حافظ فضل الدین اعوان کاری سے ترک سکونت کر کے روات آئے تھے۔ مولانا چراغ الدین معروف طبیب اور عالم دین تھے اسی طرح مولانا محمد شفیع بھی کوہستانی علاقے میں حاذق طبیب مانے جاتے تھے۔

مولانا محمد سعید نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اس کے بعد موضع سرسیداں ضلع باغ (آزاد کشمیر) کے مولانا سید نیاز علی شاہ سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ پڑھنے پچھلی کے ایک عالم سے۔ جو ”تین متین“ کی تدریس کی وجہ سے معروف تھے اور طلبہ میں ”مولانا تین متین“ کے عرف سے پکارے جاتے تھے۔ علمی استفادہ کیا۔ بفقہ ضلع ہزارہ کے متعدد علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ کچھ عرصہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے استفادہ کیا آخر میں دارالعلوم دیوبند گئے اور چھ سال میں علوم مروجہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں شیخ الہند مولانا محمود حسن سے دورہ حدیث پڑھا اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ مولانا محمد سعید تحصیل مری میں پہلے شخص تھے جنہیں ”فاضل دیوبند“ ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

فارع التحصیل ہونے تو ریاست ٹونک میں ایک سال تدریس کی۔ اس کے بعد جلاپور ضلع جہلم چلے گئے۔ پیر غلام حیدر شاہ جلاپوری کے پوتوں۔ پیر فضل شاہ، مہر شاہ، کرم شاہ اور محمود شاہ۔ کے اتالیق تھے۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں پیر فضل شاہ مرحوم کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ارشاد پر ۱۹۱۲ء/۳۳-۳۲ھ میں جامع مسجد راولپنڈی

کی خطابت قبول کی اور مسلسل چودہ سال یہ فریضہ انجام دیا۔ اس کے بعد تقریباً دو سال بھاڑ بازار  
راولپنڈی کی مسجد میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دیئے۔ دینی خدمات کی انجام دہی کے  
ساتھ ساتھ طبابت اور تجارت کا شغل رکھتے تھے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء / ۳ رجب ۱۳۴۶ھ کو مولانا محمد سعید کے والد ماجد مولانا محمد شفیع کا انتقال  
ہو چکا تھا اور اہالیان مری مولانا محمد سعید پر زور ڈال رہے تھے کہ وہ راولپنڈی سے مری آجائیں  
چنانچہ ۱۹۳۰ء / ۲۹ - ۲۸ ۱۳۴۸ھ میں مولانا محمد سعید مری آگئے اور مرکزی جامع مسجد حنفیہ مری میں  
خطیب مقرر ہوئے۔ تیس سال فرائض خطابت ادا کئے۔

مولانا محمد سعید کامیاب مدرس تھے۔ راولپنڈی کے زمانہ قیام میں درس نظامی کی جملہ  
کتابیں پڑھاتے تھے اور تشنگان علم ان سے استفادہ کرتے تھے۔ کوہستانی علاقے میں ان  
کا فتویٰ حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔ موصوف انبار سنت پر بہت زور دیتے تھے۔ اصلاح  
معاشرہ اور بدعات کے قلع قمع میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی تھی۔ نہایت عابد و زاہد بزرگ  
تھے۔ علمی و دینی خدمات میں مصروف ۶، شوال ۱۳۸۲ھ / ۱۰ فروری ۱۹۶۵ء کو روایت میں فوت ہوئے  
اور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے پہلو میں دفنائے گئے۔  
مولانا مرحوم کی اولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں۔

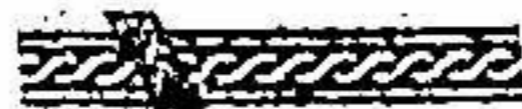
۱۔ مولانا رضوان الرحمان (م ۱۳۸۱ھ)

۲۔ مولانا صدیق الرحمان فاضل دیوبند۔ خطیب جامع مسجد حنفیہ مری

۳۔ ظہور الحق

۴۔ مختار الحق

۵۔ ممتاز الحق



## خواجہ محمد سلیمان تونسوی

خواجہ محمد سلیمان تونسوی بن زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خان ۱۱۸۲ھ / ۱۷۷۰-۷۱ء میں  
گرگوجی ضلع لورالائی (بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔ افتخاروں کے بحر خانی قبیلے  
تعلق رکھتے تھے۔

خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے والد بزرگوار کا انتقال اُن کی شیر خوارگی کے زمانے  
میں ہو گیا تھا۔ اُنہوں نے والدہ لکڑی کی نگرانی میں تربیت پائی۔ چار سال کی عمر میں اپنے  
ہم قبیلہ ملا یوسف سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اُن سے پندرہ پارے پڑھے۔ بعد  
میں ایک دوسرے عالم دین کی نگرانی میں قرآن مجید کی تکمیل کی۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد میاں حسن علی سے استفادہ کے لئے تونسہ (ضلع  
ڈیرہ غازی خان) آئے اور اُن سے فارسی زبان و ادب کے نصاب میں سے پندرہ نامہ عطار  
گلستان سعدی، بوستان سعدی و غیرہ چند کتابیں پڑھیں۔ تونسہ سے موضع لانگہ (تونسہ  
سے پانچ کوس جانب مشرق ایک قصبہ) چلے گئے یہاں کے مولوی ولی محمد سے فارسی  
درسیات کی تکمیل کی۔

فارسی زبان و ادب کا مروجہ نصاب پڑھ کر کوٹ مٹھن تشریف لے گئے۔ جہاں  
قاضی محمد عاقل (د ۱۲۲۹ھ) نے علم و نظر کی بزم سجا رکھی تھی۔ اُنہوں نے قاضی محمد عاقل  
سے علمی و دینی استفادہ کیا۔ منطق میں "قطبی" تک درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ کوٹ مٹھن  
میں مقیم تھے کہ اُنہیں خواجہ نور محمد مہاروی (د ۱۲۰۵ھ) کے ادب تشریف لانے کی خبر ملی۔  
فوراً اُن کے حضور میں پہنچے اور بیعت ہوئے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں وادی تصوف  
میں گامزن ہوئے۔ اُنہوں نے اپنے پیر طریقت سے آداب الطالبین، فقرات،



لوائح، عشرہ کاملہ اور فصوص الحکم کا درس لیا۔

۱۱۹۹ھ/۸۵-۸۴-۸۳ میں خواجہ مہاروی کے حکم پر دہلی کا سفر کیا۔ سفر کے مقاصد میں اہم ترین مقصد شاہ فخر الدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ) سے استفادہ تھا۔ مگر ان کے دہلی پہنچنے سے پہلے شاہ صاحب وصال پا چکے تھے۔

خواجہ محمد سلیمان نے اکیس سال کی عمر میں خلافت حاصل کی اور تونسہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔ یہیں ساٹھ سال تبلیغ و اشاعتِ دین میں مصروف رہے۔ انہوں نے تونسہ اور اس کے گرد و نواح میں کئی مدارس قائم کئے جن کے بارے میں مجمل معلومات ملتی ہیں۔ یہ تونسہ اُن کے دم قدم سے ایک عظیم دارالعلوم بن گیا تھا۔ خواجہ تونسوی خود درس دیتے تھے۔ اپنے ارادت مندوں کو تصوف کی معروف کتابوں میں سے احیاء العلوم (امام غزالی) اور فتوحاتِ مکبہ (ابن عربی) پڑھاتے تھے۔ موصوف قرآن و سنت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اُن کے ملفوظات میں اکثر قرآن و سنت کے حوالے ملتے ہیں۔ فقہ حنفی پر عبور رکھتے تھے اور ضرورت مندوں کی راہنمائی کرتے تھے۔

خواجہ محمد سلیمان تونسوی نے ابتدائی زندگی غریب الوطنی میں بسر کی۔ حصولِ خلافت کے بعد تونسہ کو مستقل مستقر بنایا تو غربت و عسرت کا دور تھا۔ مگر جلد ہی دنیا بدل گئی۔ اُن کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی۔ دہلی سے مولوی حیات علی اور صاحبزادہ نظام الدین پسر کالے صاحب اپنی رُو حافی پیاس بچھانے اُن کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ بلند پایہ اہل علم کے ساتھ ساتھ اہل جاہ و شہم بھی اُن کے آستانے پر حاضری دیتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔ شاہ شجاع (افغانستان) اُن کی خانقاہ میں عقیدت و احترام کے ساتھ حاضر ہوا۔ نو ابان بہادر لپور کو اُن سے ارادت مندانہ تعلق تھا۔ اہل دولت

کے ربوع کے باوجود خواجہ تونسویؒ کے استغناء کا وہی عالم رہا اور کبھی فاریع الیالی کی زندگی گزارنے پر رضامند نہ ہوئے۔ اُن کے مزاج میں قناعت اور توکل کی صفات بدرجہ اتم تھیں۔

خواجہ تونسویؒ، صفر ۱۲۶۷ھ / ۱۲ دسمبر ۱۸۵۰ء کو فوت ہوئے۔ نواب بہاولپور نے ستر ہزار روپے کی خطیر رقم خرچ کر کے مقبرہ بنوایا۔ مولوی حسین علی فتح پوری نے خواجہ تونسویؒ کا قطعہ وصال کہا ہے

سلیمانِ زماں رحلتِ پرفرودہ  
یکایک درجہاں ظلمتِ بیفرود  
پسے سالِ وقاش ہاتفِ نعیم  
بگفت "اواقابِ چشتیاں بود"

۱۲۶۷ھ

خواجہ تونسویؒ کی اولاد میں دو صاحبزادے۔ خواجہ گل محمد اور خواجہ درویش محمد تھے۔ دونوں خواجہ صاحب کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے اُن کے پوتے خواجہ اللہ بخشؒ تونسوی جانشین ہوئے۔

خواجہ تونسویؒ باسٹھ سال مسندِ ارشاد پر فائز رہے۔ ایک لاکھ سے زائد افراد نے اکتسابِ فیض کیا۔ انہوں نے کثرت سے خلافت و اجازت دی۔ اُن کے حلقاؤں سے کم و بیش ستر کے نام ملتے ہیں۔ چند اہم نام یہ ہیں:

۱۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخِ وفات ۹ صفر لکھی ہے۔ (حدیقہ اولیاء ص ۱۱۲)

۲۔ مناقبِ المحبوبین ص ۱۹۹۔ تاریخِ مشائخِ چشت ص ۶۶۲

۳۔ حدیقہ اولیاء ص ۱۱۱

- ۱۔ مولانا محمد علی کھڑی  
 ۲۔ مولانا محمد علی خیر آبادی (م ۱۳۶۶ھ)  
 ۳۔ مولانا نور جہانیاں بہاولپوری  
 ۴۔ مولانا فاضل شاہ (گڑھی افغاناں)  
 ۵۔ مولانا نور محمد نارووالہ  
 ۶۔ مولانا امام الدین مؤلف "نافع الساکین"  
 ۷۔ حاجی نجم الدین مؤلف "مناقب المحبوبین"  
 ۸۔ مولانا شمس الدین سیالوی
- خواجہ توسوی سے کوئی تصنیف یادگار نہیں ہے تاہم ان کے ملفوظات اور اقادات ان کے مریدوں نے یکجا رکھے ہیں۔ چند اہم کتابیں یہ ہیں:
- ۱۔ مناقب المحبوبین۔ حاجی نجم الدین (مطبوعہ)  
 ۲۔ نافع الساکین۔ مولانا امام الدین ( " )  
 ۳۔ منتخب المناقب۔ یار محمد ذوقی (غیر مطبوعہ)  
 ۴۔ راحت العاشقین۔ مولوی محمد ( " )
- آخر الذکر دونوں غیر مطبوعہ کتابیں کتب خانہ مولانا محمد علی کھڑی کھڑکی زینت ہیں۔



## پیر محمد شاہ جیلانی

پیر محمد شاہ جیلانی، سادات گیلانی کے چشم و چراغ تھے۔ اُن کے اجداد میں سے سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے۔ پیر محمد شاہ علوم متداولہ میں مہارت رکھتے تھے۔ فنِ کیمیا کے ماہر تھے۔ جفر و نجوم، عملیات اور طبابت میں اُن کا مرتبہ بلند تھا۔ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۹ محرم ۱۳۳۰ھ/ ۹ جنوری ۱۹۱۲ء کو فوت ہوئے۔ اُن کا مزار سحر پور کے قریب ایک میلِ جانبِ شمالِ مشرق ہے۔ یہ لہتی اُن کے نام سے منسوب "محمد آباد" ہے۔ پیر محمد شاہ جیلانی مرحوم کی اولاد میں تین صاحبزادے حاجی سید احمد شاہ جیلانی، سید مبارک شاہ جیلانی اور سید امام شاہ جیلانی تھے۔ ان میں سے سید مبارک شاہ جیلانی اپنے والدِ گرامی کے علم و فضل کے امین تھے۔ انہوں نے محمد آباد میں "مبارک اردو لائبریری" قائم کی جو پنجاب کے اچھے کتب خانوں میں سے ایک ہے۔ مولانا عبدالرشید نسیم (طالوت) نے اس کتب خانے کے بارے میں لکھا تھا:

"اُردو ادب کا جس قدر ذخیرہ آپ کے پاس جمع ہے اتنا شاید ہی کسی فردِ واحد کے ذوق نے جمع کیا ہو۔"

سید مبارک شاہ جیلانی ۲۱ نومبر ۱۹۶۹ء/ ۱۰ رمضان ۱۳۸۹ھ کو محمد آباد میں فوت ہوئے۔ آج کل اُن کے صاحبزادے سید انیس شاہ جیلانی "مبارک اردو لائبریری" کے ذخیرے میں گراں قدر اضافے کر رہے ہیں۔



## حافظ سید محمد شاہ نیک اختر نوشاہی

نحالوادہ نوشاہی کے چشم و چراغ حافظ سید محمد شاہ نیک اختر بن سید محمد امین ۱۲۸۱ھ / ۶۵-۱۸۶۴ء میں متولد ہوئے۔ علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد ماجد، عم عالی قدر سید محمد شفیع (م ۱۳۱۷ھ) اور سید غلام قادر بن سید عبداللہ نوشاہی سے کی۔ فقہ، ادب اور طب کی کچھ کتابیں مولانا جمال الدین حنفی گاکھڑوی سے پڑھیں۔

والد ماجد سے بیعت کئے اور ان کی وفات پر زینت سجادہ ہوئے۔ تبلیغ اور اصلاح و ارشاد میں زندگی گزارنے والے تھے۔ خاصے متشدد تھے۔

۵۶ سال کی عمر میں ۲۲ محرم ۱۳۳۷ھ / ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

حافظ سید محمد شاہ نیک اختر پاکیزہ ادبی ذوق رکھتے تھے۔ ان کی حسب ذیل تحریریں خطی نسخوں کی صورت میں کتب خانہ نوشاہیہ ساہن پال کی زینت ہیں:

- ۱۔ فہرست تفسیر حسینی
- ۲۔ روزنامہ محمد شاہی مرتبہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی
- ۳۔ کتاب الفوائد " " " " (علیاً، مناقب و تواریخ بزرگان)
- ۴۔ مجربات محمد شاہی " " " "
- ۵۔ مکتوبات محمد شاہی " سید بشیر احمد شرافت نوشاہی
- ۶۔ ملفوظات نوشاہی " سید شریف احمد شرافت نوشاہی

ان کے دو صاحبزادے ہوئے۔

۱۔ سید سرور عالم۔ سات دن عمر پائی

۲۔ سید غلام مصطفیٰ نوشاہی (م ۱۳۸۴ھ) جانشین ہوئے۔

## محمد شریف کوٹلوی

مولانا محمد شریف بن مولانا عبدالرحمان کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ علومِ دینیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ اُن کے وصال کے بعد برصغیر کے ممتاز علماء سے علمی استفادہ کیا۔ فقہ حنفی پر گہری نظر رکھتے تھے اور اہل حدیث حضرات کے خلاف مناظرانہ رنگ میں لکھتے رہتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) کے اخبار "الحدیث" کے مضمولات کے جواب میں اُن کے کئی مضامین شائع ہوئے۔ اسی خدمت کے پیش نظر مولانا احمد رضا خان بریلوی نے انہیں "فقہ اعظم" کا خطاب دیا تھا۔

مولانا محمد شریف مقبول مقرر تھے۔ وعظ و ارشاد میں ایک اسلوبِ خاص رکھتے تھے۔ تحریکِ آزادی میں مسلم لیگ کے ہم نوا تھے اور اُن کی اثر خیز تقاریر نے مسلم لیگ کے مقبول بنانے میں اہم حصہ لیا۔

خواجہ حافظ عبدالکریم نقشبندیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اُن کی طرف سے خلافت سے نوازے گئے تھے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بھی انہیں خلافت و اجازت مرحمت کی تھی۔

توڑے سال کی عمر میں ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء / ۶ ربیع الاخری ۱۳۷۰ھ کو عالمِ فانی سے عالمِ جاوداتی کو رخصت ہوئے۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر (مدیر رسالہ "طلیہ") اُن کے جانشین ہیں۔ مولانا محمد شریف مرحوم کے قلم سے پچاس کے لگ بھگ کتابیں نکلی ہیں! ہم تریز

یہ ہیں:

۲۔ کتاب الترویج

۴۔ کشف العطا

۱۔ نماز حنفی مدلل

۳۔ صداقت الاحناف

۵۔ تصویر شیخ

۷۔ اربعین حقیقہ

۹۔ وہابیہ سے مناکحت

۱۱۔ اربعین نبویہ

۱۳۔ کتاب الوتر

۶۔ ضرورت فقہ

۸۔ فرقہ شیعہ کی ابتدا

۱۰۔ مستورات کی نماز

۱۲۔ تائید الامام باحادیث خیر الانام

۱۴۔ دعا بعد جنازہ

علمائے اہل حدیث سے اکثر مباحثہ و مناظرہ کرتے رہتے تھے۔ گاہے گاہے  
 اُردو، فارسی اور عربی میں شعر کہتے تھے۔



## مختصر شریف نوری قصوری

مولانا محمد شریف نوری بن مولانا محمد دین ۱۹۳۵ء/۵۲-۱۳۵۳ھ میں ضلع گجرات کے معروف گاؤں چکوڑی میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان کنجاہ سے پاس کیا اور علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے دارالعلوم حنفیہ بصیر پور (ضلع ساہیوال) میں داخل ہوئے۔ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی سے استفادہ کیا اور ان کی نسبت سے "نوری" کا لائق نام اپنے نام کا جزو بنایا۔ ۱۹۵۳ء/۶۱-۱۳۷۳ھ میں اجازت حدیث حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء/۶۲-۱۳۷۴ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور ۱۹۵۵ء/۶۱-۱۳۷۵ھ میں ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے۔

علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر قصور میں خطیب مقرر ہوئے اور مسلسل آٹھ سال قرآنِ خطابت انجام دیئے۔ ان کی آواز میں سوز اور گفتگو میں بلا کی تاثیر تھی۔ بہت جلد خطیب کی حیثیت سے ان کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ قصور سے لاہور آ گئے۔ پہلے مسجد بسیل والی (شاہ عالم مارکیٹ) اور پھر سرائے رتن چند میں امام و خطیب رہے۔ آخر میں جامع مسجد محمدیہ (راوی روڈ) ان کے مواعظ سے گونجنے لگی۔ انہوں نے مسجد کی تعمیر میں دلچسپی لی اور ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

مولانا نوری کو سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ ۱۳۸۴ھ/۶۵-۱۹۶۴ء میں عراق کا سفر اختیار کیا اور واپسی پر فریضہ حج ادا کیا۔ چوتھی بار ۱۳۹۱ھ/۶۱-۱۹۷۱ء میں ارضِ حجاز گئے اور واپسی پر راستے میں بیمار ہو گئے۔ یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ/۳۳ مئی ۱۹۷۲ء کو فوت ہوئے۔ نماز جنازہ سید البرکات سید احمد نے پڑھائی اور جامعہ محمدیہ (راوی روڈ) کے صحن میں دفنائے گئے۔

مولانا نوری خوش بیان و اعظمتھے۔ تقریر و وعظ عموماً پنجابی میں کرتے تھے۔ ان کی



دلپذیر تقریروں سے متاثر ہو کر کلارک آباد (نزد رائے ونڈ) کے دو ہزار عیسائی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ فنِ تقریر میں کمال رکھنے کے ساتھ ساتھ قلم و قسطاس سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ قصور کے زمانہ قیام میں محمد علی ظہوری صاحب کے تعاون سے ماہنامہ "نور و ظہور" جاری کیا تھا جو زیادہ دیر تک جاری تر رہ سکا۔ لاہور آئے تو ماہنامہ "الجمیب" کا اجراء کیا جو چند سال ان کی ادارت میں چھپتا رہا۔ رسائل و جرائد کے مقالات کے علاوہ ان کی مستقل تصنیفات یہ ہیں:

- ۱۔ بارہ تقریریں
- ۲۔ آفتابِ سنت ردیہ جرائعِ سنت (تالیف، فردوس علی شاہ صاحب)
- ۳۔ نشری تقریریں
- ۴۔ مسئلہ گیارہویں
- ۵۔ حرمتِ تعزیر داری
- ۶۔ عرب کا مسافر



## مفتی محمد شفیع گنجیالی

مفتی محمد شفیع گنجیالی ایک علم دوست خاندان کے فرد تھے۔ اُن کے چچا مولانا احمد دین کیلوی بہت بڑے فقیہ تھے اور علوم متداولہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ مولانا ابوالسعد احمد خان (کنڈیاں) کے خلفائے مجاز میں سے تھے۔

مفتی محمد شفیع نے آغاز طالب علمی میں مولانا احمد خان سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں زیر تعلیم رہے۔ ذہین و ذکی طالب علم تھے۔ اسباق میں جرح اور اعتراضات سے بعض اوقات اساتذہ کو بے بس کر دیتے تھے۔ اسی ذہانت کے ہاتھوں مدرسہ سے اُن کا نام خارج کر دیا گیا۔ لاہور سے امرتسر گئے اور مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہر کیا۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند جا کر سند فضیلت حاصل کی۔

مفتی صاحب جامع مسجد نوشاب ضلع ٹبر کو دھالین خطیب تھے۔ درس و تدریس اور وعظ و ارشاد میں مصروف رہتے تھے۔ مولانا ابوالسعد احمد خان سے سلسلہ نقشبندیہ میں تعلق بیعت رکھتے تھے۔



## محمد شفیق بگوی

مولانا محمد شفیق بگوی بن مفتی غلام محمد خاندان بگہ کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے والد ماجد کے انتقال (۱۳۱۸ھ) پر شاہی مسجد لاہور کے امام و خطیب مقرر ہوئے ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء میں شاہی مسجد کا انتظام و انصرام کرنے والی انجمن اسلامیہ لاہور سے اختلاف پیدا ہوا اور فریق منصفی سے الگ ہو گئے۔

مسجد کی امامت و خطابت کے علاوہ گورنمنٹ کی فرمائش پر قیدیوں کو وعظ و نصیحت کرنے سنٹرل جیل جایا کرتے تھے اور ایچی سن کالج میں عربی و دینیات کی تعلیم دیتے تھے۔ شاہی مسجد کی امامت سے الگ ہو کر اپنے وطن بگہ واپس چلے گئے اور آخر اپنی زری راہی کے انتظام کے لیے موضع من تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔

باوضیح بزرگ تھے۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی صاحب نے لکھا ہے کہ: عید کے روز نہایت شان و شوکت سے مولوی صاحب (مسجد میں) تشریف لاتے تھے..... اور عید کے روز دوران خطبہ امام مسجد کو قزلباش خاندان کی طرف سے ایک دستار بھی رسما دی جاتی تھی۔  
مولانا محمد شفیق کے دو صاحبزادے مولوی مشتاق احمد اور حافظ نیاز احمد تھے۔



## حافظ محمد صدیق لالی

حافظ محمد صدیق لالی، قصبہ لالیاں ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۵۲ھ/۲۰-۲۱-۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضرت شاہِ حلیم چنیوٹی سے تعلیم حاصل کی۔ قصبہ پیرکوٹ سدہانہ کے ایک بزرگ سید عبدالقادر جیلانی ثانی (م ۱۱۹۰ھ) کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور انہوں نے خلافت سے سرفراز کیا۔

سید عبدالقادر جیلانی ثانی کی وفات کے بعد چنیوٹ میں مقیم رہے۔ آخر میں قصبہ لالیاں اٹھ آئے تھے۔ وہیں ۱۲۱۸ھ/۲۱-۲۲-۱۸۰۳ء میں فوت ہوئے۔

حافظ محمد صدیق پنجابی اور فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم اور فقیہ تھے۔ ان سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:

- |                   |                 |
|-------------------|-----------------|
| ۱۔ بحر العشق      | ۲۔ نور الحقیقت  |
| ۳۔ رسالہ چہل صدیق | ۴۔ رسالۃ القرآن |
| ۵۔ رسالۃ الجلیل   | ۶۔ بیس ٹولے     |
| ۷۔ عبرت نامہ      | ۸۔ فرحت نامہ    |
| ۹۔ جلیہ شریف      |                 |



## قاضی محمد عاقل

خواجہ قاضی محمد عاقل بن مخدوم محمد شریف بن مخدوم محمد یعقوب بن مخدوم نور محمد کوریہ سیکھ  
ایک صاحبِ وقار فاروقی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ یہ مخدوم نور محمد (مدفون تحصیل لودھیانہ)  
عہد شاہجہان کے بلند مرتبہ صوفی تھے۔ ارادت، خان وزیر شاہجہان ان کا مرید تھا۔ شاہجہان  
نے ۵ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ کے ایک فرمان کے ذریعہ پانچ ہزار بیگہ اراضی اخراجاتِ نہایت  
کے لئے دی اور بعد کے مغل بادشاہوں نے اسے برقرار رکھا۔

قاضی محمد عاقل کے پوتے مخدوم محمد شریف قصبہ "یاراوالی" میں آباد ہوئے تو مسٹرن خان  
بلوچ رئیس یاراوالی ان کا معتقد و مرید ہو گیا۔ اسی مسٹرن خان نے مخدوم محمد شریف کے کہنے پر  
"مسٹرن کورٹ" کی بنیاد رکھی اور مخدوم محمد شریف وہاں منتقل ہو گئے۔

۱۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا نام "عاقل محمد" لکھا ہے رک: ذکرِ کرام ص ۹۶ - ۹۷  
۲۔ شاہی فریبن میں اس خاندان کے افراد کو "کوریہ" لقب سے پکارا گیا ہے۔ اس سے ذہن اس  
طرف متغلف ہوتا ہے کہ یہ خاندان ہندی الاصل ہے۔ صاحبی نجم الدین مؤلف "مناقب المہجوبین"  
نے اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ قاضی صاحب کے خاندان کے ایک بزرگ مسجد میں نماز پڑھتے  
کے لئے گئے اور پوچھا کہ اذان ہو چکی ہے؟ تو حاضرین نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے قریب  
رکھے ہوئے مٹی کے ایک برتن کو اٹھایا اور کہا کہ اے کوزہ تو اذان کہہ، اس وقت سے وہ "کوریہ" معروف  
ہوئے۔ کوزہ کو سندھی زبان میں "کورا" کہتے ہیں اور کہنے کے لئے "جو" کا لفظ استعمال ہوتا ہے یہ  
لفظ "کورا جو" (اسے کوزے کہہ) تھا جو کوریہ بن گیا۔

۱۰۹۰ھ میں مسٹرن کورٹ میں منتقل ہوئے تھے (ذکرِ کرام ص ۹۶)

قاضی محمد عاقل ۱۱۵۱ھ / ۳۹-۳۸-۶۱ میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور دیکھتے زمانے و محدثت دوران، والد مخدوم محمد شریف سے درسیاتِ مروجہ کی تحصیل کی۔ بعد میں شاہ فخر الدین دہلوی اور خواجہ نور محمد مہاروی سے اکتسابِ فیض کیا تھا۔ انہوں نے حدیث میں سند حاصل کی تھی۔ خواجہ گل محمد احمد پوری نے ان کے تبحر علمی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”در عصر خود شرفاً و عزاً مماثل آنحضرت در علم ظاہری ہم کسے نبود....“

محلوس علم از اصول و فروع باں مشابہ بود کہ بدرجہ اجتهاد رسیدہ بود<sup>۱</sup>۔  
 فارغ التعلیم ہو کر کورٹ محض میں ایک درس گاہ کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ بعد میں شدائی منتقل ہوئے تو وہاں بھی مدارس قائم کئے اور علوم دینی کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہے۔

قاضی محمد عاقل کے بڑے بھائی سقانی نور محمد ڈیرہ غازی خان میں ٹھیکیداری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ٹھیکے کی رقم ادا نہ کر سکے تو ناظم ڈیرہ نے قاضی محمد عاقل کو جو ضامن تھے گرفتار کر لیا۔ نو ماہ قاضی صاحب قید و بند میں رہے۔

قاضی صاحب نے خواجہ نور محمد مہاروی کے ممتاز ترین حلقاء میں تھے۔ پنجاب میں سلسلہ و نظامیہ کی اشاعت میں انہوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ احکام شریعت اور سنت نبوی کا بطور خاص خیال رکھتے تھے اور اپنے ارادت مندوں کو اتباعِ نبوی کی تعلیم دیتے تھے۔ بلند اخلاق، خوش پوش، قلیل الطعام اور تندہ رو شخصیت تھے۔ اکبر شاہ ثانی ان کا قدردان تھا۔ شہزادہ جہاں خسرو اور کاؤس شاہ ان کے مریدوں

میں شامل تھے بہادر شاہ ظفر نے ان کے بارے میں کہا ہے ع  
صحبت پیرمغاں ہم کو خوش آئی ہے بدل  
ہم ہیں مائل ربط مائل سے دلی رکھتے ہیں ہم

قاضی صاحب تقریباً چار ماہ بیمار رہ کر ۸ رجب ۱۲۲۹ھ / ۲۶ جون ۱۸۱۳ء کو شہدانی

میں فوت ہوئے۔ میت کو ریلوے سٹیشن لاکر سپردِ خاک کی گئی۔ قطعہ وصال یہ ہے :

دل زدایع درد پر سوز و لہب	جاں بلب شد چو سخن گوید بلب
رفت از دار فنا سوئے بقا	رہا برین ہدی عالی نسب
مظہر نور محمد، فخر دیں	شہ محمد مائل، محبوب رب
ہادی خلق خدا رفت از جہاں	حسرتا در داد ریغا صد عجب
آہ و آویلا و صد افسوس درد	کز جہاں نور جہاں شد محتجب
تخم تہی گشت و نماندہ صادر	درد باقی بہرست و مضطرب
بچوں کہ تازنخ و مہر سال وصال	از دل پر درد و خود کردم طلب
سوز جیب بخودی بر کرد و گفت	روز ہشتم بود از ماہ رجب

قاضی صاحب کے صاحبزادہ، میاں احمد علی (م ۹ شعبان ۱۲۳۱ھ) سجادہ نشینت

پر بیٹھے۔ یہ سلسلہ اصلاح و تلقین تا حال قائم ہے۔

قاضی صاحب کے چند اہم حلقہ کار کے نام یہ ہیں :

- ۱۔ خلیفہ محمد اکبر (م ۳ ربیع الاخریٰ ۱۲۳۹ھ)
- ۲۔ مولوی عبداللہ۔ جید عالم تھے۔ شاہ کلیم اللہ دہلوی کی تالیف ”تسنیم“ کی شرح تنسیم لکھی اور منطق کے رسالہ ایسا غوجی پر شامشیدہ لکھا۔
- ۳۔ مولوی محمد معظّم (م ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۴۰ھ)
- ۴۔ خواجہ گل محمد احمد پوری مؤلف ”تکمّلہ سیر الاولیاء“

## محمد عبدالعلی مستالوی

مولانا محمد عبدالعلی مستالوی بن خواجہ محمد امین مستال ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے علوم مروّجہ کی تحصیل کی اور ان کی مسندِ علم و درس کو رونق بخشی۔ مولانا محمد عبدالعلی ضلع راولپنڈی میں اپنے تعلقہ فی الدین کی بدولت مرجع عوام تھے۔ دورِ دور سے حاجت مند لوگ ان سے فتویٰ لینے آتے تھے۔

مولانا موصوف زنگی بھر سیاسی ہنگاموں سے کنارہ کش رہے۔ ان کا اور ٹھکانا پچھونا کتابیں اور صرف کتابیں تھیں۔ موصوف نے فقہ کے موضوع پر ایک نادر اور عمدہ کتب خانہ فراہم کیا تھا۔ نایاب کتابوں کی نقلیں خود تیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرجِ خوشنویسی سے انہیں بہرہ وافر عطا کیا تھا۔

سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے مجاز تھے تاہم اپنے چچا خواجہ محمد حبیب اللہ (م ۱۳۲۵ھ) سے بھی تعلق ارادت تھا۔ خواجہ محمد حبیب اللہ نے انہیں حسبِ ذیل اجازت نامہ مرحمت کیا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مَسْمُیْ مَوْلٰی عِبْدِ الْعَلِیِّ وَ لِدِ حَافِظِ مُحَمَّدِیْنِ رَحْمَتِ اللّٰهِ عَلَیْہِ  
 زِدْفِیْرَ اَمَدَہِ اِجَازَتِ طَرِیْقَتِ نَوَاسِتِ۔ بِنَدَہِ زَوَالِہِ تُوْدِ نَوَاجِہِ اَحْمَدِ جِی صَاحِبِ  
 اِجَازَتِ دَاشَتِ۔ وَاوْتِشَالِ اِزْ حَضْرَتِ نَبِیْیَالُوْدِ وَاوْتِشَالِ اِزْ حَضْرَتِ تِیْرَاہِی  
 عَلِیِّ ہَذَا الْقِیَاسِ تَا اَنْ تُوْسَلِسَہُ کَہْ یَا یَا بَکْرَ صَدِیْقِ رِضْوِہِ رَسُوْلِہِ خَدَا صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ  
 سَلَامٌ مِیْرَسَدِ نِیْزَا اِجَازَتِ اِزْ حَضْرَتِ تِیْرَاہِی دَاوَمِ۔ بِخُوْشِیْ تُوْدِ مَسْمُیْ مَذْکُوْرَا اِجَازَتِ  
 ہر چہ اہر طرق کہ این چنین از پیران خود دارم، دادم۔ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ  
 کہ اکثر اجرائش کردم بشرطیکہ بر شرع شریف قائم و برگفتہ فقہ اداوارم  
 باشد۔



این الفاظ برائے سند نوشته کردم کر یادداشت باید۔ واللہ بہدی من یشار

الی صراط مستقیم۔ ۱۲

فقیر حبیب اللہ بزبان خود اجازت داد<sup>لہ</sup>

مولانا محمد عبدالعلی نے ۲۵ ربیع الاخریٰ ۱۳۶۳ھ / یکم مئی ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔ صاحبزادہ

مولانا اصغر علی مستالوی اُن کے جانشین ہیں۔

مولانا مستالوی مرحوم سے مناظرانہ انداز کے چند رسائل یادگار ہیں مگر اُن کا اصل بکارتاً

”فتاویٰ مستالیہ“ ہے جو ہنوز زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔ اگر یہ مجموعہ فتاویٰ شائع ہوا تو

فقہ حنفی کے موضوع پر ایک اچھا اضافہ ہوگا۔

=====

## محمد عبدالرشید سلیم پوری

مولانا محمد عبدالرشید بن میاں نور محمد بن میاں قطب الدین موضع سلیم پور سدھواں تحصیل جگڑاؤں ضلع لدھیانہ کے ایک زمیندار گھرانے میں ۵ اکتوبر ۱۹۰۴ء / ۲۶ رجب ۱۳۲۲ھ کو پیدا ہوئے۔ مکتب کی تعلیم کے بعد ۱۹۱۱ء میں مقامی پرائمری سکول میں داخل ہوئے۔ بعد میں قصبہ سوڈی ضلع لدھیانہ کے مڈل سکول سے اردو مڈل کا امتحان پاس کیا۔

مڈل تک جدید تعلیم حاصل کر کے مولانا محمد ابراہیم سلیم پوری ساکن دھرم کوٹ (ضلع فیروز پور) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ دو سال بعد مدرسہ عزیز زبیر لدھیانہ گئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ عربیہ امرتسر میں زیر تعلیم رہے۔ شوال ۱۳۲۲ھ / ۱۹۲۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درس نظامی کے متوسطات سے دورہ حدیث تک تمام تعلیم یہیں حاصل کی۔ ۱۳۲۵ھ میں اعزاز و انعام کے ساتھ سند فیضیت حاصل کی۔

شعبان ۱۳۲۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر سرگودھا میں مولانا حکیم عبدالرسول صاحب کے ہاں طبی تعلیم کے لیے حاضر ہوئے۔ حکیم صاحب فن طب میں علمی تدریسی اور عملی اعتبار سے امام فن تھے اور مولانا ابوالسعد احمد خان نقشبندی (خانقاہ سراجیہ کنڈیاں) کے ارادت مندوں میں سے تھے۔

مولانا محمد عبدالرشید نے دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تعلیم میں مفتی عزیز الرحمن (م ۱۳۲۷ھ) سے بیعت کا شرف حاصل کیا تھا بعد میں مولانا حکیم عبدالرسول صاحب کے زیر اثر مولانا ابوالسعد احمد خان مرحوم سے تعلق قائم کیا۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب کی اجازت سے ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور ان کی صحبت اس قدر پرکشش ثابت ہوئی کہ طب کی تعلیم وغیرہ چھوڑ کر خانقاہ سراجیہ کے ہو رہے۔

۱۳ صفر ۱۳۶۰ھ کو مولانا ابوالسعد احمد خان فوت ہوئے۔ انہوں نے اپنے وصیت نامہ

میں لکھا تھا:

”فقیر اپنا خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین مولوی عبداللہ صاحب لدھیانوی کو  
مقرر کرتا ہے جن کو فقیر نے پوری توجہ اور دلسوزی سے نقشبندی سلوک طے کرا  
دیا ہے۔ وہ اس خانقاہ میں جس کا نام خانقاہ سراجیہ مجددیہ ہے۔ مقیم رہ  
کر ترویج سلوک اور توسیع سلسلہ میں سعی رہیں گے۔ ان کی موجودگی میں کوئی  
دوسرا شخص خانقاہ ہذا میں سجادہ نشینی کا مدعی نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا دعویٰ  
مسموع ہو گا۔“

مولانا محمد عبداللہ نے باحسن وجوہ فرائن جانشینی ادا کیے۔ سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و  
توسیع میں مصروف رہے۔ دینی اور علمی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی اور خانقاہ کے کتب خانہ  
کی ترقی میں کوشاں رہے۔ حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کے کتب خانہ  
سے ایک نایاب قلمی کتاب ”تحقیقات“ کی نقل سات سو ریال دے کر حاصل کی کتابوں  
کی تعدادیں ان کی دریا دلی سے خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

حج سے واپسی پر کراچی میں کسٹم آفیسر نے ان کا سامان دیکھ کر پوچھا کہ آپ کے ساتھ  
سونا تو نہیں ہے؟ جواب میں انہوں نے فرمایا ”ہمارے لیے سونا یہ کتابیں ہیں۔ اگر  
ہمارے پاس رقم کی گنجائش ہوتی تو ہم یہ سونا اور خرید لیتے۔“

کتابوں کی حفاظت اور جلد بندی کے لیے مولانا غلام محمد صاحب فاضل مظاہر العلوم  
سہارن پور کو مامور کیا تھا اور انہوں نے یہ کام نفاست سے انجام دیا۔

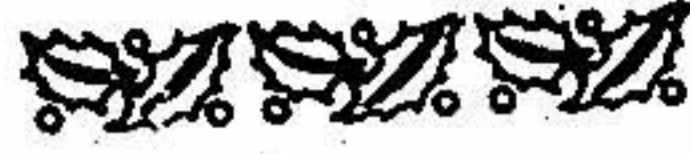
مولانا محمد عبداللہ تقریباً ساڑھے سولہ سال سجادہ نشین رہ کر ۲۷ شوال ۱۳۷۶ھ /

۷ جون ۱۹۵۶ء کو فوت ہوئے۔ دوسرے روز مولانا خان محمد صاحب نے نماز جنازہ

پڑھائی اور خانقاہ سرا جیہ کنڈیاں میں دفنائے گئے۔

مرحوم کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے مولانا حافظ محمد عابد صاحب

ہیں۔



## محمد عزیز بھیروی

مولانا محمد عزیز بن علی احمد بن نعمت اللہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی درسیات اپنے والدِ مکرم سے پڑھیں۔ بعد میں حصولِ علم کے لئے جوڑپور کا سفر کیا اور مدرسہ امامیہ حنفیہ میں مولانا عبدالرحیم بن امین اللہ انصاری لکھنوی سے استفادہ کیا۔ آخر میں سہارنپور جا کر مولانا احمد علی محدث (م ۱۲۹۷ھ) سے اکتسابِ فیض کیا۔

مولانا محمد عزیز ترقی المسک تھے مگر انہوں نے ریڈنڈیر حسین دہلوی سے سند و اجازت حاصل کی تھی اور لکھنؤ میں حکیم ابراہیم بن یعقوب سے فنِ طب سیکھا تھا۔

۱۳۱۰ھ/۹۳-۶۱۸۹۲ میں فوت ہوئے۔



## محمد علی مکھڑی

مولانا محمد علی قریشی بن محمد شفیع بن محمد داؤد جلال آبادی کا آبائی وطن بٹالہ (مشرقی پنجاب - ہند) ہے۔ وہیں ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابھی خورد سال تھے کہ ان کے والدین فوت ہو گئے۔ ان کے برادر بزرگ مولانا عبدالرسول نے ان کی تعلیم و تربیت کی۔ ابتدائی کتبھی تعلیم ان ہی کی نگرانی میں حاصل کی۔ حصولِ تعلیم کے لئے مختلف مقامات پر قیام کیا۔ ان کے اساتذہ میں مولانا اسد اللہ بہاول پوری، میاں مصطفیٰ جی پشاور، میاں مرتضیٰ جیسالی اور مولانا محکم الدین مکھڑی کے نام ملتے ہیں۔ مولانا محکم الدین سے میرزاہد کے اسباق پڑھے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ مکھڑی کے مخیر پراچہ خاندان نے ان سے استدعا کی کہ وہ واپس وطن جانے کے بجائے اپنے استاد محترم کے درس کو جاری رکھیں۔ چنانچہ مولانا محمد علی نے گاؤں کی بڑی مسجد میں درس و تدریس شروع کر دی۔ وہ مسجد آج تک ”مسجد مولوی صاحب“ کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا محمد علی کسی ولی کمال کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ علاقہ سون سیکسز میں ایک بزرگ میاں ابراہیم ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں بیعت کے ارادے سے گئے مگر جب میاں ابراہیم کے گاؤں پہنچے تو معلوم ہوا کہ:

”میاں صاحب نماز باجماعت ادا نہیں فرماتے۔ علیحدہ اپنے مکان میں پڑھتے

ہیں۔ تب حضرت مولانا نے فرمایا کہ جو شخص ایسی سنت موکدہ کا تارک ہے میں

اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دیتا۔“

چنانچہ واپس مکھڑی آ گئے اور اپنے شاگرد خواجہ شمس الدین سیالوی کو ہمراہ لے کر

تونسہ شریف گئے۔ چھ ماہ تونسہ میں مقیم رہے اور خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے بیعت ہوئے۔  
خواجہ تونسوی نے خلافت و اجازت سے سرفراز کیا۔

مولانا محمد علی مکھڑی میں ارشاد و ہدایت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس میں مشغول رہے۔  
مولانا قطب الدین غور عثمانویؒ اُن کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

”میرے دادا صاحب فرماتے تھے کہ علم ظاہری کا شغل، باطنی کمالات  
کا پردہ ہو جاتا ہے لیکن میں حضرت مولانا کے کمالات سے حیران ہوں کہ  
باوجود شغل علم ظاہری کے علم باطن بھی موزن ہے اور علم ظاہری کمالات  
باطن کا حجاب نہیں ہو سکا۔“

مؤلف ”قصر عارفان“ نے اُن کے بارے میں لکھا ہے:

”مولانا شاہ محمد علی مکھڑی کی فضیلت کمال و تبحر در معقول و منقول دانش و  
طبع موزوں و فکر سادہ در طریقت استعداد کافی و در سخا و رضا و صبر و تحمل و صفا  
منزلت رفیع و در تعلیم طالبان خاصیت کیمیا“

۱۹ رمضان ۱۲۵۳ھ / ۲۷ دسمبر ۱۸۳۷ء کو طلوع صبح سے پہلے انتقال ہوا۔ قاضی  
بہاء الدین نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی روز مکھڑی دقنائے گئے۔ ”ریس المشائخ“  
سے سال وفات نکلتا ہے۔

مولانا محمد علی نے تمام زندگی تبحر میں بسر کی۔ اُن کے دس حلقاء کے نام ملتے ہیں۔  
چند اہم ترین یہ ہیں:

۱۔ محمد عابد جی (۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۲ھ) ۲۔ خواجہ زین الدین

۱۔ تذکرۃ الولی ص ۳۶ ۲۔ قصر عارفان ص

۳۔ مؤلف ”مناقب المحبوبین“ نے بھی ”عالم علوم

ظاہری و باطنی“ قرار دیا ہے۔

۳۔ قاضی بہاء الدین قریشی

۴۔ میاں ابراہیم لنگڑیالی

مولانا محمد علی سے کوئی تالیف یادگار نہیں البتہ مولوی عبدالنبی (ساکن بھوٹی ضلع راولپنڈی) نے اُن کے ملفوظات "تذکرۃ المحبوب" کے نام سے جمع کئے ہیں۔

مولانا محمد علی فارسی اور پنجابی کے اچھے شاعر تھے "مولوی" تخلص کرتے تھے۔ اُن کا کلام

مولوی محمد الدین کھڑی نے "تذکرۃ الولی" میں لکھا کر دیا ہے۔ بطور نمونہ ایک فارسی نظم مندرجہ ذیل ہے:

ہر زمانے دلبرِ مائیکل پیدا می کند  
عاشقان را بر جمالِ خویش شیدا می کند  
آید از ہر تماشا سوئے بازارِ جہاں  
چوں بیند ہر طرف خود را تماشا می کند  
با کمالِ حسنِ صورتِ بر مثالِ احمدی  
خویش را در شرب و بطحا ہویدا می کند  
مولویا می کتم ہر آنا الحق بس نہاں  
لیک خود عشقِ این سخن را آشکارا می کند





## محمد علی جالندھری

مولانا محمد علی جالندھری نے ۱۸۹۵ء/۱۳-۱۳۱۲ھ میں قصبہ رائے پور رائیہاں تحصیل نکو در ضلع جالندھر کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں انہوں نے ابتدائی تعلیم قریبی گاؤں رائے پور گوجراں کے مدرسہ "جامعہ رشیدیہ" میں حاصل کی یہاں مولانا فقیر اللہ رائے پوری سے استفادہ کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں مروجہ دینی نصاب کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

مولانا جالندھری نے عملی زندگی کا آغاز ریاست کپور تھلہ کے مشہور قصبہ سلطان پور لودھی میں مدرس کی حیثیت سے کیا۔ تین سال یہاں رہے۔ ۱۹۱۹ء/۲۹-۱۳۳۹ھ مارچ ۱۹۳۱ء کو مولانا خیر محمد جالندھری نے مولانا احمد بخش (م ۲۳، شعبان ۱۳۵۰ھ) اور ان کے تعاون سے اٹاری بازار جالندھر میں مدرسہ "خیر المدارس" کی بنیاد رکھی تو اس مدرسہ میں بطور مدرس کام کرنے لگے۔ جالندھر کے زمانہ تدریس میں رفض و بدعت کے خلاف آواز بلند کی اور کئی مناظرے کیے۔ زندگی درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی مصروفیتوں میں گزر رہی تھی کہ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک شروع ہوئی۔ اُس زمانے میں سید عطا اللہ شاہ بخاری کی تشویق سے مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔

مولانا جالندھری نے مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کو اپنی انتظامی صلاحیتوں اور خطیبانہ عظمتوں سے چار چاند لگائے۔ عوام کی زبان میں گفتگو کرنا اور سادہ مثالوں سے اپنی بات سامعین کے دلوں میں اتار دینا مولانا جالندھری پر ختم تھا۔ وہ ہر لحاظ سے ایک کامیاب اور اچھے عوامی مقرر تھے۔

دوسری عالمگیر جنگ میں فوجی بھرتی کی مخالفت میں پیش پیش تھے چنانچہ گرفتار ہوئے اور ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۲ء تین سال کا عرصہ جالندھر، گجرات اور امرتسر کی جیلوں میں

گزارا۔ اسی زمانہ امیری میں ان کے والد ماجد اور دو بھائیوں کا انتقال ہوا مگر پائے شباب میں لغزش نہ آئی۔

۱۹۴۲ء میں مولانا جالندھری کا تاندان ترک وطن کر کے صادق آباد (پنجاب) آ گیا مگر انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیوں اور دعوت و تبلیغ کا مرکز ملتان کو بنایا۔ مسجد سرجاں والی حسین آگاہی میں خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ جمعہ کے لیے دور دراز کے سفروں اور دوروں سے بھی ملتان آجاتے تھے۔ آخر دم تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان پر مولانا خیر محمد جالندھری مرحوم بھی ملتان آگئے۔ مولانا محمد علی نے مدرسہ خیر المدارس جالندھر کا احیاء کرنے میں بھرپور کام کیا۔ چنانچہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ / ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو خیر المدارس ملتان نے کام شروع کر دیا۔

پاکستان بننے پر مجلس احرار اسلام کی سیاسی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کی۔ اس جماعت کے پہلے امیر شاہ صاحب اور ناظم اعلیٰ موصوف تھے۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد قاضی احسان احمد صاحب آبادی امیر چنے گئے اور وہ بدستور ناظم اعلیٰ رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے سٹیج سے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کام کیا اور گرفتار ہوئے۔

۱۳۸۷/۱۹۶۷ء میں قاضی احسان احمد صاحب کی وفات پر مجلس کے امیر منتخب ہوئے۔ دورانِ اقامت میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مرکزی دفتر ملتان کی سہ منزلہ عمارت تعمیر ہوئی۔ ملک بھر میں مجلس کی شاخیں قائم ہوئیں اور بیرون ملک کام کا آغاز ہوا۔

۵ اور ۶ اپریل ۱۹۷۱ء کی درمیانی شب ۸ صفر ۱۳۹۱ھ کو سلاں والی ضلع سرگودھا میں تقریباً ۶۰ سالہ عمر میں دل کا دورہ پڑا۔ ۸ اپریل کو دوسری بار دورہ پڑا اور اسی بیماری

میں ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء / ۲۲ صفر ۱۳۹۱ھ کو جان جان آفرین کے پُرد کی۔  
 مرحوم حضرت عبدالقادر رائے پوری کے مُرید تھے اور اُن سے گہری عقیدت  
 رکھتے تھے۔ اُن کے پاس حضرت رائے پوری مرحوم کا بُجیہ تھا جسے بطور کفن استعمال  
 کیا گیا۔



# مفتی محمد شمس آبادی

مفتی محمد عمر بن فضل حق محدث شمس آبادی بن مولانا برہان الدین بن مولانا محمد منیر، شمس آباد (ضلع الٹک) کے بلند پایہ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا فضل حق محدث شمس آبادی ابتدائی عمر میں حجاز چلے گئے تھے اور مدرسہ صولیۃ مکہ معظمہ میں ترقی تعلیم رہے تھے۔ انہوں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۳۰۸ھ)، قاری محمد عبداللہ، مولانا عبدالاول جوہپوری اور مولانا صاحب نور سے مدرسہ صولیۃ میں اکتساب فیض کیا۔ کتب تصوف، بطور خاص شتوی معنوی مولانا ابراہیم اللہ مہاجر کی (۱۳۱۷ھ) سے پڑھی تھی مدرسہ صولیۃ مکہ معظمہ کی سند فضیلت کے ساتھ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے تجوید کی حسب ذیل سند بھی عنایت کی۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی اشرف المرسلین سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔ ابا بعد کتاب ہے فقیر حقیر رحمت اللہ بن خلیل الرحمان عفا عنہما و تجاوز عن سیاہی تہما کہ مولوی فضل حق بن مولوی برہان الدین صاحب مرحوم ساکن شمس آباد ضلع راولپنڈی ملک پنجاب ماہ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ میں داخل مدرسہ صولیۃ ہوئے۔ جس کا ناظر یہ فقیر ہے اور تحصیل تجوید قرآن شریف و لہجہ مصری میں مصروف ہوئے۔ مدرسین مدرسہ سے ایک مرتبہ قرآن شریف خوب تحقیق و تدقیق سے پڑھا۔ اللہ کے فضل سے خوب پڑھتے ہیں اور شاطبی مع شرح اور جزری مع شرح اور تحفۃ الاطفال مع شرح فتح الاقفال یہ سب کتابیں بھی خوب محنت سے پڑھی (پڑھیں) اور اس مدت میں ان کے چال چلن بھی اچھے رہے۔ اب جو ماہ صفر المنظر ۱۳۰۷ھ ہے اور ارادہ وطن جانے کا کیا اور سند مدرسہ کی طلب کی پونہ لائق اور غنتی ہیں موافقہ ان کی طلب کے، یہ سند

مدرسہ سجادہ کی گئی۔ اور وصیت کرتا ہوں ان کو تقویٰ طہارت کی۔ اور اس بات  
کی کہ اوقاتِ خاصہ میں حج (مجدد) کو دعا سے فراموش نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نفع پہنچاؤ  
ان سے خلقت کو اور توفیق نیک دے ہم کو اور ان کو اور سب مسلمانوں کو امین  
تم امین فقط۔

تاریخ محرمہ ۱۵، صفر المنظر ۱۳۰۷ھ از مقام مکہ معظمہ مدرسہ صولیتہ

العبد

محمد رحمت اللہ ہندی

مہتمم مدرسہ

نشان مہر ۱۲۹۳

نشان مہر عبداللہ

مفتی محمد عمر نے درسیات کا زیادہ حصہ اپنے والد گرامی سے پڑھا۔ اس کے علاوہ  
علاوہ پچھلے کے معروف فقیہ مولانا سید رسول اور کوہاٹ میں دو عالموں سے اکتسابِ فیض کیا تھا۔  
کوہاٹ کے ان علماء کے نام معلوم نہیں ہو سکے البتہ وہ اپنے وطن مالوف کی نسبت سے  
”بلد شہد قدر“ اور ”ملا تخی“ کی صفاتِ نسبتی سے پہچانے جاتے تھے۔

تحصیلِ علم کے بعد شمس آباد میں خطابت اور درسِ نظامی کی تدریس کی۔ بطور معاش  
کھیتی باڑی کرتے تھے اور دینی خدمات کسی مادی معاوضے کی توقع رکھے بغیر انجام دیتے  
رہے۔ جمعیتِ علمائے اٹک کے ”مفتی“ تھے۔ کتبِ فقہ پر اس قدر عبور تھا کہ مولانا  
نصیر الدین غورنشٹوی ان کے فتاویٰ پر ”مونا تائیدی دستخط“ کر دیتے تھے۔ افسوس کہ  
ان کے تمام فتاویٰ محفوظ نہیں رہ سکے۔ تقریباً ایک سو مسائل پر مشتمل ”مجموعہ فتاویٰ“ کا خطی نسخہ  
محفوظ ہے۔ مفتی صاحب علمائے دیوبند کے براہِ راست شاگرد نہ تھے مگر ان کی علمی و دینی  
خدمات کے معترف اور عقیدت مند تھے۔ اپنے پوتوں اور نواسوں کے نام بزرگانِ دیوبند

کی نسبت سے رشید، قاسم اور طیب رکھے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کام کیا اور گرفتاری پیش کی۔ انک اور ملتان کے قید خانوں میں تقریباً چھ ماہ سسٹنٹ یوسنی ادا کی۔ کہا کرتے تھے کہ سفر حج کے بعد زندگی کا دوسرا پر لطف سفر، دوران قید میں انک تاملتان تھا۔

مفتی صاحب شگفتہ مزاج، مجلس آرا اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ ۲۷ رمضان المبارک

۱۳۷۶ھ / ۲۷ اپریل ۱۹۵۷ء کو آبائی گاؤں میں فوت ہوئے۔

مفتی صاحب کی اولاد میں پانچ صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے حیات ہیں۔ صاحبزادے علمی و دینی کاموں میں مصروف ہیں۔

۱۔ مفتی محمد عثمان (فاضل دیوبند) گورنمنٹ ہائی سکول حضور میں السنہ شریفہ کے استاد ہیں۔

۲۔ حبیب الرحمان (فاضل دارالعلوم تنفائیہ اکوڑہ نٹک)

۳۔ محمد نعمان (ملشی فاضل، ایف۔ اے)



## محمد عمر بن محمد

مولانا محمد عمر بن احمد سعید بن غلام مرتضیٰ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۷ء میں بیرل شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ گھر پر قرآن مجید حفظ کیا اور شرح جامی تک کتابیں والد ماجد مولانا احمد سعید سے پڑھیں۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور اور دہلی میں بسلسلہ تعلیم مقیم رہے۔ اور ٹینٹل کالج لاہور سے منشی فاضل، مولوی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ انگریزی کے بھی بعض امتحانات دیئے۔ فارغ التحصیل ہوئے تو اسلامیہ کالج پشاور میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ سات سال تک وہاں رہے۔

مولانا شیر محمد شہر قبوری کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔ نقشبندی سلسلے کے بلند پایہ صوفیاء میں شمار ہوتے تھے اور مرجع عوام تھے۔ مذہبی تفرقہ بازوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے۔ سادگی ان کی زندگی کا نمایاں پہلو تھا۔

۱۹۵۵ء / ۱۳۷۴ھ میں فریضہ حج ادا کیا۔ ۲۶ اگست ۱۹۶۷ء / ۱۹ جادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ کو لاہور میں فالج کے حملے میں وفات پائی۔ بیرل شریف میں دفنانے گئے۔  
مصر عہد تاریخ وفات یہ ہے

روئے گل سیر ندیم و بہار آخر شد

۱۹۶۷ء

مولانا محمد عمر سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:

۱۔ انقلاب الحقیقت یعنی دستور تصوف

۲۔ التوحید

۳۔ طریقت کی حقیقت

- ۴۔ صراطِ مستقیم  
 ۵۔ قرآنی نظریہٴ حیات  
 ۶۔ خصال و معارف  
 ۷۔ سلوک و مقصدِ سلوک  
 ۸۔ تہذیبِ عمر

XXXXXXXXXXXX



## محمد عمر اچھروی

مولانا محمد عمر بن محمد امین بن عبدالملک قریشی ۲۰/۶/۱۹۰۲ء - ۱۳۱۹ھ میں ضلع قصور کی بستی شیرو کاہتہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید گھر پر پڑھا اور لڑکپن میں حصولِ تعلیم کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ موضع چانورٹ (نزد پاکپٹن) میں مولانا صلاح الدین سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد لکھنؤ کے ضلع فیروز پور کے اہل حدیث، علماء مولانا محمد حسین لکھنوی اور مولانا عطاء اللہ لکھنوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ کچھ عرصہ مولانا محمد عالم سنبھلی سے مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں اکتسابِ فیض کیا۔

درسِ نظامی کی اکثر کتابیں پڑھ کر مدرسہ رحمانیہ دہلی میں کتبِ حدیث پڑھیں۔ مولانا عبداللہ روپڑی سے سندِ حدیث حاصل کی۔ بعد میں مولانا احمد علی میرٹھی (شاگرد مولانا احمد علی سہارنپوری) سے اجازتِ حدیث حاصل کی۔

مولانا اچھروی ۱۹۳۲ء میں مستقل طور پر اچھڑہ (لاہور) میں مقیم ہوئے اور لاہور میں علمی و دینی خدمات انجام دیں۔ سولہ سال مسجد اتان گنج بخش میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔

مولانا اچھروی نے اہل حدیث اساتذہ سے تعلیم حاصل کی لیکن انہوں نے ان کی پیروی کی۔ مناظرہ مزاج کے حامل تھے اور فروعی مسائل پر اہل حدیث اور دیوبندی علماء سے مناظرے کرتے رہتے تھے۔ کامیاب مقرر اور خوش الحان واعظ تھے۔

سلسلہ طریقت میں مولانا شیر محمد شرفیوری سے منسلک تھے اور ان سے یہ پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ ۲ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ / ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء کو لاہور میں فوت ہوئے نماز جنازہ سید ابوالبرکات سید احمد مرحوم نے پڑھائی اور اچھڑہ میں دفنائے گئے۔ صاحبزادہ

شرافت نوشاہی نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا:

زہے مولوی محمد عمر کہ دروینِ حق بود مثلِ قمر  
 نہ ز جیل و پے چوں شرفِ بخت مداکشتِ حافظ محمد عمرؑ

۱۳۹۱ھ

مولانا محمد عمر چھروی سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں:

- ۱۔ مقیاس حقیقت
- ۲۔ مقیاس النور
- ۳۔ مقیاس المناظرہ
- ۴۔ مقیاس الصلوٰۃ
- ۵۔ مقیاس النبوة

ماہنامہ ”المقیاس“ بھی جاری کیا تھا جو کچھ عرصہ اُن کی نگرانی میں طبع ہوتا رہا۔  
 مرحوم کی اولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں جو اُن کی علمی و دینی روایت کو قائم رکھے  
 ہوئے ہیں۔



۱۔ تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۵۰۰

## محمد غازی

مولانا محمد غازی موچی کبریٰ ضلع اٹک کے نٹک پٹھان تھے۔ مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ) کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔ علم حدیث کی تحصیل مدرسہ صولیہ مکہ معظمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۳۰۸ھ) سے کی اور وہیں مدرس ہو گئے۔ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی بغرض حج گئے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ پیر صاحب کے علوم و معارف سے متاثر ہو کر واپس وطن آئے اور جامعہ نوشیہ گولڑہ شریف میں بطور صدر مدرس کام کرنے لگے۔ تدریس کے ساتھ افتاد نویسی کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔

جگہ علوم دینیہ میں تبحر رکھتے تھے۔ خصوصاً علم تجوید میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ۱۹۲۹ء/۱۳۵۸ھ میں گولڑہ شریف میں وفات پائی اور وہیں خواجہ سید نذر دین (والد ماجد پیر مہر علی شاہ) کے فرار کے پہلو میں مدفون ہیں۔

۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں پیر سید مہر علی شاہ نے اہل حدیث عالم مولانا عبدللاہ خاں پوری کے رسالہ "البدیان والاغاثہ" کے جواب میں "الفتوحات المہریہ" تالیف کی۔ اس کتاب میں پیر صاحب نے مولانا عبد اللہ سے بارہ سوالات دریافت کیے تھے۔ دو سال تک کوئی جواب سامنے نہ آیا تو مولانا محمد غازی نے ایک رسالہ "مجالہ برد و رسالہ" لکھا۔ جس میں پیر صاحب کے افکار و خیالات سے استفادہ کیا گیا ہے۔



۱۷ مولانا غلام مہر علی نے ان کا مولد "نوشیہ ضلع اٹک" بتایا ہے۔ (الیواقیت المہریہ ص ۸۸)

۱۷ مہر نیوز ص ۱۱۸، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰ (تلفظ)

## سید محمد فضل شاہ جلاپوری

پیر سید محمد فضل شاہ بن خواجہ سید مظفر علی شاہ بن حضرت سید غلام حیدر علی شاہ ۴۴ جادوالاوی  
 ۱۳۱۲ھ / ۳ نومبر ۱۸۹۲ء کو جلاپور ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت  
 جد امجد سید غلام حیدر علی شاہ کی نگرانی میں ہوئی۔ قرآن مجید حافظ اللہ دین (ساکن  
 چک شیر محمد) سے ختم کیا۔ مولوی عبدالرحیم (ساکن کڑی) سے سکندر نامہ تک فارسی، عربی  
 صرف و نحو اور شرح و قاریہ تک کتب فقہ پڑھیں۔ مولوی عبدالرحیم ان کی تعلیم کے لئے  
 آٹھ سال جلاپور میں مقیم رہے تھے۔ بعد میں مولانا فیض الحسن فیض، مولانا قادر بخش  
 ملتان، حافظ جلال الدین (ساکن کوٹ مومن) اور مولانا محمد سعید (متوطن مری) سے  
 علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

چودہ سال کی عمر میں اپنے جد امجد سید غلام حیدر علی شاہ سے بیعت ہوئے اور  
 ان سے حرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۲ شوال ۱۳۳۱ھ / ۲ ستمبر ۱۹۱۳ء کو دس افراد کے ہمراہ  
 بغرض حج روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہیوں میں ان کے استاد محترم مولانا محمد سعید  
 اور ملک محمد الدین ندیر صوفی، (دمنڈی بہاوالدین) کے نام نمایاں ہیں۔ یہ قافلہ جلاپور  
 سے بمبئی تک شہر بہ شہر ٹھہرتا ۹ شوال ۱۳۳۱ھ / ۱۱ ستمبر ۱۹۱۳ء کو بمبئی پہنچا۔ پھر روز بعد  
 بحری جہاز پر سوار ہوا۔ راستے میں مصر، فلسطین اور شام کا سفر کر کے ارض مقدس پہنچا  
 اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد واپس وطن آیا۔ اس سفر میں ساڑھے تین ماہ کا  
 عرصہ صرف ہوا۔

لے ذکر جلیب ص ۱۲۷ و امیر حزب اللہ ص ۲ - ۱۸

۱۹ ربیع الاخریٰ ۱۳۳۵ھ / ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء کو خواجہ سید مظفر علی شاہ کا انتقال

ہوا۔ دوسرے دن ان کے سجادہٴ مشیخت پر متمکن ہوئے۔

پیر سید محمد فضل شاہ نے عارفانہ روایات کے ساتھ اصلاح معاشرہ اور مسلمانان ہند کی بیداری میں بھرپور حصہ لیا۔ انہوں نے تحریکِ خلافت کے زمانے میں سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور آخر دم تک فعال رہے۔ ان کے کارناموں میں جماعت "حزب اللہ" کا قیام سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۶ھ / ۳۰ ستمبر ۱۹۲۷ء کو پیر سید غلام حیدر علی شاہ کے سالانہ عرس پر یہ جماعت وجود میں آئی اور پیر سید محمد فضل شاہ کو امیر تسلیم کیا گیا۔ پیر صاحب کے سوانح نگار ڈاکٹر عبد الغنی "حزب اللہ" کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”حزب اللہ خالصتاً ایک اصلاحی تحریک تھی اس کا اجراء ہندوؤں یا انگریزوں کی مخالفت کے لئے عمل میں نہیں آیا تھا اور نہ یہ کسی خاص فرقہ کی حمایت کے لئے قائم کی گئی تھی بلکہ اتحادِ بین المسلمین کی داعی اور علمبردار تھی۔ اس کا مقصد مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی زندگی کے کسی خاص پہلو کی اصلاح نہیں تھا بلکہ یہ ایک جامع، ہمہ گیر اور ہمہ رس تحریک تھی۔ یہ تحریک ذہنی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی، عملی اور اجتماعی انقلاب برپا کرنا چاہتی تھی“

”حزب اللہ، نہایت متحرک اور فعال تنظیم تھی جس کے ہزاروں رضا کار اصلاحی کاموں کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ پیر صاحب مختلف مقامات کا سالانہ دورہ کر کے تنظیم اور تحریک کو قائم رکھتے تھے۔ رسالہ ”ترجمان“، (گجرات) جماعت کا آرگن تھا۔

جس میں جماعت کی سرگرمیوں کی رپورٹ باقاعدگی سے چھپتی رہتی تھی۔ ماہنامہ "صوفی" (منڈی بہاؤ الدین) بھی جماعت کے نصاب العین کے لئے کوشاں تھا۔

"حزب اللہ" کی سالانہ کانفرنس جلاپور میں منعقد ہوتی تھی جس میں ملک کے مایہ ناز مقررین، اہل علم اور شعرائے کرام شرکت کرتے تھے۔ "حزب اللہ" نے تحریک پاکستان میں فعال کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کے حلقوں میں پیر صاحب کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد پیر سید محمد فضل شاہ کی تنظیمی صلاحیتوں سے "جمعیت المشائخ" قائم ہوئی۔ جس کے وہ ناظم اعلیٰ بلکہ روح و رواں تھے۔ ۱۹۴۷ء کے جہاد کشمیر میں ان کی نگرانی میں ہزاروں رضا کاروں نے حصہ لیا وہ قیام پاکستان کے بنیادی مقصد: نظام اسلام کے قیام کے لئے کوشاں تھے کہ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۶ء کو اجل کا بلاوا آگیا۔

پیر صاحب کی زینت اولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں:

۱۔ پیر سید برکات احمد (جانشین)

۲۔ سید حسنا احمد

۳۔ سید لمعات احمد

۴۔ سید شفق احمد

۵۔ سید جمیل احمد

پیر صاحب کے ارادت مندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان کے چودہ خلائے

مجاز کا تعارف ڈاکٹر عبدالغنی صاحب نے لکھا ہے۔

پیرسید فضل شاہ مرحوم سے کئی علمی مقالات لے اور چند کتابیں یادگار ہیں۔ اہم ترین

یہ ہیں۔  
 ۱۔ حزب اللہ۔ جماعت حزب اللہ کا مفصل تعارف ہے۔ بعد میں اس کی تلخیص  
 ایک رسالے کی صورت میں مرتب کی۔  
 ۲۔ "جمعیت المشائخ" کا تعارف



لے چند مقالات "امیر حزب اللہ" کے نویں باب میں درج کئے گئے ہیں۔ ص ۷۳۹-۸۱۸

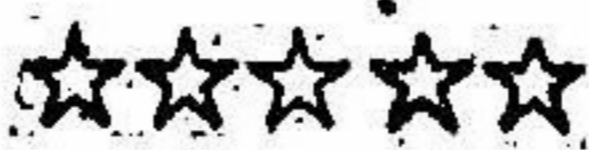
## محمد قاسم موہڑوی

خواجہ محمد قاسم موہڑوی اندازاً ۱۸۳۹ء/۵۵-۱۲۵۲ھ میں موہڑہ شریف تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب ایران کے کیانی خاندان سے ملتا ہے۔ ان کے اجداد میں سے ایک بزرگ اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۸ھ) کے زمانے میں وارد ہند ہوئے۔

خواجہ محمد قاسم کا خاندان تجارت پیشہ اور دیندار تھا۔ ابھی لڑکپن میں تھے کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ خواجہ محمد قاسم نے بڑھاپے کے مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کی۔ اور اکیس سال کی عمر میں علوم مروجہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ انہوں نے راولپنڈی کے قریب موضع جگیوٹ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور علوم مروجہ کی تدریس شروع کی۔

خواجہ محمد قاسم موہڑوی سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ نظام الدین (کیاں شریف - کشمیر) سے بیعت ہوئے اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔ حصولِ خلافت کے بعد موہڑہ ضلع راولپنڈی میں سکونت اختیار کی اور تبلیغ دین و اصلاح امت کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

خواجہ محمد قاسم موہڑوی ۱۳۷۲ھ/۲۱ نومبر ۱۹۲۳ء کو فوت ہوئے۔ موہڑہ تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں مدفون ہیں۔ ان کے فرزند ارجمند پیر نظیر احمد (م ۲۸ محرم ۱۳۸۰ھ) ان کے جانشین ہوئے۔





## محمد موسیٰ پاک صدیقی ملتان

خواجہ محمد موسیٰ پاک صدیقی بن حافظ محمد حیات، خواجہ فخر الدین عراقی (م ۶۸۸ھ) کے  
 اخلاف میں سے تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مولانا حافظ  
 محمد جمال ملتان سے نسبت بیعت رکھتے تھے اور ان کے خلفائے مجاز میں شامل تھے۔  
 خواجہ محمد موسیٰ پاک اچھے عالم اور معروف مدرس تھے۔ سید محمد اولاد علی گیلانی لکھتے ہیں:  
 "حضرت موسیٰ پاک کا علمی مشغلہ اتنا تھا کہ ہمیشہ آپ کی خدمت میں نشر انس  
 طلبہ موجود رہتے تھے۔ بسا اوقات تفسیر پڑھاتے وقت آپ پر وجد طاری ہو  
 جاتا تھا۔ تحریر کا کام کثرت سے کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ آپ نے بیسیوں کتابیں اپنے  
 ہاتھ سے تحریر فرمائیں مگر سکھوں کی لڑائی میں اکثر کتب خانہ نذرِ آتش ہو گیا۔"  
 خواجہ محمد موسیٰ پاک کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ نواب منظر خان  
 والئی ملتان کو ان سے ارادت مندی تھی اور وہی ان کے اخراجات کا کفیل تھا۔ ملتان کے  
 قاضی القضاة محمد نادر ان کے مخلص مرید تھے اور قاضی صاحب نے اپنے مرشد طریقت کے  
 حالات میں ایک مثنوی ۱۲۵۶ھ میں مکمل کی تھی۔

خواجہ محمد موسیٰ پاک ۱۲۶۱ھ / ۱۶ جولائی ۱۸۴۵ء کو فوت ہوئے اور حسین آگاہی  
 (ملتان) میں دفنانے گئے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں انہوں نے علم و ادب کی خدمت کی تھی۔  
 خواجہ محمد موسیٰ پاک کے فرزند یگانہ خواجہ محمد خدابخش (م ۱۳۱۱ھ) تھے جو خواجہ خدابخش  
 خیر پوری کے مرید سعید تھے۔

## محمد نذر شاہ جوکالوی

مولانا محمد نذر شاہ جوکالوی بن سید نور الدین ۱۹۰۱ء/۱۹/۱۳۱۸ھ میں جوکالیاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اُن کے خاندان میں علم و فضل کی روایت کئی پشتوں سے چلی آرہی تھی۔ مولانا سید نور الدین انگریزی عہد حکومت میں تحصیل کے قاضی تھے۔

مولانا محمد نذر شاہ نے انہی ضلع گجرات میں تعلیم حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ مولانا حسین علی (داں پھراں) سے قرآن مجید کا درس لیا۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا نور شاہ کاشمیری سے بطور خاص استفادہ کیا تھا۔

مولانا موصوف کو طب سے دلچسپی تھی اور ایک عرصہ فن طبابت سے آذوقہ و حیات حاصل کرتے رہے۔ کچھ عرصہ مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ موصوف مناظرۃ مزاج رکھتے تھے اور اختلاف مسک کی بنیاد پر مناظروں اور مباحثوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ نیک سیرت اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ راہ خدا میں مال خرچ کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی آمدنی تین حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ ایک حصہ مسجد کے اتراجات پورے کرنے کے لئے وقف تھا۔ دوسرا حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور تیسرے حصے سے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔

مولانا محمد نذر شاہ ۲۷ اگست ۱۹۷۲ء/۲۳/۱۳۹۲ھ کو اپنے آبائی گاؤں جوکالیاں میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

مرحوم کی اولاد میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اُن کے علمی آثار میں مولانا حسین علی کی امامی "بلغۃ الحیران فی ربط الآیات القرآن" کی ترتیب و تدوین شامل ہے۔

## مفتی محمد نعیم لدھیانوی

مفتی محمد نعیم لدھیانوی بن محمد عبداللہ بن عبدالقادر لدھیانوی ۱۸۹۰ء/۸/۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اس خانوادے نے حصول آزادی کی تحریکوں میں جہان و مال کی بھرپور قربانی دی۔ مولانا عبدالقادر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت کی تھی۔ اُن کا جذبہ حریت اُن کی اولاد میں جاری و ساری رہا۔ دورِ آخر میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی دم ۷۶ ۱۳۰۷ھ نے کافی شہرت حاصل کی کسی شاعر نے اس خاندان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

عالموں کا خاندان ہے لدھیانے میں مقیم!  
 فخر جس کا ہے حبیب اور ناز جس کا ہے نعیم  
 دین حق کو یام کرنا اُن کا نصب العین ہے!  
 مصطفیٰ کا نام نامی اُن کے دل کا چین ہے  
 لرزہ بر اندام ہے ہر وقت اُن سے قادیاں  
 یہ اڑا دیتے ہیں ہر چھوٹے نبی کی دھجیاں

مفتی محمد نعیم لدھیانوی کے دادا نے سب سے پہلے مرزا انلام احمد قادیانی کے

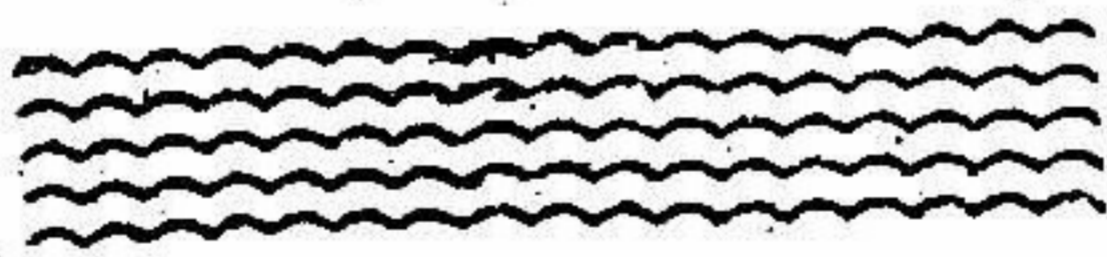
خلاف فتویٰ کفر دیا تھا۔

مفتی محمد نعیم نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن سے اکتساب فیض کیا۔ فارغ التحصیل ہوئے تو لدھیانہ میں "انجمن اصلاح دارین" کے زیرِ اہتمام ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو قیام پاکستان تک دینی تعلیم کا مرکز رہا۔ اس کے بعد مفتی صاحب ساہیوال آگئے۔ یہاں مدرسے کی

تجدید کی اور علمی و دینی خدمات میں مصروف رہے۔ ان کی پوری زندگی اسلام کی سر بلندی و اشاعت، دین اور آزادی وطن کی جدوجہد میں گزری۔ سیاسی طور پر جمعیت علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ پاکستان میں جمعیت علمائے اسلام کے رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔

۲۰ شوال ۱۳۹۰ھ / ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ساہیوال میں فوت ہوئے۔ دوسرے دن ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دفنائے گئے۔ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رپورٹ میں ان کی وفات پر مندرجہ ذیل تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے:

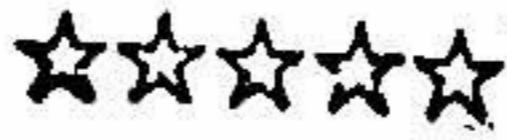
» موصوف، دارالعلوم کے فاضل قدیم، متحدہ ہندوستان اور پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمتِ خلق میں گزارا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔ یہ مفتی صاحب سے چند اصلاحی اور تبلیغی پمفلٹ یادگار ہیں۔



## محمد ہاشم بگھاروی

مولانا محمد ہاشم بگھاروی تحصیل کہوڑ ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں بگھار کے رہنے والے تھے۔ راجپوت، جنجوعہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ خواجہ محمد عثمان دامانی کے تالیف مجاز تھے۔ ۲۷ رجب ۱۳۱۳ھ / ۱۲ جنوری ۱۸۹۶ء کو اپنے مولد و مسکن میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

فوائد عثمانی میں اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ:  
 ”مرد مصلیق، مسکین الطبع و ہموارہ ہیں آرزوی داشتند کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تا وقت زلیت مرا مسکین دارد و نہاتمہ بر مسکنت کند و در روز قیامت در زمرہ مسکیناں مشہور گرداند۔“



۱۔ ”فوائد عثمانی“ میں اُن کا نام ”ہاشم علی“ لکھا گیا ہے جو درست نہیں۔ خاندانی اندراجات کے مطابق

اُن کا نام ”محمد ہاشم“ تھا۔

۲۔ فوائد عثمانی ص ۱۵۸

## مفتی محمد یار خلیق

مولانا مفتی محمد یار خلیق موضع جوڑہ کلاں ضلع شاہ پور میں ۱۸۲۵ء/۶/۲۱ - ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک زمیندار خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کر کے حصول علم کے لئے بیڑل شریف گئے۔ مدرسہ علوم شرعیہ بیڑل شریف سے علوم مروجہ کی تکمیل کی۔

ابتداءً عہدِ جوانی میں لاہور آئے۔ مدرسہ نعمانیہ میں مدرس ہو گئے۔ اور مدرسہ کے دارالافتاء کے ناظم رہے۔ اسی زمانے سے "مفتی" مشہور ہوئے۔ مولانا غلام محمد بگوی کے زمانے میں شاہی مسجد لاہور کے نائب خطیب مقرر ہوئے۔ بعد میں (۱۸۷۷ء میں) سُتھری مسجد کے خطیب ہو گئے۔ مسلسل اڑتالیس سال خطابت کے فرائض انجام دے کر ۱۶ دسمبر ۱۹۳۳ء/۵/۵ شعبان ۱۳۵۰ھ کو سبکدوش ہوئے۔ انجمن اسلامیہ نے ان کا وظیفہ حسن خدمت تا حیات جاری رکھا۔

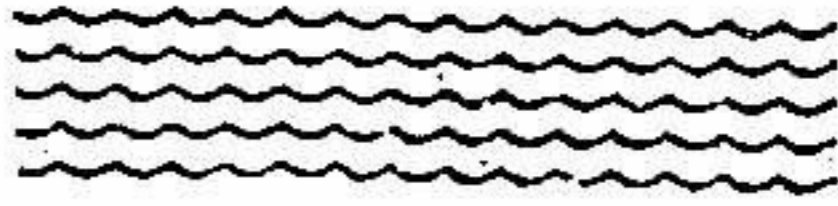
ایک سو پانچ برس کی طویل عمر پاکر ۲۴ جون ۱۹۳۷ء/۶/۱۲ ربیع الاخریٰ ۱۳۵۶ھ کو اچھڑہ (لاہور) میں وفات پائی۔ مزار اچھڑہ موڑ کے قریب ہے۔  
مفتی مرحوم بلند پایہ شاعر تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں مشق سخن کرتے تھے۔ مذہباً حنفی نقشبندی تھے۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی ترویج میں انہوں نے بہت کام کیا۔ ان کی مندرجہ ذیل کتابیں ملتی ہیں:  
۱۔ نافع الصلوٰۃ - صلوٰۃ مسعودی کا ترجمہ ہے۔

۲۔ سرالشاہدین (اردو)

۳۔ مجموعہ خطیب خلیفہ

۴۔ تفسیر قرآن مجید۔ چند اہم اشاعت ہو سکے ہیں۔

مولانا کی زینہ اولاد میں چھ صاحبزادے تھے جو اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے



## محمد یار

مولانا محمد یار الملقب بہ عبدالنبی المختار بن مولانا عبدالکریم گڑھی اختیارخان ضلع رحیم یارخان میں ۱۳۰۰ھ/۸۲-۸۳/۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور ابتدائی مکتبی تعلیم پتلا پینڈ میں حاصل کی۔ مولانا محمد حیات سے استفادہ کیا۔ چاچڑاں شریف میں مولانا تاج محمود سے درس بنیادی کی آخری کتب اور درہ حدیث پڑھا۔

خواجہ غلام فرید سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد دس سال ان کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش نازک سے اور اوواشغال کی تکمیل کی اور خواجہ نازک کے فرزند خواجہ محمد معین الدین سے مجاز بیعت تھے۔ دوسری روایت کے مطابق خواجہ محمد بخش نازک کے خلیفہ مولانا نور احمد فرید آبادی تھے انہیں خلافت عنایت کی تھی۔

ایک عرصہ چاچڑاں کے مدرسہ خاتقاہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد وطن مالوہ آگئے اور یہاں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۳۳۳ھ/۱۵/۱۹۱۵ء میں فریڈ چاچڑاں ادا کیا۔ جید عالم دین تھے۔ تقریر و خطب اور پیرسوز ہوتی تھی۔ مثنوی مولانا روم سے بے شائبہ تھا۔

۱۴ رجب ۱۳۶۷ھ/۲۳ مئی ۱۹۴۷ء کو لاہور میں اللہ کو پیار سے ہوئے اور حضرت میاں میر کے احاطے میں امانتاً دفنائے گئے۔ چھ ماہ بعد ان کا تابوت گڑھی اختیارخان منتقل کیا گیا۔

مولانا محمد یار مرحوم شعرو سخن کا ملکہ رکھتے تھے۔ "بہل" اور "محمد" تخلص کرتے تھے۔ دیوان محمدی کے نام سے ان کا کلام طبع ہو چکا ہے۔

۱۴۷

۲۸۳



## محمد یوسف اکھوڑوی

مولانا محمد یوسف بن گوہر دین ضلع انک کے قصبہ اکھوڑی میں اندازاً ۱۹۰۲ء/۶-۲۰-۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان میں علم و فن کی روایت کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ مولانا گوہر دین، عربی صرف و نحو کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے اور دروازے سے طلبہ کسبِ علم کے لئے ان کے پاس آتے تھے۔

مولانا محمد یوسف نے دیوبند اور ڈابھیل کے مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ علامہ محمد انور ثناء، کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے معروف تلامذہ میں سے تھے۔

فقہ و حدیث میں یدِ طولیٰ حاصل تھا اور عربی زبان و ادب پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے۔ خاموشی سے علمی و تصنیفی کام کرتے ہوئے اپنے آبائی گاؤں میں پرج ۱۹۶۲ء/۶-۱۳۸۳ھ میں فوت ہوئے۔

مرحوم سادگی پسند، متحمل مزاج اور خوش اخلاق انسان تھے۔ ان کی حسبِ ذیل تصنیفات معلوم ہو سکی ہیں۔

۱۔ حاشیہ نصب الرایہ للاحدیث الہدایہ۔ (عربی) نصب الرایہ علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف، المحقق الزبیدی (م ۶۲۷ھ) کی چار جلدوں میں ضخیم تالیف ہے۔ مولانا محمد یوسف کا یہ حاشیہ طبع مصر (۱۹۲۸ء) کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ نیز علما حدیث پر ان کی ایک طویل نظم اس کتاب میں شامل ہے۔

۲۔ الوسائل المالیہ للدولة الاسلامیہ (اسلامی حکومت کے مالی ذرائع)

۳۔ کتاب الوراثة

۴۔ تذکرۃ التابعین (غیر مطبوعہ)

۵۔ عربی زبان کی ایک ناکمل لغت

مولانا محمد یوسف عربی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے۔ اپنے استاد گرامی مولانا انور شاہ کاشمیری کی وفات پر طویل مرتبہ لکھا۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:

من موت من ہو حال القرآن	اسی غریبانی الیاری کما بدا
شیخ الحدیث و صاحب الاتقان	من موت من قد کان اعلم عصره
ورث الیومی و علمه الریانی	نیکی امام الحق مولانا الذی
و خلاصۃ الاعوام و الازمان!	مولی الایام و نعمة الایام
او شامته فی... و حنته الاکوان	او کو کتب بجلو بطلعة الدرچی



## محمود گنجوی

مولانا محمود گنجہ نردانا مولوی صنلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) سے علمی و دینی استفادہ کیا تھا۔ اپنے علاقے کے بقتہ پاپہ حنفی علماء میں شمار ہوتے تھے اور اہل تشیع سے مناظرے کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے عمدہ کتب خانہ فراہم کیا تھا۔ جس میں اہل تشیع کی امہات الکتاب موجود تھیں۔ سات دن بخار میں مبتلا رہ کر ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ / ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو گنجہ میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

مولانا محمود کی قلمی یادگاروں میں ”طریق الساکین“ ایک اہم کتاب ہے جو تصویرِ شیخ کے مسئلے پر لکھی گئی ہے۔

مولانا محمود کے بچپن میں ان کے صاحبزادے مولانا سلطان احمد ہوئے۔ مولانا محمود کی رحلت پر پیر ”النجم“ (دکھنوں) نے مولانا سلطان احمد کے بارے میں لکھا تھا: ”مرحوم کے صاحبزادے مولوی سلطان احمد سلمہ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ ان کے سچے جانشین ثابت ہوں گے۔ انہوں نے اپنے نندہ اللہ کے انتقال کی خبر دی اور مسرت کی بات ہے کہ عربی زبان میں انہوں نے نخط بھیجا ہے“

مولانا سلطان احمد، شیخ الہند مولانا محمود حسن کے شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی سے ”مولوی فاضل“ کی سند بھی حاصل

کی تھی۔ اپنے والدِ مہرِ موم کی زندگی ہی میں تدریس کرنے لگے تھے۔ بیسیوں اہل علم نے ان سے استفادہ کیا۔

مولانا سلطان احمد، اپنے والدِ ماجد کی رحلت کے چند ماہ بعد فوت ہو گئے تھے۔



## محمی الدین احمد قصوری

مولانا محمی الدین احمد قصوری بن مولانا عبدالقادر قصوری ۱۸۸۹ء/۶-۷-۱۳۰۶ھ میں قصور میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالقادر قصوری معروف وکیل اور سیاست دان تھے اور اہلحدیث مکتب فکر کے ممتاز رہنماؤں میں سے تھے۔ مولانا محمی الدین احمد نے ۱۹۰۶ء/۶-۱۳۲۲ھ میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ کچھ عرصہ لاہور کالج لاہور میں داخل رہے۔ ان کے والد ماجد انہیں بیرسٹر دیکھنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لئے لندن بھجوا رہے تھے مگر انہوں نے وکالت کا پیشہ پسند نہ کیا اور قومی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔

پہلی عالمی جنگ کے زمانے میں کلکتہ چلے گئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سرپرستی میں ایک روزنامہ "اقدام" جاری کیا۔ مولانا آزاد کو بنگال سے اخراج کا حکم سرکار بلا اور وہ رانچی دیہاڑ چلے گئے۔ "اقدام" کو مولانا آزاد کی براہ راست نگرانی حاصل نہ رہی۔ اس کے ساتھ مختلف صوبائی حکومتوں نے اپنی حدود میں "اقدام" کا داخلہ بند کر دیا۔ اخبار بند ہو گیا اور وہ واپس وطن آ گئے۔

جوں ہی قصور پہنچے انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ہوشیار پور جیل میں رہے۔ جنگ ختم ہونے پر رہا ہوئے۔ قصور آئے تو راولپنڈی ایکٹ کے خلاف مظاہروں میں شامل ہونے کی وجہ سے دوبارہ گرفتار ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد رہا ہوئے تو ملک کی فضا بگڑی ہوئی تھی۔ اتحاد و تعاون کے بجائے شدھی اور سنگٹھن کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ انہوں نے تبلیغ دین کے لئے کام شروع کیا۔ "جمعیت دعوت و تبلیغ" کی نظامت سنبھالی اور پورے میں دعوتی کام کرنے لگے۔ ایک تعلیم خانہ قائم کیا اور اپنی تمام توجہات ان کاموں پر مرکوز کر دیں۔

مولانا محی الدین احمد، مولانا آزاد کے نیاز مند تھے اور مولانا آزاد بھی ان سے انخلاص و محبت رکھتے تھے۔ وہ سرحد پار مجاہدین کی سرگرمیوں میں دلچسپی لیتے تھے۔ انہیں مالی اعانت بھجواتے تھے، اس ذوق و جذبہ کے تحت مولوی محمد ولی (فتوحی والے) کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد بھی کی تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں مقیم ہو گئے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے قائم کردہ تصنیفی ادارے "ادارہ اشاعت السنہ" کے ناظم رہے۔ جمعیت اہل حدیث کی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے تھے۔

۱۶ دئی قعدہ ۱۳۹۰ھ / ۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں واصل بحق ہوئے۔ ان کی حسب ذیل تحریری کاوشیں معلوم ہو سکی ہیں:

- ۱۔ ترجمہ سورہ نور (امام ابن تیمیہ)
- ۲۔ ترجمہ صراطِ مستقیم (شاہ اسماعیل شہید)
- ۳۔ ترتیب و تقدیم "تقویت الایمان" (تالیف شاہ اسماعیل شہید)



## پیر مراد شاہ لاہوری

پیر مراد شاہ لاہوری بن پیر کریم شاہ (المعروف بہ مستی شاہ) بن شیخ ابوالفتح المعروف بہ شاہ جیو) لاہور کے مشہور شہر وردی بزرگ حضرت شاہ عبدالمجیب چوہدری بندگی (م ۱۰۹۱ھ) کے اہل خانہ میں سے تھے۔ پیر کریم شاہ اپنے وقت کے بلند پایہ مشائخ میں سے تھے۔ ۱۱۹۶ھ/۸۲-۸۱ء میں سکھ گردی سے تنگ آکر لکھنؤ چلے گئے۔ تقریباً پانچ سال کے قیام کے بعد واپس وطن آ رہے تھے کہ ۱۲۰۱ھ/۸۷-۸۶ء میں شاہ جیو لاہور کے نزدیک قزاقوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

پیر کریم شاہ کے چاروں صاحبزادوں - پیر مراد شاہ، پیر قلندر شاہ، پیر سکندر شاہ، اور پیر فرخ بخش نے علمی و دینی میدان میں نام پیدا کیا۔ پیر سکندر شاہ اور پیر فرخ بخش نے دین و تصوف کی نسبت ادب و شعر کی زیادہ خدمت کی۔ پیر مراد شاہ اور پیر قلندر شاہ نے ادب و شعر کے پہلو بہ پہلو دینی کام بھی کیا۔

پیر مراد شاہ ۱۱۸۲ھ/۷۱-۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کے ہمراہ لکھنؤ کا سفر کیا۔ واپسی پر لاہور میں سکونت اختیار کی۔ پیر غلام دستگیر نامی نے انہیں عابد

۱۔ اصل نام غلام رکن الدین تھا۔ تاریخ جلیلہ ص ۲۳۹

۲۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہوں:

نخزینیۃ الاصفیاء جلد ۲، ص ۱۱۵-۱۱۶

حدیقۃ الاولیاء ص ۱۷۸

تاریخ جلیلہ ص ۲۲۵-۲۳۶

بے ریا، مجاہد بے ہمتا اور صاحب تصانیف باہرہ <sup>۱۱</sup> "تاریخ دہلی" سے بیعت کی۔

پیر مراد شاہ سلسلہ سہروردیہ میں خرقہ خلافت اپنے والد ماجد سے پہنا تھا۔ اُن کی رحلت کے بعد مراد شاہ اور اُن کے برادر خورد پیر قلندر شاہ نے شیخ بدر الدین <sup>۱۲</sup> (م ۱۲۰۵ھ) سے بیعت کی۔

پیر مراد شاہ کی ناگہانی رحلت کے بعد اُن کے پس ماندگان بریلی چلے گئے تھے۔ پیر مراد شاہ اور اُن کے برادر خورد پیر قلندر شاہ نے لکھنؤ، الہ آباد اور محمد آباد بنارس کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ اُن کے اساتذہ میں شاہ اجل الہ آبادی کا نام بہت نمایاں ہے۔

پیر مراد شاہ ۵ محرم ۱۲۱۵ھ / ۳۰ مئی ۱۸۰۰ء کو لاہور سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں "مردانہ" میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے گئے۔ مزار کے دروازے پر زیر محراب حسب ذیل قطعہ تاریخ نصب ہے:

میتا شاہ کے بیٹے غلام رکن الدین !  
 شباب جن کا تھا پیری سے خوش ترو ذی شان  
 شب جمعہ تھی محرم کی پانچویں تاریخ  
 ہوئے نماز عشاء میں وہ سوئے نخلدرواں  
 سروش عالم نبی نے داد دی تائی  
 جو لو لے قلندر شاہ مراد بخش جہاں

۱۲۰۶ھ

۱۲۱۵ھ = ۱۲۰۶ + ۹

۱۱ تاریخ جلید ص ۲۳۹

۱۲ ایضاً ص ۲۲۲



پیر مراد شاہ فارسی اور اردو کے ایک کامیاب شاعر تھے۔ حافظ محمود خان شیرانی (م ۱۳۶۲ھ) اُن کی اردو شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ان کی طبیعت نغزل سے بہتر مثنوی پر جمتی ہے۔ اس میدان میں وہ کسی سے کم نہیں اور اہل ہندوستان کے دوش بدوش ہیں۔ متواتر سات سال ہندوستان میں رہنے کی بنا پر زبان بالکل صاف ہو گئی ہے۔ سلاست اور روانی کے علاوہ کلام میں پختگی موجود ہے۔“

پیر مراد شاہ کی حسب ذیل تالیفات ہیں:

۱۔ دیوان مراد۔ پیر مراد شاہ کا دیوان نغزلیات جو ۱۲۵ نغزلوں، ۲۲ رباعیوں اور چند متفرق قطععات اور اشعار پر مشتمل ہے۔ انجمن ترقی اردو ہند (دہلی) کے مجلہ ”اردو“ بابت جولائی ۱۹۲۶ء میں پیر غلام دستگیر نامی کے دیباچہ کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔

۲۔ نامہ مراد (منظوم) لکھنؤ کے زمانہ قیام میں ۱۱۹۶ھ/۸۲-۸۱ء میں عزیزان وطن کے نام خط۔

۳۔ مثنوی مراد العاشقین (تصوف)

۴۔ نامریاں (ترجیع بند)۔ فارسی

۵۔ مثنوی مراد المحبتین (قصہ چہار درویش)

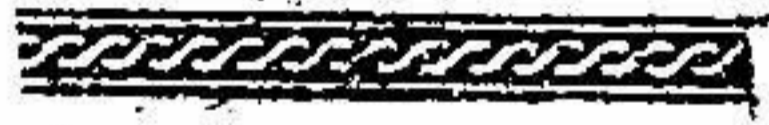
۶۔ مثنوی نگس نامہ۔ نامہ مراد کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

بطور نمونہ کلام مثنوی ”نگس نامہ“ کے چند ابتدائی شعر نقل کئے جاتے ہیں جن میں ”لاہور“ کی تعریف کی گئی ہے:

۱۔ پنجاب میں اردو ص ۳۲۸

۲۔ نامہ مراد ص ۲۲، پنجاب میں اردو ص ۳۲۹-۳۳۰

شہرِ لاہورِ قُبۃِ اِسْلام  
 خوبی اس کی مٹی شہرہٴ آفاق  
 اصفہان ہے جو ایک نصفِ جہاں  
 دور و نزدیک تھا یہی مشہور  
 تھا عمارت سے یہ قوی بنیاد  
 تھا بہشتِ بریں بروئے زمین  
 ایک سے ایک تھے دو صد خدایاں  
 اولیاء و مشائخ و سادات  
 شاعر و شعر فہم لائقِ شعر  
 شہر تھا یہ کہ کانِ علم و ادب  
 روشن آفاق میں ہے جس کا نام  
 حُسن کا اُس کے تھا جہاں مشتاق  
 خوبیوں میں نہ تھا کچھ اس سے کلام  
 اپنے نزدیک تھا بہت سادور  
 ربیع مسکوں میں افتخارِ بلاد  
 عجب انسان تھے اس مگاکے مکین  
 سب بلائک صفت و لے انساں  
 علماء اک سے اک ستودہ صفات  
 طبع موزوں فہم لائقِ شعر  
 کان کیا بلکہ جانِ علم و ادب



## تفضلی احمد خان میکش

مولانا تفضلی احمد خان میکش بن میر احمد خان، افغان قبیلہ "درانی" کے گوہر تابندہ تھے۔ وہ محرم ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں جالندھر کے ایک گاؤں "بہدم" میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان علمی روایت کا حامل تھا۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد شے پائی۔ جالندھر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ دورانِ تعلیم میں سیاسی تحریکوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ بلیانوالہ باغ امرتسر کے حادثے کے بعد پورے ملک میں اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ اسلامیہ کالج کے طلبہ لاہور کے مظاہروں میں پیش پیش رہتے تھے۔ جلوس نکالتے، پولیس سے ٹکر لیتے، پتھر اڑاتے اور سختیاں بھیتے تھے۔ مولانا میکش ان مظاہروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۱۹ء کے اواخر میں ترکِ تعلیم کر کے روزنامہ "زمیندار" میں نیوز ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔ تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کے زمانے میں ہجرتِ افغانستان کی تحریک کا بڑا زور تھا۔ ہزاروں مسلمان اپنے اثاثے اور جائیدادیں اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان جا رہے تھے۔ میکش صاحب بھی سوئے افغانستان چل پڑے۔

افغانستان میں خوست کے مقام پر جنرل نادر خان (جو بعد میں بادشاہ بنے) کے بھائی شاہ محمود خان کے ہمراہ قیام پذیر رہے۔ شاہ محمود خان کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی انگریز دشمنی کی وجہ سے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔ تحریکِ ہجرت کسی نظم و ضبط

اور منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے نا کام ہوئی تو مولانا میکش اپنے ایک دوستوں  
 کے ساتھ قبائلی علاقے کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے بتوں کے راستے وطن آئے۔  
 ان کے ساتھی مردان کے رہنے والے تھے۔ وہ مردان پہنچنے پر گرفتار کر لئے گئے اور  
 جالندھر میں مولانا میکش بھی گرفتار ہو گئے بعد میں خاندان کے بااثر افراد کی کوششوں  
 سے رہا ہوئے۔

دوبارہ تعلیم کے بہانے لاہور آ گئے مگر کسی کالج کا رخ کرنے کے بجائے  
 صحافت کے "مدرسہ زمیندار" میں نام درج کر لیا۔ مولانا میکش کہا کرتے تھے کہ "زمیندار  
 مدرسہ صحافت اور ظفر علی خان اس کے پرنسپل تھے" ان دنوں ادارت مولانا غلام رسول  
 مہر کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا مہر اور عبدالحمید سالک نے زمیندار سے الگ ہو کر  
 "روزنامہ انقلاب" جاری کیا۔ مولانا میکش بھی ادارہ انقلاب میں شامل ہو گئے۔ نیوز ایڈیٹر  
 تھے اور "انقلاب" کے سنڈے ایڈیشن کی ترتیب و تدوین ان ہی کے سپرد تھی۔ اس  
 کام میں عبدالحمید خان فشر جالندھری ان کے رفیقِ قلم تھے۔

روزنامہ "انقلاب" میں مولانا میکش کے قلم سے بہت سے معرکہ خیز مقالات  
 نکلے۔ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے "ہندی مسلمانوں کے لئے الگ وطن" کے عنوان سے  
 سلسلہ مضامین لکھا۔ اس کے دو سال بعد علامہ اقبال نے اللہ آباد میں مشہور خطبہ صدارت  
 پیش کیا۔ کچھ عرصہ بعد "انقلاب" سے واپس ادارہ زمیندار میں شامل ہو گئے۔  
 ۱۹۲۹ء میں افغانستان میں امان اللہ خان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور امان اللہ  
 خان کو یورپ میں رہنا پڑا۔ میکش صاحب نے ہفت روزہ "افغانستان" (فارسی)

۱۔ ظفر علی خان (ادیب و شاعر) ص ۳۱۲

۲۔ کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے ص ۲۹۹

میں امان اللہ خان کے حق میں پُر زور مضامین لکھے۔ دونوں کے درمیان خط و کتابت بھی ہوتی تھی۔ جب جنرل نادر خان نے بچہ سقہ کے خلاف جدوجہد کی تو مولانا میکش اُن کے ہمنوا تھے مگر حالات بہتر ہونے پر نادر خان نے امان اللہ خان کو حکومتِ ریلوٹائی اس لئے اسی زور شور سے مخالفت شروع کر دی جس زور شور سے حمایت کی تھی۔

افغانستان کی نئی حکومت کو امان اللہ خان اور مولانا میکش کی باہمی مراسلت کا علم تھا۔ حکومت نے مولانا سے امان اللہ خان کے خطوط حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں تحریص و ترغیب کے حربے آزمائے گئے مگر اس مردِ درویش نے تمام پیشکشوں کو پائے حقارت سے بھکرا دیا۔ آخر افغان حکومت نے دوسرا حربہ استعمال کیا اور وہ خطوط دفتر افغانستان سے چوری کر لئے گئے۔

۱۹۳۲ء میں قانونِ تعلقاتِ خارجہ نافذ ہوا۔ جس کے مطابق ملکِ معظم کی دوست، ریاستوں کے خلاف پروپیگنڈا جرم قرار دیا گیا۔ مولانا میکش نے حکومتِ افغانستان کے خلاف قلمی مہم جاری رکھی اور دو سال قید کی سزا پائی۔

۱۹۳۲ء میں روزنامہ "احسان" (لاہور) جاری ہوا تو مولانا میکش اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ چار سال تک یہاں کام کرنے کے بعد ایک نیا اخبار "شہپاز" نکالا۔ قیامِ پاکستان کے بعد روزنامہ "مغربی پاکستان" اور "نوائے پاکستان" کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ جناب عبدالسلام خورشید نے دنیا سے صحافت میں اُن کا مقام متعین کرتے ہوئے لکھا ہے:

»مولانا میکش اعلیٰ پائے کے ادارہ نگاروں میں شمار ہوتے تھے۔ سیاسی مسائل کو خوب سمجھتے تھے اور لکھنے کا ڈھنگ جانتے تھے۔ وقتاً فوقتاً کوئی مہم چلا دیتے تھے جس سے ادارے بڑھنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔ اُن میں جرأت اور بے باکی بھی موجود تھی۔ ترشی اور تلخی بھی

تھی۔ دلیل کا مختصر بھی موجود تھا۔ سنجیدگی اور توازن کا دامن بھی نہیں چھوڑتے تھے اس لئے ادارہ نگاری کے میدان میں نمایاں تھے۔  
 ۱۹۵۳ء کی تحریک ردِ قادیانیت میں نمایاں حصہ لیا اور ایکشن کمیٹی کے رکن تھے گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے۔

اس تحریک کے بعد اخباری دنیا سے الگ ہو کر علمی و تعلیمی کاموں میں متہمک ہو گئے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ سے بطور مترجم اور شعبہ صحافت سے بطور لیکچرار وابستہ رہے۔

زندگی بھر بے باک، بے خوف اور اصول پرست رہے اور اپنی اصول پسندی کی وجہ سے مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے۔ عسرت میں زندگی گزار دی مگر چند ٹکوں کے لئے قلم فروشی اختیار نہ کی۔

تصوف کا ذوق رکھتے تھے۔ مولانا نواب الدین چشتی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> سے بیعت تھے۔  
 مولانا میکش سیاسی طور پر دو قومی نظریہ کے پُر عیوش داعی تھے۔ روزنامہ "احسان" (لاہور) مسلم لیگ کا اہم نواب تھا اور انہوں نے خود بھی تقسیم ہندوستان کا تصور پیش کیا تھا۔  
 ۱۹۲۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا مسلم کانفرنس میں شریک ہوئے۔ تھے اور ان کی پیش کردہ قراردادیں پانس کی گئی تھیں۔

مولانا میکش ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء / ۲۱ / ۱۳۷۹ کو حرکت قلب بند ہو جانے سے فوت ہوئے۔

۱۵ صحافت۔ پاکستان و ہند میں ص ۲۵۷

۱۶ اپنے دور کے ایک مروجہ آگاہ، مشہور نعت گو حافظ مظہر الدین ان ہی کے فرزند ہیں۔

۱۷ کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے ص

۱۸ تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۵۱۷

مرحوم سے مندرجہ ذیل تالیفات یادگار ہیں:

- ۱۔ تاریخ اقوام عالم
- ۲۔ تاریخ اسلام (چار جلدیں)
- ۳۔ اسلام اور معاشی اصلاحات
- ۴۔ تصویر و تدبیر
- ۵۔ اخراج اسلام از ہند
- ۶۔ البرز شکون گزر المعروف مرزائی نامہ
- ۷۔ الہامی افسانے
- ۸۔ دو دہل (مجموعہ کلام اردو)

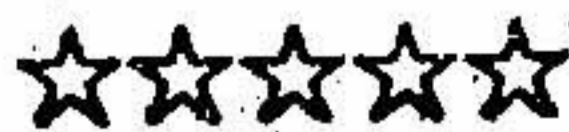


## مطبع الرضا خان قادری

مولانا مطبع الرضا خان قادری ۲۹ ستمبر ۱۹۲۷ء / ۲ ربیع الاخریٰ ۱۳۴۶ھ کو چندوسی ضلع مراد آباد کے ایک پٹھان قبیلے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ضلع علی گڑھ اور پرلی کے مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا امجد علی مؤلف "بہار شریعت" ، مفتی اعجاز ولی خان اور مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔ قادری سلسلہ طریقت میں مولانا حامد رضا خان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ان سے بے پایاں عقیدت رکھتے تھے۔

مولانا مطبع الرضا خان نے تحریک پاکستان میں ایک فعال کارکن کی حیثیت سے کام کیا تھا اور "چندوسی" میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں ان کا اہم حصہ تھا۔ قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی آگئے اور طارق آباد۔ راولپنڈی میں سکونت اختیار کی۔ طارق آباد کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہیں انہوں نے دینی درس گاہ "مدارس رضویہ" اور مطب "قادری دواخانہ" قائم کیا۔ مولانا موصوف خوش گفتار خطیب، اچھے مدرس اور حاذق طبیب تھے۔ اچھا شعری ذوق رکھتے تھے اور اچھی نعت کہتے تھے۔

۲ اپریل ۱۹۷۹ء / ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ کو انحصار ج قلب کی بیماری میں فوت ہوئے اور راولپنڈی میں دفنائے گئے۔





## منظہر علی اظہر

مولانا مظہر علی اظہر بن محمد عبداللہ ۱۸۹۵ء/۱۳-۱۳۱۲ھ میں بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان تحصیل شکرگڑھ کے گاؤں کجروڑ سے نقل مکانی کر کے بٹالہ گیا تھا۔

مولانا مظہر علی نے ایم۔ بی ہائی سکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ لاء کالج سے ایل۔ ایل۔ بی کی سند لی۔ ۱۹۱۸ء میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۱۹ء میں راولپنڈی ایکٹ کے خلاف پورے ملک میں احتجاج ہوا۔ اسی احتجاج میں مولانا مظہر علی گرفتار ہوئے اور چند ماہ قید رہے۔ دسمبر ۱۹۲۹ء/۲۸-۱۳۲۸ھ میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ مولانا مظہر علی اس کے بانیوں میں سے تھے اور پہلے جنرل سیکرٹری چنے گئے تھے۔ ۱۹۳۰ء کی سول نافرمانی میں جیل گئے۔ جولائی ۱۹۳۱ء میں باہر آئے اور پہلی اجلاس کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔

مولانا موصوف مجلس احرار اسلام کے چوٹی کے راہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ تحریک کشمیر میں انہوں نے نمایاں کام کیا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں مجلس احرار اسلام کا ایک وفد مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں جاز گیا تھا۔ مولانا اس وفد کے ایک اہم رکن تھے دوسری عالمگیر جنگ میں فوجی بھرتی کے خلاف راولپنڈی میں ایک تقریر کرنے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور پندرہ روز زنداں رہے۔

مولانا مظہر علی اظہر ایک وکیل، کامیاب سیاسی راہنما اور صاحبِ قلم تھے۔ ان کی حسب ذیل تالیفات معلوم ہو سکی ہیں:

۱۔ تحریک مدح صحابہؓ

۲۔ ہمارے فرقہ وارانہ فیصلے کا استدراج

۳۔ ستیارتھ پرکاش اور مرزا غلام احمد

۴۔ مسٹر جناح اور تحریک شہید گنج

۵۔ جدوجہد آزادی میں احرار کا حصہ



## خواجہ معظم دین مروروی

خواجہ معظم دین بن میاں محمد یار ۱۲۲۷ھ/۳۲-۱۸۳۱ء میں "مروڑ" تحصیل بھلووال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ پیر قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔ اس قبیلے کے بیشتر افراد قصبہ لالیان ضلع بھنگ میں آباد ہیں۔ خواجہ معظم دین کے جدا جدا لالیان سے ترک سکونت کر کے موضع گنگوال آئے پھر وہاں سے موجودہ مستقر "مروڑ" منتقل ہوئے۔

خواجہ صاحب موصوف کے والد پڑھے لکھے بزرگ تھے تاہم ان کی تربیت میں حافظ محمد امین کا زیادہ حصہ ہے۔ حافظ محمد امین، خواجہ صاحب کے ماموں تھے اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے ارادت مند تھے۔ خواجہ صاحب ان ہی کی وساطت سے تیرہ سال کی عمر میں خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ قرآن حفظ کیا اور فن تجوید میں مہارت حاصل کی۔ پیر طریقت خواجہ شمس الدینؒ سے شرح وقایہ، لواشح جامی، مرقع کلیمی اور کشکول سبقاً سبقاً پڑھیں۔

سترہ سال کی عمر میں اعلیٰ تعلیم کے لئے عازم سفر ہوئے۔ لاہور میں بیگم شاہی مسجد اور مسجد نیلا کنبد میں مقیم رہے۔ لاہور سے وہلی گئے اور آخر میں بمبئی جا کر تکمیل علوم کی۔ خواجہ معظم دین محنتی اور ذہین طالب علم تھے اور اپنے اساتذہ کے منظور نظر تھے۔ انہوں نے اپنے اساتذہ کے نام نہیں مل سکے۔

تکمیل علوم کے بعد سیر و سیاحت اور حج کا فریضہ ادا کرنے چلے پڑے۔ پہلے ترکی گئے اور استانبول کے کتب خانوں سے استفادہ کیا۔ ان کے تبحر علمی اور وسعت معلومات نے علمائے ترکی کو ان کا گرویدہ بنا دیا۔ علمائے ترکی نے ان کی

عزت افزائی یوں کی کہ ایک پُر وقار تقریب میں سلطان ترکی کی جانب سے "شمس العلماء" کی اعزازی سند اور مرقع چغہ پیش کیا۔ ترکی سے عراق، شام، فلسطین اور مصر ہوتے ہوئے ارضِ حجاز پہنچے اور فریضہ حج ادا کیا۔

سوال ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۹ء میں سیر و سیاحت سے واپس آئے اور سیال شریف میں سکونت اختیار کی۔ خانقاہ کے انتظامات، فتویٰ نویسی اور صاحبزادگان خانقاہ سیال کی تعلیم و تربیت اُن کے سپرد تھی۔

خواجہ شمس الدین سیالوی نے تعلقات سے سرفراز کیا۔ حضرت سیالوی کی رحلت (۱۳۰۰ھ) کے بعد بانی وطن "مرولہ" منتقل ہوئے جو اُن کی اصلاحی سرگرمیوں سے "مرولہ شریف" مشہور ہوا۔

مرولہ شریف میں ایک ہندو خاتون نے اُن کی اصلاح و تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اسی نو مسلم سے اُن کا عقد ہوا اور ستر سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے فرزند محمد حسین مرولوی عنایت کیا۔

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۵ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۰۷ء کو وفات پائی۔ میاں عبداللہ سیالوی نے حسب ذیل مادہ ہائے تاریخ وقات کہے:

زماں رخ وصالِ شان ہمیں است  
معظم دین قطبِ اہل دین است!

۱۳۲۵ھ

نیز

ازاں مدت کہ عالمِ محورِ رخ است  
نہ بھرت یسزودہ صد بست و پنج است!

۱۷۳۳ھ ہوا المعظم ص ۱۷۳

خواجہ معظم دین کی رحلت کے وقت خواجہ محمد حسین کی عمر آٹھ سال تھی۔ قاضی محی الدین نے اُن کے جوان ہونے تک تھانقاہ کا نظم و نسق بخیر و خوبی چلایا۔ خواجہ مرحوم کے حسبِ ریل خلفاء کے نام معلوم ہو سکے ہیں:

۱۔ خواجہ محمد حسین مرولوی (فرزند نم ۲۷، جادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ / ۲۳ جون ۱۹۲۲ء)

۲۔ قاضی محی الدین

۳۔ میاں شہاب الدین فیروز پوری (م ۱۳۵۲ھ)

۴۔ پیر تادر علی شاہ جالندھری

۵۔ پیر سید ضامن علی شاہ بیٹڑوی (ہزارہ)

۶۔ میاں سراج الدین ساکن برج آگرہ ضلع گجرات

۷۔ میاں امام الدین کفروی



## سید مغفور القادری

سید مغفور القادری بن سید سردار احمد گڑھی اختیارخان ضلع رحیم یارخان کے رہنے والے تھے۔ اسی مردم خیز قصبے میں ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں سادات کے ایک خانوادے میں پیدا ہوئے۔ تارہ سخی نام "مغفور" رکھا گیا۔ اُن کا پدری سلسلہ نسب سید عثمان مروندی المعروف بہ لعل شہباز قلندر (م ۷۳۲ھ) سے ملتا ہے اور مادری سلسلہ اویچ کے معروف بخاری خاندان پر منتہی ہوتا ہے۔

سید مغفور القادری کا خاندان علم و فضل اور شریعت و طریقت کا امین تھا۔ اُن کے جد امجد سید محمد جعفر شاہ نوابین گڑھی اختیارخان کے اصرار پر شکار پور (سندھ) سے نقل مکانی کر کے آئے تھے۔ سید سردار احمد جید عالم دین، اعلیٰ درجے کے خطاط اور سندھی و سرائیکی کے شاعر تھے۔

سید مغفور القادری بچپن میں ماں کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ والد ماجد نے اُن کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ انہوں نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ گڑھی اختیارخان کے مفتی محمد حیات اور مولانا عبدالکریم ہزاروی ثم بھرچوٹوڈوی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مدرسہ شمس العلوم لٹی مولویاں ضلع رحیم یارخان میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ مولانا سراج الدین کھن بیلوی سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔

فارع التحصیل ہوئے تو بھرچوٹوڈوی (سندھ) چلے گئے۔ حافظ محمد عبداللہ بھرچوٹوڈوی (م ۱۳۲۶ھ) سے بیعت ہوئے اور دارالعلوم بھرچوٹوڈوی کی مسندِ درس و افتاد پر فائز ہوئے۔ درس و تدریس کے ساتھ سندھ کے دیہی علاقوں میں وعظ و تبلیغ

کرتے اور اپنے مذہبی مخالفین سے مناظرے کرتے رہتے تھے۔  
 بھرچوٹڈی میں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی۔ درمیان میں ایک سال کینٹن راشدی  
 خاندانہ سندھ کے ایک صاحبزادے سید رحم شاہ مرحوم کی تعلیم کے لئے سکھ  
 میں مقیم رہے۔

سید مغفورا قادری تحریک پاکستان کے پُر جوش کارکن تھے۔ انہوں نے پیر عبدالرحمان  
 بھرچوٹڈوی کی قائم کردہ "جماعت احیاء الاسلام" کے ذریعے دو فوجی نظریہ کے حق میں  
 قضائے عمواری کی۔ انہوں نے جماعت کا اخبار "الجماعت" شکارپور سے جاری کیا۔ جماعت  
 احیاء الاسلام نے سندھ کے اکثر اہم مقامات پر کانفرنسیں منعقد کیں اور تحریک  
 پاکستان کے مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

سید مغفورا قادری نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اکتیسویں سالانہ جلسہ منعقدہ کراچی  
 (۲۲، ۲۵، ۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء / صفر ۱۳۶۲ھ) میں شرکت کی اور انہوں نے "جماعت  
 احیاء الاسلام" کے نائب صدر اور نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اسے آل انڈیا  
 مسلم لیگ میں مدغم کر دیا۔ اس کے بعد اپنی تمام صلاحیتیں مسلم لیگ کے لئے وقف کر  
 دیں۔ خود بھرچوٹڈی سے حیدرآباد آ گئے۔ مشائخ کو منظم کرنے کی خاطر تنظیم المشائخ  
 قائم کی۔ اسی دوران میں ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء / جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ کو آل انڈیا سنی  
 کانفرنس بنارس منعقد ہوئی۔ سید مغفورا قادری پیر عبدالرحمان بھرچوٹڈوی اور سندھ  
 کے دوسرے ایک سوا فراد کے ساتھ شریک ہوئے۔

سید مغفورا قادری نے تحریک مسجد منزل گاہ سکھر (۱۹۳۹ء) میں بھرچوٹڈوی  
 لیا تھا۔ سکھر کی یہ مسجد ہندو آبادی میں گھری ہوئی تھی۔ ہندو مسلمانوں کو آبادی مسجد سے  
 روکنا چاہتے تھے۔ مسلمان "کعبہ کی بیٹی" کو ذلیل ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ  
 حالات خراب ہو گئے۔ حکومت سندھ نے جانبدارانہ مداخلت کی کوشش

کی تو مجلس احوال اسلام میدان میں آگئی۔ مقامی طور پر سید معذور القادری اور دوسرے علماء نے مسجد آباد کرنے پر زور دیا۔ بالآخر حکومت سندھ نے ایک تحقیقاتی بورڈ مقرر کیا جس نے مسجد مسلمانوں کے حوالے کر دی۔

قیام پاکستان کے بعد سید معذور القادری وطن مالوف میں آگئے۔ یہاں بھی دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے۔ جامع مسجد میں وہی خطبہ دیتے تھے۔ جامعہ محمدیہ رضویہ (رحیم یار خان میں) ایک سال تدریس بھی کی۔ ذیابیطس میں مبتلا تھے اور اسی بیماری میں ۵ صفر ۱۳۹۰ھ / ۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء کو وقات پائی۔ اگلے دن پیر عبدالرحیم بھرپور ٹنڈوی (ش ۲۱ ستمبر ۱۹۷۱ء / ۱۳۹۱ھ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے والد کرامی سید سردار احمد کے پہلو میں دفنائے گئے۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے قطعہ تار منسوخ کہا۔ جس کا آخری شعر یہ ہے:

شرافت چوں پر کند سالِ وصال  
بگو، ہادی عصر مستور شد

۱۳۷۹۰

سید معذور القادری نے حسب ذیل کتابیں تالیف کی ہیں:

- ۱۔ عباد الرحمن (تذکرہ مشائخ بھرپور ٹنڈوی)
- ۲۔ تنویر العینین فی تقبیل الابرہامین (سندھی۔ غیر مطبوعہ)
- ۳۔ الرسول (غیر مطبوعہ) سیرت پر ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ اسی کا ابتدائی خاکہ ہے۔

۴۔ کلام معذور (غیر مطبوعہ) سید صاحب فارسی، اردو اور انگریزی کے کامیاب شاعر تھے۔ ابتدائی دور میں ساعر تخلص کرتے تھے۔ بعد میں معذور، غیر اور غفور تخلص کرتے

گئے۔



ان پر مستزاد "الجماعت" (شکار پور) کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں

مضامین ہیں۔

سید معفور القادری مرحوم نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں۔ پہلی زوجہ سے  
 نریتہ اولاد میں صاحبزادہ سید کاظم القادری پیدا ہوئے۔ دوسری اہلیہ سے تین صاحبزادے  
 اور ایک صاحبزادی حیات ہیں۔ سید محمد فاروق القادری ان کے علمی جانشین ہیں۔



## سید ممتاز علی دیوبندی

شمس العلماء مولانا سید ممتاز علی بن سید ذوالفقار علی ۲۷ ستمبر ۱۸۶۰ء / ۲۲ ربیع الاولیٰ ۱۲۷۸ھ کو برصغیر کے معروف علمی مرکز دیوبند میں پیدا ہوئے۔ وہ حضرت امام رضا کی اولاد میں سے تھے۔ اُن کے جدِ علی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے (۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء تا ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) میں بخارا سے نقل مکانی کر کے برصغیر میں وارد ہوئے اور ضلع انبالہ کے قصبہ جگادھری میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصے بعد اس خاندان کے ایک بزرگ سید ہاشم علی نے جگادھری کو چھوڑ کر دیوبند کو وطن بنا لیا۔ اُن ہی کے بھانجے میر تار علی کے فرزند سید ذوالفقار علی تھے۔

سید ممتاز علی نے تعلیم کے ابتدائی مراحل دیوبند میں طے کئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) سے استفادہ کیا تھا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن (م ۱۳۳۹ھ) کے ہم درس تھے۔ دیوبند کے بعد انہوں نے راولپنڈی، سرسہ، فیروز پور اور لاہور میں تعلیم حاصل کی، جہاں اُن کے والد ماجد بسلسلہ ملازمت تعینات رہے تھے۔

۱۸۷۶ء / ۱۲۹۳ھ میں لاہور آئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول اور گورنمنٹ کالج میں جدید تعلیم حاصل کی۔ یہ وہ دور تھا جب جدید تعلیم کے ساتھ آزاد خیالی لازمی تھی۔ عیسائی مبلغ حکومت کے زیر سایہ زور شور سے عیسائیت کی تبلیغ کرتے تھے اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے اور مغالطے پیدا کرتے تھے۔ بہت سے جدید تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں میں تشکیک کے اثرات نظر آتے تھے۔ نوجوان سید ممتاز علی بھی اس مرحلے سے گزرے۔ اسی زمانے میں سر سید احمد خان سے متعارف ہوئے اور اُن کے اندازِ نظر کے معترف ہو گئے۔

۱۸۸۲ء/۰۲-۰۱-۱۳۰۱ھ میں گورنمنٹ کالج سے بی۔ اے کا امتحان دیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بی۔ اے میں ناکامی کے بعد انہوں نے دوبارہ امتحان دینے اور کالج میں پڑھنے کا خیال چھوڑ دیا اور اسی سال پنجاب چیف کورٹ میں بطور مترجم ملازم ہو گئے رسالت سال بعد ملازمت سے استعفا دے دیا۔ اور ہمہ تن تصنیف و اشاعت کتب میں مصروف ہو گئے۔

۱۸۹۸ء کے آغاز (۱۳۱۵ھ) میں "ترقاہ عام پریس" کے نام سے ایک مطبع قائم کیا اور ایک اشاعتی ادارے "دارالاشاعت پنجاب۔ لاہور" کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے نے اردو ادب اور علم کی گراں بہا خدمات انجام دی ہیں۔ "دارالاشاعت پنجاب" کے زیر اہتمام مفید جرائد جاری رہے۔

## تہذیب النساء

مولانا ممتاز علی نے خواتین کے لئے رسالہ "ہفت روزہ تہذیب النساء" جاری کیا۔ مدیرہ اُن کی اہلیہ محمدی بیگم تھیں۔ اولیں شمارہ یکم جولائی ۱۸۹۸ء/۱۱ صفر ۱۳۱۶ھ کو شائع ہوا۔ ۱۹۲۸ء/۲۷-۲۶-۱۳۴۶ھ میں اس کا ماہوار ایڈیشن بھی چھپنے لگا۔ عورتوں میں تعلیم کا شوق پیدا کرنے اور اُن کی اصلاح میں "تہذیب النساء" نے بڑا کام کیا۔ افسوس تقسیم ہند کے بعد یہ مفید پرچہ بند ہو گیا۔

محمدی بیگم ۲ نومبر ۱۹۰۸ء/۷ شوال ۱۳۲۶ھ کو فوت ہوئیں تو پرچہ مولانا ممتاز علی کی صاحبزادی وحیدہ بیگم کی ادارت میں چھپنے لگا۔ اُن کی رحلت کے بعد مولانا کی بہو داہلیہ سید حمید علی، آصف جہاں نے ادارت کی حتیٰ کہ رسالہ بند ہو گیا۔

پھول:

پتوں کا اخبار "پھول" ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۹ء/۲۸ شعبان ۱۳۲۷ھ کو جاری ہوا، اور

۱۹۵۷ء/۷۷-۱۳۷۶ھ تک پورے اڑتالیس برس باقاعدگی کے ساتھ ہر ہفتے شائع ہوتا رہا۔ ”پھول“ نے آسان زبان اور نفیس کتابت و طباعت کا جو معیار اور رکھ رکھاؤ قائم کیا وہ پتھوں کے کسی دوسرے اخبار کو حاصل نہ ہو سکا۔

”پھول“ کی پہلی مدیرہ بنت نذر الباقری تھیں۔ ان کے بعد مولانا ممتاز علی نے خود قرائن ادارت انجام دیئے۔ ”پھول“ کے مدیروں میں برصغیر پاک و ہند کے معروف ادباء مولانا عبدالمجید سالک (م ۱۳۷۹ھ)، ابوالاثر حفیظ جالندھری، حفیظ ہوشیار پوری (م ۱۳۹۲ھ) احمد ندیم قاسمی، راجہ مہدی علی خان اور علام عباس۔ کے نام ملتے ہیں۔

تالیف و اشاعت؛

پندرہ روزہ ”تالیف و اشاعت“ ۱۹۰۳ء/۲۱-۱۳۲۰ھ میں جاری ہوا۔ اس کے مقاصد میں اعلیٰ درجے کی مطبوعات پر تنقید و تبصرہ شامل تھا۔

تالیفات؛

مولانا سید ممتاز علی عربی زبان کے فاضل، فارسی ادب میں کامل اور انگریزی زبان کے اعلیٰ مترجم تھے۔ اردو صحافت کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ یاد رہے گا۔ ان کی تصنیفات کی فہرست یہ ہے:

۱۔ تفصیل البیان فی مقاصد القرآن

قرآن مجید کی آیات، موضوعات کے اعتبار سے ترجمہ کے ساتھ یکجا کی ہیں۔ کتاب سات حصوں پر مشتمل ہے جو الگ الگ طبع ہوئے۔

۲۔ حقوق نسواں

۳۔ سبیل الرشاد

۴۔ ثبوت واجب الوجود

۵۔ خزینۃ الاسرار

۶۔ شیخ حسن

۷۔ تذکرۃ الانبیاء

۸۔ ترجمہ زاد المعاد

۹۔ ترجمہ المنقذ من الضلال (امام غزالی)

۱۱۔ ولادتِ مسیح

۱۰۔ خیر المقال

۱۳۔ فارسی آموز

۱۲۔ رد الملاحدہ

۱۴۔ اربعین

ان کے علاوہ پرائمری اور نڈل کے طلبہ کے لئے اردو کی نصابی کتابیں مرتب کی تھیں۔  
 مولانا سید ممتاز علی مسلم یونیورسٹی کورس، علی گڑھ اور پنجاب یونیورسٹی سینٹ کے سالہا  
 سال رکن رہے۔ اُن کی علمی، تعلیمی اور قومی خدمات کے پیش نظر حکومت ہند نے ۱۹۳۴ء/  
 ۱۳۵۳ھ میں انہیں ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا۔ جس کے ایک سال بعد ۱۵ جون ۱۹۳۵ء/  
 ۱۳۵۴ھ ربیع الاولیٰ ۱۳۵۴ھ کو وفات پائی اور حسب وصیت دیوبند میں دفنائے گئے۔  
 مولانا سید ممتاز علی نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں۔ پہلی اہلیہ سے ایک صاحبزادی  
 وحیدہ بیگم اور ایک صاحبزادے حمید علی پیدا ہوئے۔ دوسری اہلیہ محمدی بیگم سے امتیاز علی  
 تاج (معروف مصنف، م ۱۳۸۹ھ) پیدا ہوئے۔



# حکیم منور الدین

مولانا حکیم محمد منور الدین بن ملک فتح خان بھوجپال ضلع جہلم کے رہنے والے تھے

انہوں نے مولانا غلام رسول ڈسالن بھترال ضلع الملک سے صرف عربی پڑھی تھی۔ مولانا غلام رسول پنجابی زبان میں "صرف" پڑھاتے تھے اور پورے پنجاب میں ان کی شہرت تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے انداز تدریس کو مولانا محمد منور الدین نے اپنا لیا۔

مولانا منور الدین نے اپنے استاد کی امالی کو فارسی میں منتقل کیا تاکہ "صرف بھترال" کا فیض پنجاب سے باہر عام ہو سکے۔ مولانا منور الدین جامع مسجد سوتر منڈی لاہور میں خطیب تھے۔ ۱۳۵۱ھ میں "صرف بھترال معروف بہ مرآة بھوجپال" مرتب کی۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں:

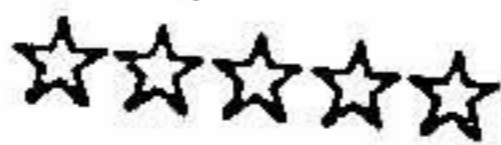
"قوانین این کتاب از نقائص و اغلاط میری اندو مفصل بیان شدہ اند  
زیر آنچہ حضرت (غلام رسول مرحوم) دریں کار خیر سعی بلیغ کردہ بودند و حاجت  
بسوئے کتاب دیگر از کتابہائے صرف نیفتد و ترتیب ہم اعلیٰ است کہ در  
کتاب دیگر ندیدہ شد و کمی کہ در مقدمہ بود آن مکمل کردم"۔  
مولانا حکیم منور الدین کے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔



## مہدی خطائی

ملا مہدی خطائی شاگرد ملا محمد مقیم لاہور کے شیعہ عالم تھے۔ نور احمد چشتی نے سید رحیب علی  
 ارسطو جاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ملا مہدی کے شاگرد تھے۔ سید رحیب علی  
 (ولادت: ۱۲۲۱ھ) بارہ سال کی عمر میں جگراؤں سے لاہور آئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۷ء میں ملا مہدی خطائی لاہور میں مقیم تھے اور طلبہ ان کی طرف  
 رجوع کرتے تھے۔

ملا مہدی خطائی کے استاد گرامی حُر عالمی علم حدیث کے بلند مرتبت عالم تھے۔ اور  
 ”وسائل الشیعہ“ (حدیث) ان کی یادگار ہے۔ ملا مہدی کے توسط سے لاہور میں ایک اہم  
 سلسلہ سنی کا فیض پھیلا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ملا مہدی خطائی کے بارے میں  
 ہماری معلومات کچھ زیادہ نہیں ہیں۔



## پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی

پیر سید مہر علی شاہ بن سید نذر دین شاہ بن سید غلام حیدر شاہ بن سید روشن دین حکیم  
رمضان ۱۲۷۵ھ / ۲ اپریل ۱۸۵۹ء کو گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان  
کا سلسلہ نسب ۲۵ ویں پشت میں شاہ عبدالقادر جیلانی بغدادی سے جا ملتا ہے۔ ان کی  
نانی حضرت سید جلال الدین بخاری اوچی کی اولاد میں سے تھیں۔ پیر سید مہر علی شاہ  
کے اجداد میں سے سید روشن دین پہلے شخص تھے جنہوں نے گولڑہ شریف میں  
سکونت اختیار کی۔

پیر سید مہر علی شاہ کے خاندان میں علم و عمل کی اچھی روایات چلی آرہی تھیں۔ انہوں  
نے مقامی مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ غلام محی الدین ہزاروی سے درس نظامی کی ابتدائی  
کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد بھونی (ضلع راولپنڈی) جا کر مولانا محمد شفیع کے درس میں  
شامل ہوئے اور دو سال ان کی خدمت میں رہ کر صرف و نحو کی متوسط کتب اور منطق میں  
”قطبی“ پڑھی۔ یہاں سے انکے (ضلع سرگودھا) گئے اور مولانا سلطان محمود سے استفادہ  
کیا۔ راستے میں میٹھی ڈھوک (ضلع اٹک) کے مگر مولانا سلطان محمود کی کشش اس قدر غالب  
تھی کہ یہاں قیام نہ کیا۔ انکے میں اڑھائی سال مقیم رہے اور درس نظامی کی اکثر بیشتر کتابیں  
پڑھیں۔ ۱۲۹۰ھ / ۷۲-۶۳-۶۴ میں وسط ہند کا سفر کیا۔ مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ)  
سے استفادہ کے لئے کانپور حاضر ہوئے مگر وہ سفر چج کے لئے پارکاب تھے۔  
اس لئے کانپور سے علی گڑھ چلے گئے جہاں مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۴ھ)



کی مسند تدریس سچی ہوئی تھی۔ مولانا لطف اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے ریاضی کی کتب عالیہ کا درس لیا۔ ۲۲ سال بعد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (م ۱۲۹۷ھ) کے پاس حاضر ہوئے اور تصحیحین کا درس لیا اور ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں ان سے سند حدیث حاصل کی۔ اس طرح بیس سال کی عمر میں علوم متداولہ کی تحصیل کر لی۔

پیر سید مہر علی شاہ کے اُستادِ گرامی مولانا سلطان محمود انگوی، حضرت شمس الدین سیالوی کے مریدِ خاص تھے۔ ان کے توسط سے پیر صاحب نے بھی حضرت سیالوی کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

علوم مروجہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو میر و سیاحت کے لئے وطن سننے نکل کھڑے ہوئے۔ تین چار سال لاہور میں مقیم رہے۔ ان کا قیام حافظ محمد دین (کشمیری بازار) کے ہاں تھا۔ زیادہ وقت دریاٹے راوی کے کنارے ریاضت و عبادت میں گزارتے تھے یا شیخ الہی بخش کتب فروش کی دکان پر گزارتا تھا۔ ان کی علمی و جاہت کے پیش نظر انجمن نعمانیہ لاہور نے ان کی خدمات مدرسہ نعمانیہ کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۲-۸۳ء میں انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ طلبہ شاہی مسجد لاہور کے حجروں میں رہتے تھے اور وہ درس کے لئے مسجد حاضر ہو جاتے تھے۔ قیام لاہور کے بعد مالیر کوٹلہ، ملتان، منظر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان کے اضلاع کے سفر کئے۔ اسی زمانے میں اجیر شریف بھی گئے۔

۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں سفر حج پر روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی (بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ) سے ملاقات ہوئی۔ مدرسہ صولتیہ کے مدرس مولانا محمد غازی پیر صاحب کے علم و تقویٰ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ ان کے ہمراہ گولڑہ شریف

آگئے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر گئی (م ۱۳۱۷ھ) کے درسِ مثنوی میں شریک ہوئے۔ پیر صاحب نے مسئلہ وحدت الوجود کے موضوع پر ایسی علمی اور پُر تاثر گفتگو کی کہ حاجی صاحب نے خوش ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ کا شجرہ لکھ کر عنایت کیا۔ پیر صاحب لکھتے ہیں:

«بوقت زیارت بیت اللہ کے حاجی امداد اللہ صاحب کہ اہل کشف و کرامت تھے خود ہی نعمتِ باطنی بخشے کہ اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہمارے دل میں خیال آیا کہ جو چہرہ ہم نے دیکھا ہے وہ جہان میں نظر نہیں آتا۔ اُن کے کمالِ اصرار کے بعد کہا گیا کہ ہم کو تو حاجت نہیں لیکن آپ کی عنایت بھی جو آپ کی رضا مندی سے ہے بغیر مشکور نہیں اور تیری عنایت بھی ہم اپنے شیخ کی جانب سے جانتے ہیں۔ بعد اُنہوں نے سلسلہ صابریہ اکرام فرمایا»

حاجی صاحب نے پیر صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ جلد ہندوستان واپس چلے جائیں کیونکہ «ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے» چنانچہ پیر صاحب اس مشورے کے مطابق قیامِ حرمین کا ارادہ ترک کر کے واپس وطن آگئے۔ حضرت حاجی صاحب کے کشف کو پیر صاحب «مرزائے قادیانی کے فتنہ» سے تعبیر کرتے تھے۔

پیر صاحب نے مرزائے قادیانی کے فتنے کی روک تھام کے لئے «سنخے اقرے» اور قلمی کام کیا۔ انہوں نے ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں ایک رسالہ «شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح» لکھا۔ اُن کی یہ کوشش بہت پسند کی گئی۔ مولانا عبد الجبار

غزنی (م ۱۳۳۱ھ) نے پیر صاحب کو لکھا:

”کتاب شمس الہدایت در رد ملاحدہ دہروز نادوہ عصر خذلیم اللہ از نظر

احقر گذشت۔ از مطالعہ اش حظ وافر و خیر ظاہر برداشتم“

مرزا صاحب نے کتاب کا کوئی جواب دینے کے بجائے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء

۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ کو ایک طویل اشتہار چھاپ دیا اور پیر صاحب کو مخاطب کرتے

ہوئے عربی زبان میں تفسیر نویسی کا چیلنج داغ دیا۔ پیر صاحب نے چیلنج قبول کرتے ہوئے

لکھا کہ مرزا صاحب علماء و صوفیاء کو دعوت میا زرت دیتے رہتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ

علماء سے اپنے دعاوی اور عقائد پر گفتگو کریں اور اگر وہ عربی زبان میں مہارت رکھتے ہیں

بضد میں تو وہ اس کے لئے بھی حاضر ہیں۔ اشتہار بازی کے بعد ۲۲ اگست ۱۹۰۰ء

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ کو شاہی مسجد لاہور میں مناظرہ طے پایا۔ پیر صاحب اور دوسرے

علماء شاہی مسجد میں وقت مقررہ پر پہنچ گئے مگر مرزا صاحب نے راہ فرار اختیار کی۔ اس

کے بعد مرزا صاحب نے تفسیر سورہ فاتحہ (اعجاز المسیح) شائع کر کے اپنی بات رکھنے

کی کوشش کی مگر پیر صاحب نے ”سیفِ چشتیائی“ میں مرزا صاحب کی عربی دانی کی قلمی

کھول دی۔ پیر صاحب نے صرف و نحو، لغت، بلاغت و معانی اور منطق کے قواعد کی رو

سے ”اعجاز المسیح“ کی اغلاط گنائی ہیں نیز سرقہ، تحریف اور التباس کے تقریباً ایک صہر

اعتراضات کئے ہیں جو آج تک قائم ہیں۔ ”سیفِ چشتیائی“ کے بارے میں مولانا اشرف علی

تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) نے اپنی تفسیر ”بیان القرآن“ (ذیر سورہ نسا آیت ۱۵) میں

لکھا ہے کہ:

۱۔ بحوالہ مہر منیر

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مہر منیر سوانح حیات پیر مہر علی شاہ گولڑوی

” حیات و موتِ عیسوی کی بحث میں کتاب سیفِ چشتیانی قابلِ مطالعہ

ہے۔“

اسی طرح مولانا محمد نور شاہ کاشمیری نے اپنی تالیف ” عقیدۃ الاسلام فی حیاتِ عیسیٰ

علیہ السلام“ کے دیباچہ میں اس کی تعریف کی ہے۔

پیر سید مہر علی شاہ نے مولانا عبد الاحد خان پوری کے ساتھ بعض مسائل میں اختلاف کیا

اور دونوں طرف سے رسالہ بازی ہوئی۔ تذرو تیار، سماع موتی اور التمداد وغیرہ ان رسائل کے موضوعات تھے۔

پیر صاحب صوفی صافی اور فلسفہ وحدت الوجود پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔ شیخ

اکبر ابن عربی دم ۶۳۸ھ کے رمز شناس تھے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی اس مسئلے کے لئے ان کی طرف رجوع کیا۔ انہیں ایک خط میں لکھتے ہیں:

” اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر

مقاصد کے لئے کھٹکایا جائے۔“

پیر صاحب ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ / ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو فوت ہوئے اور گولڑہ شریف میں

دفنائے گئے۔ ان سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں:

۱۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (فارسی - ۱۳۱۵ھ)

۲۔ شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح (۱۳۱۷ھ)

۳۔ سیفِ چشتیانی (۱۳۱۹ھ)

۴۔ اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ” ما اهل بہ لغیر اللہ“ (۱۳۲۲ھ)

۵۔ الفتوحات الصمدیہ (۱۳۲۵ھ)

۶۔ تصفیہ مابین سنی و شیعہ (غیر مطبوعہ)

۷۔ فتاویٰ مہریہ

۸۔ مکتوبات مہریہ

پیر صاحب پنجابی اور فارسی میں کبھی کبھی نعتیہ اشعار کہتے تھے اور مہر تخلص کرتے تھے۔  
 اُن کی اس پنجابی نعت سے شاید ہی کوئی پنجابی بولتے والا نا آشنا ہو سکا  
 کہتے مہر علی کہتے تیری شناگستاخ اکھیں کہتے جالڑیاں



## مہر محمد اچھروی

مولانا مہر محمد اچھروی بن عبداللہ ۳۱/۱۳۱۷ھ - ۱۹۶۶ء میں بمقام چوکھٹی ضلع اٹک پیدا ہوئے۔ ابھی آٹھ سال کے تھے کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ تھوہا محرم خان میں ابتدائی مکتبی تعلیم حاصل کی اور قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد خوشاب میں حافظ عطار الرسول سے حفظ قرآن پل کیا۔ استاد مکرم حافظ عطار الرسول کی وفات پر بچوں کو قرآن (حفظ و ناظرہ) پڑھانے لگے۔

مولانا مہر محمد جس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہاں شاید ہی کوئی گھرانہ تھا جس کا کوئی نہ کوئی فرد فوج میں ملازم نہ تھا۔ مولانا موصوف بھی اس سماجی پس منظر میں فوج میں چلے گئے۔ ایک دفعہ چند قیدی ان کی نگرانی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہے تھے کہ راستے میں قیدی بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دن اہلی، کی بنیاد پر ان کی ملازمت ختم کر دی گئی۔

فوج سے الگ ہو کر دینی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ فارسی درسیات بندیاں (ضلع سرگودھا) میں مولانا سلطان محمود سے پڑھیں۔ اس کے بعد قاضیاں (منظر گڑھ) کے مولانا غلام حسین اور مولانا غلام محمد گھوٹوی سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا گھوٹوی بغرض حج ارض حجاز تشریف لے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں مولانا غلام رسول (ساکن اٹھی) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مولانا گھوٹوی کی واپسی پر ان سے سند فرائع حاصل کی۔

فرائع التحصیل ہو کر جامعہ فقیہ اچھرہ لاہور میں صدر مدرس مقرر ہوئے درمیان میں کچھ عرصہ ستوکی (مہن مصنافات لاہور) میں مقیم رہے۔ آخر دم تک جامعہ فقیہ سے

واستہ رہے۔ ۲ ربیع الاخریٰ ۱۳۷۲ھ / ۲۹ نومبر ۱۹۵۲ء کو فوت ہوئے اور جامعہ  
قتحیہ کے قریب قبرستان میں دفنائے گئے،

مولانا مرحوم بلند پایہ عالم اور کامیاب مدرس، محقق، اہل کتب و علم اور  
میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں۔ چند اہم نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا عطا محمد بنڈیالوی

۲۔ مولانا غلام مہر علی گولڑوی (چشتیاں) مؤلف "الذیواقیت المہریہ"

۳۔ مولانا غلام رسول (فیصل آباد)

۴۔ مولانا محمد مہر الدین

۵۔ مولانا محمد عبدالحق (لاہور)

۶۔ مولانا عنایت اللہ چشتی (کالاباغ)



# سید میر حسن سیالکوٹی

مولانا سید میر حسن بن سید شاہ محمد سیالکوٹ کے دیندار خاندانوادہ سادات کے ہشتم و پیراٹھ  
تھے۔ ۱۸ اپریل ۱۸۴۴ء / ۲۹ ربیع الاولیٰ ۱۲۶۰ھ کو اپنے ننھیال فیروز والا ضلع گوجرانوالہ میں  
پیدا ہوئے۔ رونق بخش، تارکھی نام ہے۔

مولانا میر حسن کے والد ماجد عالم دین اور حاذق طبیب تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم  
اور قرآن مجید والد ماجد سے پڑھا۔ بعض کتابیں سپرور کے ایک عالم مولانا شیر محمد سے پڑھیں  
جو سیالکوٹ کے بازار دو دروازہ کی مسجد میں امام تھے۔ ان کے علاوہ کسی کے سامنے  
باضابطہ زانوئے تلمذ تہ نہ کیا۔ اپنے ذاتی مطالعہ، لگن اور علمی انہماک سے بلند مرتبہ حاصل کیا۔  
مولانا موصوف کے والد چاہتے تھے کہ وہ طب کو ذریعہ معاش بنائیں مگر انہوں نے  
اشاعتِ علم اور تدریس کو اپنے لیے پسند کیا۔ ابتدا میں چند روز ایک مسجد میں فرائض امامت  
ادا کیے مگر جلد ہی سکاپر مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں ملازمت مل گئی۔ یہی سکول بعد میں کالج  
بنا اور مولانا میر حسن عربی اور دینیات کے پروفیسر رہے۔

فرائض منصبی کے علاوہ طلبہ کو عربی و فارسی پڑھاتے تھے۔ ان کا طریقہ تدریس ایسا تھا کہ  
طلبہ میں ادب و شعر کا صحیح ذوق پیدا ہو جاتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ فارسی کے ایک شعر کی تشریح  
کرتے ہوئے اردو اور پنجابی کے کئی مترادف شعر پڑھ دیتے اور اس وقت تک سمجھاتے  
رہتے جب تک مطلب واضح نہ ہو جاتا۔

موصوف درس و تدریس اور علمی مشاغل کے علاوہ رفاہی کاموں میں بھی حصہ لیتے رہتے  
تھے۔ ۱۹۱۲ء کے اختتام پر انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کے صدر چنے گئے۔ انجمن کے تاریخ نگار  
کے الفاظ میں مدیر انجمن کی خوش قسمتی تھی کہ اس کو آغاز سے ہی ایسے نامور انسان کی  
خدمات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا جس کی وجہ سے انجمن کی شہرت میں غیر معمولی اضافہ



ہوا۔ ۲۵ اپریل ۱۹۱۳ء کو عمدہ صدارت سے متعفی ہو گئے تاہم نئے انتخابات تک فرائض صدارت انجام دیئے۔ ان کا جانشین اپریل ۱۹۱۴ء کو منتخب ہوا۔

مولانا میر حسن راسخ العقیدہ صنفی المسک، درویش صفت انسان تھے۔ رواداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے شاگردوں میں ہندو، سکھ، مسلمان اور عیسائی سب ہی شامل تھے۔ تحریک علی گڑھ کے ہم نواؤں میں سے تھے اور پنجاب کے ان دو چار افراد میں سے تھے۔ جن پر سر سید احمد خان کو اعتماد تھا۔ ۱۸۷۷ء میں علی گڑھ کالج کاسنگ بنیاد رکھا گیا تھا اس تقریب میں مولانا موصوف بہ نفس نفیس شریک ہوئے تھے۔

سادہ زندگی گزارتے تھے۔ مطالعہ کے رسیا تھے۔ ہر اہم کتاب دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ جہاں کہیں نایاب یا کمیاب کتاب پاتے۔ خرید لیتے اور اگر خریدنے کی استطاعت نہ ہوتی تو اسے نقل کر لیتے تھے۔ قلمی کتابوں کی نقلیں تو انہوں نے بے شمار کی تھیں۔ عبد الحمید سالک نے لکھا ہے :

”اقبال لاہور میں پروفیسر تھے۔ اس زمانے میں کہیں سیالکوٹ جانا ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ شاہ صاحب فلوگل کی نجوم الفرقان کو نقل کر رہے ہیں۔ پوچھا حضرت آپ اس مطبوعہ اور ضخیم کتاب کو نقل کرنے کی زحمت کیوں فرماتے ہیں؟ جواب : کیا کروں اس کی قیمت پچیس روپے ہے اور مجھ میں مقدرت نہیں۔ اقبال نے اسی وقت نجوم الفرقان خرید کر نذر کی۔“

مولانا موصوف کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ حافظ عبداللہان محدث وزیر آبادی

۱۔ تاریخ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ ص ۲۵

۲۔ تاریخ سیالکوٹ ص ۱۰۲

۳۔ ذکر اقبال ص ۲۷۵

سے ارادت مندانہ تعلقات تھے۔ سرسید احمد خان، مرزا غلام احمد قادیانی (جو ایک عرصہ سیالکوٹ میں مقیم رہے تھے)، حکیم نور الدین قادیانی وغیرہ سے مراسم تھے۔ (۱۳۲۱ھ میں حکومت نے انہیں "شمس العلماء" کا خطاب دیا۔

روایت ہے کہ جب علامہ اقبال کو باقاعدہ خطاب دینے سے پہلے گورنر پنجاب میک لیگن نے "ٹائٹل ہڈ" کا خطاب قبول کر لینے کے لیے بلایا تو انہوں نے اپنے استاد محترم سید میر حسن کا نام پیش کیا کہ انہیں "شمس العلماء" کا خطاب دیا جائے اور جب گورنر نے ان کی کسی تصنیف کا پوچھا تو علامہ اقبال نے جواب دیا کہ وہ خود ان کی زندہ تصنیف ہیں۔ چنانچہ گورنر نے خطاب دینے سے جانے پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔

علامہ اقبال نے یہ شرط بھی پیش کی کہ مولانا کو سند کے لیے لاہور آنے کی زحمت نہ دی جائے۔ چنانچہ یہ شرط بھی مان لی گئی اور مولانا کے خطاب کی سند ان کے صاحبزادے ڈاکٹر سید نقی علی شاہ نے حاصل کی۔ اور انہوں نے یہ سند اپنے والد محترم کو سیالکوٹ پہنچائی۔

مولانا پچاسی سال کی عمر پا کر ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء / ۲۰ ربیع الاخریٰ ۱۳۴۸ھ کو سیالکوٹ میں فوت ہوئے۔ تمام شہر ماتم کدہ بن گیا۔ ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے رنج و غم کا اظہار کیا۔ مرحوم کی وصیت کے مطابق مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے میت کو غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کا مزار بڑی عید گاہ کے قریب حاجی ڈاکٹر فیروز الدین صاحب کے قبرستان کے نزدیک واقع ہے۔

مولانا مرحوم کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل نام بہت نمایاں ہیں:

۱۔ علامہ محمد اقبال

- ۲- مولانا محمد ابراہیم میرسیالکوٹی  
 ۳- مولانا ظفر اقبال  
 ۴- منشی غلام قادر فصیح  
 ۵- مولوی احمد دین ریڈر  
 ۶- محمد مسیح پال (ایمن جزیں سیالکوٹی)



## محمد نبی بخش حلوانی

مولانا محمد نبی بخش حلوانی ۱۸۶۰ء/۷۷-۱۲۷۶ھ میں لاہور کے ایک اراٹھی خاندان میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد ماجد میاں محمد وارث دہلی دروازے کے اندرونی عملہ (اکبر منڈی) میں رہائش پذیر تھے اور کھیتی باڑی پر گزر اوقات تھی۔

مولانا محمد نبی بخش کے خاوند سے مل کر کئی علمی روایت نظر نہیں آتی۔ وہ دس برس کے ہوئے تو محلے کے ایک حلوانی کی شاگردی میں دسے دیئے گئے۔ حلوانی کی دکان پر کام کرنے کے ساتھ مسجد میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ فطری ذوق اور علمی دلچسپیوں سے علوم دینی پڑھنے شروع کئے۔ مدرسہ فقیہہ اچھڑ، مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں اور مدرسہ نعمانیہ میں وقتاً فوقتاً زیر تعلیم رہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ اُن کی رحلت پر پیر جماعت علی شاہ ثانی لاثانی علی پوری سے تجدید بیعت کی تھی۔ مولانا محمد نبی بخش اصلاح و تبلیغ کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے انداز دعوت و تبلیغ میں بے پناہ کشش رکھی تھی۔ ابتدا میں گاؤں گاؤں بھاگ کر وعظ کہتے تھے اور پنجابی زبان میں خطاب کرتے تھے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری نے اُن کے شعری ذوق اور اصلاحی جذبے کے پیش نظر قرآن پاک کی منظوم پنجابی تفسیر لکھنے کا حکم دیا اور بسم اللہ کا ترجمہ یوں کیا:

اسم اللہ سے نال شروع ہے جو بخشش و اسائیں

کامل مہر محبت والا پالے آخر ستائیں

مولانا محمد نبی بخش نے پندرہ جلدوں میں "تفسیر نبوی" مکمل کی۔ جس زمانے میں

تفسیر لکھ رہے تھے۔ وہی دروازے کے باہر حلوا بیچا کرتے تھے۔ اُن کی زندگی کا یہ پہلو اسلاف کی یاد تازہ کرتا ہے۔

اُنہوں نے اپنی تمام جائیداد تفسیر نبوی کی اشاعت اور کوٹوالی کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں صرف کر دی۔ لاہور کے معاصر علمائے اہل سنت سے گہرے مراسم رکھتے تھے۔ وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ عربی اور فارسی زبانوں پر کامل عبور تھا۔ مثنوی مولانا روم سے والہانہ لگاؤ تھا اور تصنیف و تالیف کا اچھا سلیقہ رکھتے تھے۔ ۱۹۲۲ء/۱۳۶۳ھ میں لاؤڈ فوٹ ہوئے۔ جناب ابو طاہر فدا حسین فدا نے حسبِ ذیل قطعہ تاریخ کہا:

ہو گئے واصل۔ بحق ہیں ہمد مو  
عالم ذی مرتبت وہ دیں پناہ  
بندۂ حق، صاحبِ فضل و کمال  
عظمتِ علم و حکم کے بادشاہ  
الفتِ خیر البشر کے فیض سے  
نخل میں داخل ہوئے باعز و جہا  
کہہ گیا ملہم فدا سے سالِ وصل  
از سر الہام ”مغفور الہ“

۱۳۶۲ +

۱۳۶۳ھ

مولانا مرحوم کا جاری کردہ مدرسہ، مسجد اور خانقاہ یادگار ہیں۔ مرحوم کے فیض یافتگان

۱۔ جناب شرف قادری صاحب نے سالِ وفات ۱۳۶۵ھ/۱۹۲۵ء لکھا ہے (تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۱۵۲۶)

مگر قطعہ تاریخ سے سالِ رحلت ۱۳۶۳ھ برآمد ہوتا ہے۔

میں مولانا باغ علی نسیم، حافظ محمد عالم سیالکوٹی اور جناب اقبال احمد فاروقی کے نام نمایاں ہیں  
مولانا نبی بخش کی تصنیفات یہ ہیں:

۱۔ تفسیر نبوی (پنجابی منظوم) تالیف ۱۳۱۵ تا ۱۳۵۱ھ

۲۔ شفا القلوب

۳۔ رسالہ اربعہ

۴۔ رسالہ جمعہ

۵۔ اظہار انکار المنکرین من صلوٰۃ الحجین

۶۔ الامتیاز بین الحقیقت والمجاز

۷۔ الثار الحامیہ لمن ذم المعاونین

۸۔ انواع نبوی

۹۔ جامع الشواہد

۱۰۔ قصص المحسنین

۱۱۔ اطلاع الناس فی طلاق الثلاث

۱۲۔ احسان الاموات فی صدقات والاستقاط

۱۳۔ سبیل الرشاد فی حق الاستتار

۱۴۔ تحقیق الزمان فی آداب المشائخ والانحوان



## نجم الدین ڈھریالوی

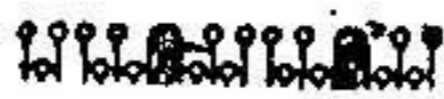
مولانا نجم الدین بن مولانا احمد دین ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کے لگ بھگ ڈھریالہ جالپ ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ موضع بھرت ضلع سرگودھا میں بغرض تعلیم مقیم رہے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور سند فضیلت حاصل کی۔

مولانا نجم الدین نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات بھی پاس کیے تھے۔ اپریل ۱۹۱۹ء تا ۱۹۳۵ء اور نیٹل کالج لاہور میں بطور ہیڈ مولوی (مولوی اول) سدرہ سی حدیثات انجام دیں۔

مولانا نجم الدین نے اپنے آبائی وطن میں تعلیم عام کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ گاؤں میں اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ قابل اور ذہین طلبہ کے تعلیمی اخراجات برداشت کیے اور انہیں اعلیٰ تعلیم کے مواقع مہیا کیے۔

موصوف فرق باطلہ کی تردید میں بہت سرگرم تھے۔ قادیانیت کے سلسلے میں مشہور مقدمہ بہاول پور (۱۹۳۲ء) میں بطور گواہ پیش ہوئے تھے اور اپنے استاد مولانا انور شاہ کاشمیری اور دوسرے علماء کے ساتھ علمی سطح پر قادیانیت پر ضرب لگائی۔ مولانا جامع مسجد ڈھریالہ جالپ میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

مولانا نجم الدین ۱۶ جولائی ۱۹۲۳ء / ۱۳ رجب ۱۳۶۲ھ کو جالندھر میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے گئے۔ مرحوم سے ایک کتابچہ "امثال القرآن" یادگار ہے۔



## نصیر الدین بگوی

مولانا نصیر الدین بگوی بن مولانا عبدالعزیز بگوی، خاندان بگہ کے ہونہار فرزند تھے۔

۱۳۱۱ھ/۱۹۲۷-۱۸۹۳ء میں بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درسیات اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ عربی زبان کی صرف و نحو مولانا محمد یحییٰ بگوی سے پڑھی۔ اس کے بعد سیال شریف ضلع سرگودھا میں مقیم رہے اور مولانا غلام محمد سے اکتساب فیض کیا۔ سیال شریف سے صوبہ بہار کا طویل سفر کیا۔ مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بہار سے واپسی پر تین سال مولانا محمد ذاکر بگوی سے استفادہ کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔

فارع التحصیل ہوئے تو محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کر لی۔ ضلع فیصل آباد ان کی دینی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ کامیاب واعظ اور مبلغ تھے۔ ان کا وعظ مؤثر اور دلپذیر ہوتا تھا۔ سمندری میں ایک اصلاحی اور تبلیغی انجمن قائم کی تھی۔

مولانا احمد خان (کنڈیاں) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور ان سے مجاز طریقت تھے۔

۲۱ فروری ۱۹۳۷ء/۶ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ کو لاری کے حادثے میں اپنی اہلیہ اور دو فرزندوں کے ساتھ شہید ہوئے۔ بھیرہ میں مدفون ہوئے۔ بوقت رحلت دو صاحبزادے حیات تھے:

۱۔ مولانا افتخار احمد بگوی

۲۔ مولانا حکیم برکات احمد بگوی



## نصیر الدین نور عشتوی

مولانا نصیر الدین بن بہار الدین بن سعد الدین بن شیخ محمود لئی بن اتوند محمد بشارت ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں نور عشتی ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ افغان قبیلہ کاڑکے کے چشم و چراغ تھے۔ زبانی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے جد امجد، سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء) کے ہمراہ بغرض جہاد برصغیر میں آئے تھے اور مجاہدانہ سرگرمیوں کے بعد وطن واپس جانے کے بجائے نور عشتی میں سکونت اختیار کر لی۔ اس خاندان علم و ارشاد کی سنہری روایت کئی پشتوں سے چلی آ رہی تھی۔ مولانا نصیر الدین کے دادا، مولانا سعد الدین بلند پایہ عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ انوند صاحب سوات (م ۱۲۹۳ھ) اُن کی بہت عزت کرتے تھے اور علاقہ چچھ کے اپنے ارادت مندوں سے کہا کرتے تھے کہ جب چچھ میں اتوند سعد الدین موجود ہیں تو میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح مولانا بہار الدین جید عالم، کامیاب مدرس اور صوفی بزرگ تھے۔

مولانا نصیر الدین کی عمر چودہ سال تھی کہ مولانا بہار الدین کا انتقال ہو گیا۔ مولانا نصیر الدین نے اپنے بڑے بھائی مولانا شہاب الدین سے ابتدائی درسیات پڑھیں۔ اس کے بعد ملتان گئے اور صرف و نحو کی تحصیل کی۔ وہاں سے موضع نوٹھ (ضلع اٹک) میں مولانا غلام رسول المعروف "انٹی والا بابا" کے حضور میں آئے۔ مولانا غلام رسولؒ سے نحو، معانی اور منطق کی کتب پڑھیں۔ دورہ حدیث، قاضی قمر الدین چکڑالوی سے کیا۔

علوم متداولہ کی تحصیل کر کے آبائی گاؤں نور عشتی میں تدریس شروع کی۔ مگر مولانا سلطان محمد (ساکن نوٹھ ضلع اٹک) کے ایما پر رنگون چلے گئے جہاں چند سال فرائض تبلیغ و خطابت انجام دیئے۔ رنگون کے زمانہ قیام میں دارالعلوم دیوبند کی تابندہ روایات کا تذکرہ سن کر دیوبند جانے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ رنگون سے واپس آتے ہوئے دارالعلوم میں

داخلہ لیا۔ مگر خرابی صحت کی وجہ سے چند ہفتوں سے زیادہ قیام نہ ہو سکا۔

غور عشتیٰ میں دوبارہ تدریس شروع کی تو پشتو اور فارسی بولنے والے علاقوں کے طلبہ ٹوٹ پڑے۔ مختلف سالوں میں ساٹھ سے لے کر ڈیڑھ سو تک طلبہ زیرِ درس رہے۔ انتقال سے چند سال پہلے یوہیم ضعفِ پیری سلسلہ تدریس موقوف کر دیا تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کم و بیش پانچ ہزار ہوگی۔

ایک روایت ملتی ہے کہ علامہ انور شاہ کاشمیری (م ۱۳۵۲ھ) کی رحلت کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے منتظیلین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں مدرسہ کی مسندِ حدیث کی پیشکش کی مگر مولانا نصیر الدین نے اپنے وطن میں رہ کر خدمتِ حدیث کرنے کو ترجیح دی۔ مولانا نصیر الدین نے خواجہ سراج الدین کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا حسین علیؒ سے تجدیدِ بیعت کی موصوف و ان پچھراں میں اکثر قیام کرتے اور اپنے استاد و مرشد مولانا حسین علیؒ سے استفادہ علمی و دینی کرتے تھے۔ مولانا حسین علیؒ کے خلفاء میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

مولانا نصیر الدین کی زندگی خدا خوق، تقویٰ اور توکل علی اللہ کی سچی تصویر تھی۔ سادہ طبیعت اور معتدل مزاج بزرگ تھے۔ حیثیت دینی میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ تحریکِ ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں دس ماہ انک اور ساہیوال کے جیل خانوں میں رہے۔

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ / ۲۳ جنوری ۱۹۶۹ء کو پنی۔ اور ایف ہسپتال واہ چھاؤنی میں وفات پائی۔ میت غور عشتیٰ لائی گئی۔ ان کے خلف المرشد مولانا کن الدین نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

مولانا مرحوم کی علمی یادگاروں میں حسبِ ذیل بہت اہم ہیں۔

۱۔ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح۔ بہت محنت اور عرق ریزی سے یہ حاشیہ لکھا گیا ہے۔ یہ حاشیہ ان کے تذقوں کے مطالعہ کا چھوڑ ہے۔ افسوس کہ مطبوعہ ایڈیشن اغلاط سے مملو ہے۔

- ۲۔ حاشیہ البوداؤد (غیر مطبوعہ)
- ۳۔ حاشیہ جامع ترمذی ( " )
- مولانا کے پانچ صاحبزادے ہیں جن میں سے اولین تین صاحبزادے مستند عالم ہیں۔
- ۱۔ مولانا رکن الدین
  - ۲۔ مولانا فخر الدین
  - ۳۔ مولانا محمد ابراہیم
  - ۴۔ صدر الدین
  - ۵۔ محمد اسماعیل



## نظام الدین ملتان

مولانا نظام الدین کے آباؤ اجداد ملتان کے رہنے والے تھے۔ اُن کی اپنی ابتدائی زندگی بھی ملتان میں گزری۔ بعد میں وزیر آباد میں منتقل ہوئے اور طبعی عمر کو پہنچ کر وزیر آباد میں فوت ہوئے۔ ہمارے سچے وقت معلوم نہیں ہو سکی۔

اُنہوں نے حضرت امیر سلطان (سجادہ نشین سلطان باہو) کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مناظرانہ مزاج رکھتے تھے۔ اُن کی تحریروں میں بھی مناظرانہ انداز ہوتا تھا۔ اُن کی تالیقات پر عموماً یہ اعلان شائع ہوتا تھا:

»اہل اسلام کو واضح ہو کہ اگر آپ کو کوئی وہابی، شیعہ، مرزائی، چکڑالوی ستائے اور چیلنج دے تو فوراً مولانا محمد نظام الدین ملتانی رئیس المناظرین کو باقاعدہ جلسہ طلب کریں۔ لیکن دس دن پہلے اطلاع دیں۔ ممدوح صاحب اُن کے ساتھ ہر وقت مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔«

مولانا موصوف اپنے مخالفین کے بارے میں عام طور پر سخت لب و لہجہ اختیار کرتے تھے۔ جناب شرف قادری صاحب نے اُن کی حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ سلطان الفقہ المعروف برفیادی نظامیہ (گیارہ حصے)

۲۔ حکمہ سلطان الفقہ

۳۔ حقیقت مذہب شیعہ (چار حصے)

۱۷۔ تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۵۵۰

۱۸۔ ایضاً ص ۵۵۰-۵۵۱

- ۴۔ ہم کا گولہ بر رافضی ٹولہ
- ۵۔ قہرِ نزدانی بر قلعہ قادیانی
- ۶۔ ابا طیل و ہابیبہ
- ۷۔ انصح و المارب فی احکام اللہی و الشوارب
- ۸۔ القول الجلی فی رد حسین علی
- ۹۔ عقائد علماء دیوبند
- ۱۰۔ بلاغ المبین
- ۱۱۔ تفسیر نور
- ۱۲۔ مکہ بحواب طمانچہ
- ۱۳۔ سیرت المقلدین
- ۱۴۔ تحفۃ الناظرین یادگار نظام الدین
- ۱۵۔ سیف النعمان علی اہل الطغیان
- ۱۶۔ سلطان التفاسیر (دس پارے)
- ۱۷۔ زمانے کا تغیر
- ۱۸۔ راہ عرفان (بزبان پنجابی)
- ۱۹۔ تحفہ دستگیر
- ۲۰۔ تحفہ محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف بہ شرح قصیدہ غوثیہ (قصیدہ غوثیہ کا پنجابی ترجمہ اور اردو شرح ہے)۔
- ۲۱۔ مصمام الامامیہ علی اعتناق الرافضیہ
- ۲۲۔ جرعہ غسلین در حلق غیر مقلدین
- ۲۳۔ ظل الغمام فی عدم جواز القاتحہ خلف الامام

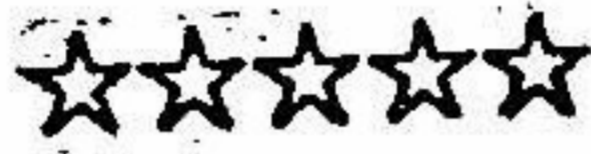
۲۲۔ رسالہ عدم جواز رفع یدین و آئین بالجہر

۲۵۔ اصلاح الطالبین

۲۶۔ تحقیق مسئلہ ہمہ اوست

۲۷۔ انگار عشق، ڈیل روٹی شرح پکی روٹی

۲۸۔ در ثمن المعروف فیوضات سلطانی مع رسالہ اثبات ذکر جہر



## نور احمد نقشبندی

مولانا نور احمد بن مولوی قتل احمد (معروف بہ گل احمد) بن فضل الدین ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء-۱۸۰۵ء  
میں موضع مولوی چوہیاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے  
دادا مولوی فضل الدین سے متداول کتابیں پڑھیں اور مولانا غلام محی الدین (ساکن قصبہ گلپڑ)  
سے حدیث و تفسیر کا درس لیا۔

۱۲۲۶ھ/۱۸۱۰ء میں آبائی گاؤں سے چنیوٹ منتقل ہو گئے۔ مسجد لوہاراں والی  
میں فرائض امامت انجام دیتے تھے اور طلبہ کو قرآن و سنت کی تعلیم دیتے تھے۔ کلمہ حق  
کہنے میں بے باک تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی حکومت کی مخالفت کی۔ گرفتار  
ہوئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

مولانا نور احمد نے مشہور نقشبندی بزرگ مولانا امام علی شاہ نقشبندی (ساکن رتڑ چھتر  
گورداسپور) سے بیعت کی تھی اور ان کے خلفاء میں سے تھے۔ سید عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ)  
کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ میاں شیر محمد شرقپوری ان کا بہت زیادہ احترام کرتے  
تھے۔ اپنے چنیوٹ کے مریدوں کو کہا کرتے تھے کہ ”میرے پاس آنے کے بجائے  
مولانا نور احمد کے پاس جایا کرو۔“

مولانا نور احمد ۱۵ شعبان ۱۲۹۹ھ/۲ جولائی ۱۸۸۲ء کو چنیوٹ میں فوت ہوئے  
اور وہیں ابدی نیند سوس رہے ہیں۔ ان کی زینہ اولاد نہیں تھی۔ چار صاحبزادیاں تھیں۔  
مولانا نور احمد سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:

۱۔ تذکرہ اولیائے جھنگ ص ۳۳۸

۱۔ مثنوی تازو نیاز

۲۔ ساقی نامہ

۳۔ توحید نامہ

۴۔ عشق نامہ

۵۔ پنج گنج (پنجابی)

۶۔ ایک کتاب چنیوٹ کے قاصدی خاندان کے بارے میں تالیف کی تھی۔ جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔





## نور احمد فرید آبادی

مولانا نور احمد موضع پائی آہنہ تحصیل غانا پور ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔  
مولانا الہی بخش شاگرد مولانا رحمت اللہ مہاجر کی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ فارغ التحصیل  
ہو کر اپنے گھر میں درس و تدریس شروع کی۔

خواجہ محمد بخش نازک بن خواجہ غلام فرید سے بیعت تھے۔ خواجہ محمد بخش نے  
انہیں خلافت سے سرفراز کیا تھا۔ خواجہ غلام فرید سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ ان  
کی نسبت سے اپنے گاؤں کا نام ”فرید آباد“ رکھ دیا تھا۔

مسک اہل سنت کے زبردست داعی تھے جب قادیانیوں نے خواجہ غلام فرید  
کے جعلی خطوط سے اپنے حق میں استدلال کیا تو انہوں نے دلائل و شواہد سے حقیقتِ حال  
واضح کی۔

مولانا نور احمد فرید آبادی موضع پائی آہنہ (فرید آباد) میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے  
گئے۔ ان سے متعدد کتابیں یادگار ہیں مگر کوئی بھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔  
مولانا نور احمد فرید آبادی سے سینکڑوں افراد نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ ان  
کے حلقہ میں سے چند نام یہ ہیں؛

۱۔ صاحبزادہ مولانا محمد اعظم (صاحبزادہ)

۲۔ صاحبزادہ عبدالرسول ( )

۳۔ مولانا محمد یار ساکن گڑھی اختیار خان

۴۔ مولانا غلام رسول جتوئی

## سید نور الحسن شاہ

مولانا سید نور الحسن شاہ بن سید غلام علی شاہ بن سید حیات علی شاہ بن سید عالم شاہ بن سید سکندر شاہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ / ۳۰ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد بخارا سے ترک بکونت کر کے برصغیر میں وارد ہوئے تھے۔ اس خاندان میں کئی اہل علم بزرگ گزرے ہیں۔ قصیدہ بردہ کے شارحین جلال چنابی اور جمال چنابی اس خاندان سے کے گھرانے سے سید تھے۔

مولانا سید نور الحسن شاہ کے دادا سید حیات علی شاہ جید عالم اور اللہ والے بزرگ تھے۔ ان کے صاحبزادے سید غلام علی شاہ (والد سید نور الحسن شاہ) صوفی منشی بزرگ تھے اور خواجہ اللہ بخش تونسوی کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ سید غلام علی شاہ کافی مدت موضع احمد نگر چٹھہ میں مقیم رہے۔ مقامی سکول میں پہلے اول مدرس اور بعد میں ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے کام کیا۔

مولانا سید نور الحسن نے ابتدائی تعلیم احمد نگر چٹھہ میں حاصل کی۔ بعد میں اپنے برادر بزرگ سید حسین شاہ کے ہمراہ پنڈی بھٹیاں میں مقیم رہے۔ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے کہ تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور آبائی گاؤں کیلیا نوالہ ضلع گوجرانوالہ چلے گئے۔ کیلیا نوالہ خوشنویسوں کی وجہ سے پنجاب بھر میں ممتاز ہے اور بعض خاندانوں میں پشت در پشت فن خوشنویسی چلا آرہا ہے۔ مولانا سید نور الحسن نے یہ فن مولوی نور الہی سے سیکھا۔ ان کی کتابت کردہ دو کتابیں "حکایات الصالحین" اور "مراۃ المحققین" زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھیں تاہم اس فن کو مستقل طور پر نہ اپنایا۔

کھیتی باڑی سے آذوقہ حیات حاصل کرتے تھے بعد میں ٹھیکیداری شروع

کر دی اسی سلسلے میں وہ شہر قیور آنے جانے لگے۔ حضرت شیر محمد شہر قیور سے تعلق پیدا ہوا اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ان کے ایما پر کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کی اور خلافت سے نوازے گئے۔

مولانا سید نور الحسن شاہ، حضرت شہر قیور کے حلقہ ارادت میں آنے سے پہلے شیعہ مسلک پر عامل تھے۔ جب انہوں نے اہل سنت کا مسلک اختیار کیا تو ان کے احباب اور اعزہ نے مخالفت کی۔ اسی سبب ان پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا۔

مولانا سید نور الحسن شاہ تریسٹھ سال کی عمر میں ۳ ربیع الاولیٰ ۱۳۷۲ھ / ۲۱ نومبر ۱۹۵۲ء کو کیلیا نوالہ میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔ مختلف شعراء نے ان کے وصال پر قطعات تاریخ کہے تھے۔ غلام حسین واصف کا ایک قطعہ تاریخ یہ ہے:

نعتِ وقتِ خوش و شمسِ علم و دین !  
 جتنے بر منصبش تالیف او  
 قطبِ عالم سیدی نور الحسن  
 بے عدیش راست گر خواہی بگو  
 وصل با حق کرد و تاریخ وصال  
 یک ہزار و صد و ہفتاد و دو

۱۳۷۲ھ

مولانا مرحوم کی اولاد میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادوں کے

نام یہ ہیں:

۱۔ انشراح الصدود بتذکرۃ النور ص ۲۰۰

۱۔ سید محمد باقر علی شاہ

۲۔ سید محمد جعفر علی شاہ

مولانا مرحوم کی قلمی یادگاروں میں ایک تالیف "الانسان فی القرآن" ہے۔ تیز آن  
کے کچھ خطبات و مواعظ ان کی سوانح حیات میں درج کئے گئے ہیں۔ شعر و شاعری کا  
ذوق بھی رکھتے تھے اور محزون تخلص کرتے تھے۔



## نورالحق علوی

مولانا نورالحق علوی بن منشی محمد قاسم موضع نبال ضلع انک میں ۱۸۸۸ء/۶-۵-۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ منشی محمد قاسم پٹواری تھے۔ نماز روزے کے پابند اور صوفیانہ ذوق رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ احمد میروی کے ارادت مندوں میں شامل تھے۔

مولانا علوی نے ابتدائی تعلیم وطن ہالوف میں حاصل کی اور تکمیل علم کے لئے دارالعلوم دیوبند گئے۔ ۱۹۱۰ء/۶-۲۸-۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم سے سند فرائع حاصل کی۔ انہوں نے ۱۹۱۸ء/۶-۶-۱۳۳۶ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ تمغہ اور بہاؤ لپور سکالر شپ کے مستحق قرار پائے۔ ۱۹۱۹ء/۶-۳۷-۱۳۳۷ھ میں منشی فاضل کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند سے سند فرائع حاصل کرنے کے بعد ایک سال مدرسہ عربیہ رضانیہ کلکتہ میں مدرس رہے۔ اس کے بعد آبائی گاؤں میں آگئے اور درس و تدریس شروع کی۔ ان کے برادر اصغر ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب لکھتے ہیں:

”بھائی صاحب گاؤں کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کے یہاں درجن بھر طلبہ جمع ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک کا سبق دوسرے سے الگ تھا۔“

مگر گاؤں میں زیادہ عرصہ یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور وہ دوبارہ دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور تقویماً ایک سال بطور مدرس کام کیا اس کے بعد مدرسہ عربیہ دیوبند میں داخلہ لیا اور تحصیل

پنڈ دادن خان ضلع جہلم) میں مدرس رہے اور طلبہ کو امتحانات فنی فاضل و مولوی فاضل کے لئے تیار کرتے رہے۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۳ء تک چار سال مدرسہ عربیہ دارالرشاد پیر جھنڈا (سندھ) میں بطور صدر مدرس کام کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ عربیہ قاضیہ بٹالہ میں رہے۔ دسمبر ۱۹۲۵ء/۱۳۴۲ھ میں مولانا عبدالعزیز میمن مرحوم کے علی گڑھ چلے جانے سے اور نیشنل کالج لاہور میں ایڈیشنل مولوی، کی اسامی پر ان کا تقرر ہوا اور ۱۹۲۴ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور ان کی جگہ مولوی عبدالصمد صادم کا تقرر ہوا۔

مولانا علوی ہانا چپورہ۔ لاہور میں رہتے تھے۔ وہیں یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ / ۱۰ مارچ ۱۹۵۱ء کو وفات پائی۔ تاجپورہ میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

مولانا علوی مرحوم علوم دینیہ، عربی زبان و ادب اور اسلامی تاریخ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کی شاگردی اور مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈا کی تدریس کی بنا پر انہیں مولانا عبید اللہ سندھی سے تعلق خاطر تھا۔ انہوں نے مولانا سندھی کے افکار و نظریات کی شرح و ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دیا۔ مولانا سندھی کا معرکہ آرا مضمون "امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف" ان ہی نے اِلا کیا تھا۔ جہاں جہاں سین و وفات اور حوالوں کی ضرورت تھی۔ اصل مضمون میں ان کا اِمنافہ کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے لکھا ہے:

”حوالہ جات اور وفیات کی تفتیش و تحقیق میں بہت وقت لگا۔ ایک

۱۷ تاریخ یونیورسٹی اور نیشنل کالج ص ۷۲۔ مگر ص ۲۱۲ پر مولانا نور الحق کی مدت ملازمت دسمبر ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۶ء تک بتائی گئی ہے۔

۱۷ مطبوعہ ماہنامہ ”الفرقان“ دیرپلی، شاہ ولی اللہ میمن ص ۲۲۹-۳۳۵

ایک حوالے کے لئے بسا اوقات پوری کتاب پڑھنی پڑی۔ وقتیات کی تلاش میں بھی کافی محنت صرف ہوئی لیکن یہ ضروری تھا کیونکہ وقتیات کے تعین سے ہر تحریک کا دور معین ہوتا ہے۔  
 مولانا نور الحق، شاہ ولی اللہ کے افکار و نظریات کے شارحین میں سے تھے بیت المحکمات لاہور کے روح درواں تھے۔ ان کی تصحیح و تحشیہ سے شاہ صاحب کا رسالہ ”ہمععات“ شائع ہوا تھا۔

مولانا نور الحق علوی مرحوم نے ۱۹۳۵ء میں اورینٹل کالج لاہور میں ”ہیڈ مولوی“ کی اسامی کے لئے ایک درخواست دی تھی۔ جس میں اپنی تصنیفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

### مطبوعات

الف۔ عذب المناہل شرح الکامل لمبرود (داخل نصاب مولوی فاضل) یہ کتاب کامل مکتوب کی مبسوط شرح ہے۔ تراجم، انساب، امکنہ، ایام عرب، لغت، تاریخ غرض تمام ضروری ادبی مواد اس خوبی سے فراہم کیا گیا ہے کہ ادیب کو ”کامل“ کے حل کرنے کے لئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔

ب۔ منشور حکم خلاصہ دبیر عم (منتظر شدہ نصاب نشی فاضل) کتاب مقبول عام اور طلبہ کے لئے از حد مفید ثابت ہوئی ہے۔

۲۲۹۔ ایضاً

۱۳۹۱ھ کے لئے قائم شدہ ادارہ

۱۳۹۱ھ کا تقریر ہو گیا تھا۔

ج۔ میں نے قرآن حکیم کی اُردو تفسیر بطرزِ دلکش مکمل طور پر لکھی ہے تفسیر مذکور کے حسبِ ذیل حصے شائع ہو چکے ہیں؛

- ۱۔ نور الحق تفسیر سورہ علق
- ۲۔ یارقۃ الحق ضمیمہ نور الحق
- ۳۔ الناموس المفصل تفسیر سورۃ المزمل
- ۴۔ فتح المقدر تفسیر سورۃ المدثر

### مسودات

۱۔ اللہ کی العزیز شرح سمط الدرر (داخل نصاب منشی فاضل مولوی عالم، اور بی۔ اے) کتاب مکمل ہے۔ طباعت کے سلسلے میں اس کی ایک کاپی بھی لکھائی جا چکی ہے اور کاپی تاحال میرے پاس محفوظ ہے مگر پنجاب یونیورسٹی نے اس کی اشاعت کی اجازت نہ دی۔

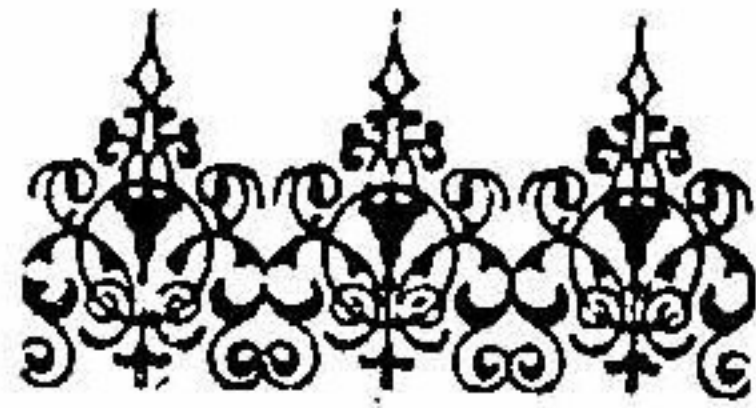
۲۔ متار السالک شرح موطا امام مالک (داخل نصاب مولوی فاضل) کتاب بزبان اُردو ہے بطرزِ جدید۔ اس کتاب میں علاوہ محدثاتہ اور فقہی مباحث کے احکام شرعیہ کے حکم و اسرار کا بھی التزام کیا گیا ہے۔

۳۔ شوارق الرحمان۔ شرح فتوح البلدان للبلاذری (منتظر شدہ نصاب مولوی فاضل) یہ کتاب فتوح البلدان بلاذری کا با محاورہ اُردو ترجمہ اور وسیط شرح ہے۔ اس کے ساتھ تراجم، انساب اور دوسرے تاریخی ضروری مواد کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے اس موضوع میں طلبہ کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔



مولانا علوی مرحوم کے کئی گراں قدر مقالات رسائل و جرائد میں طبع ہوئے۔ جو تا حال کتابی صورت میں شائع نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک "التعريف في التصوف" (ہندوستان میں صوفیہ صافیہ کی برکات) ہے جو ماہنامہ "الفرقان" (بریلی) میں بالاقساط شائع ہوا۔ مدیر "الفرقان" نے ادارتی نوٹ میں لکھا ہے:

"ہندوستان میں اسلامی تصوف کی تازہ تاریخ، اس کے اثرات اور جامعہ اسلامیہ ہندیرہ کی تاسیس و تعمیر میں حضرات صوفیہ کرام کی خدمات اور ان کے احسانات کا اس نوعیت کا تذکرہ غالباً اس سے پہلے مرتب نہیں ہوا۔"



# نور الدین فاروقی

مولانا حافظ نور الدین فاروقی بن حافظ غلام رسول ۱۲۴۰ھ/۲۵-۱۸۲۴ء کے لگ بھگ موضع ٹھیکریاں مونییاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ فاروقی النسب تھے۔ ان کے والد بزرگوار حافظ غلام رسول درس نظامی کے فاضل اور چید عالم تھے۔

مولانا نور الدین نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔

مولانا غلام محی الدین قصوری سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ان کے ممتاز ترین خلفاء میں تھے۔ خواجہ قصوری سے خلافت پاکر چکوڑی بھیلو والی نزدالہ مو میں سکونت اختیار کی اور سلسلہ درس تبلیغ شروع کیا۔

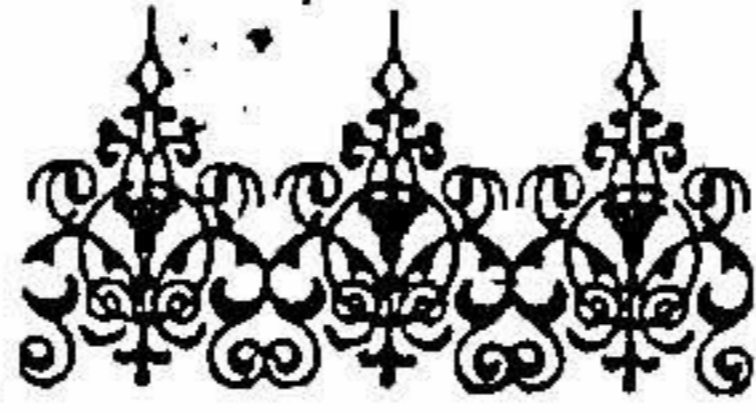
۱۳۰۲ھ/۸۵-۱۸۸۴ء میں اس عالم قافی سے عالم جوادانی کو روانہ ہوئے۔ چکوڑی شریف میں وقتائے گئے۔

قطرہ تار سخن و قات یہ ہے ع

جناب فضیلت مآب کمال!  
چو کرد انتقال از سرانے زوال  
زہے نور ملت زہے نور حق  
زہے نور دین حافظ قیل و قال

پہ شیخ ازلیب ہاتف آمد تدا  
کہ گو غاب نور جلی " بہ سال

۱۳۰۲ھ



لہ تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۵۵۵

## سید نور اللہ شاہ سیالکوٹی

مولانا سید نور اللہ شاہ بن مولانا سید چراغ شاہ بن مولانا سید محمود شاہ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳-۶۸۶۳ میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان میں علم و فضل کی روایت پہلے سے قائم تھی۔ مولانا سید چراغ شاہ، مولانا غلام مرتضیٰ سیالکوٹی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور مسجد کبوتران والی سیالکوٹ میں درسِ قرآن و حدیث دیتے تھے۔ مولانا سید چراغ شاہ اس خاندان کے پہلے فرد تھے جو آبائی وطن برلوکن (ضلع گجرات) سے ترک سکونت کر کے سیالکوٹ میں آباد ہوئے تھے۔

مولانا سید نور اللہ نے درسِ نظامی کی ابتدائی کتب مولانا سید میر حسن سیالکوٹی سے پڑھیں۔ برادرِ بزرگ سید عبداللہ شاہ سے تکمیلِ تعلیم کی۔ مولانا قاضی سلطان محمود (ساکن اعوان شریف) کے احبابِ خاص میں سے تھے۔ سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کی منقبت میں کئی قصائد لکھے ہیں۔

جون ۱۹۲۸ء/۱۳۶۷ھ میں سیالکوٹ میں فوت ہوئے اور درگاہ امام علی الحق کے پائین مدفون ہوئے۔

سید نور اللہ شاہ پنجابی، اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے قصائد اور منظوم شجروں کا مجموعہ بدستہمہ نور کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ مولانا قاضی سلطان محمود کی مدح میں کہتے ہیں:

دردِ ریائے حقیقت، اخترِ برج شرف  
شاہبازِ اوجِ عرفاں، افتخارِ عارفین

جرمہ از جام محبت ریزہ ، در کام دلم  
 تا ازیں دنیائے دویں پر در شام آستین  
 مشکلی دارم کہ برائے منیرش روشن است  
 پس چرا بیہودہ گویم اپنچناں یا ایں چنین  
 سید نور اللہ شاہ کی ایک تالیف "تحفہ شیعہ" (مطبوعہ: سیالکوٹ) ہے۔



## حافظ سید نور اللہ نوشاہی

حافظ سید نور اللہ بن حافظ محمد حیات ربانی بن سید جمال اللہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۱۴۷ھ / ۱۶ نومبر ۱۸۷۳ء کو ساہن پال ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ علوم مروّجہ کی تحصیل اپنے والد ماجد اور بعض دوسرے اساتذہ سے کی۔ صاحب علم و فضل بزرگ تھے۔ اُن کا دورِ زندگی طوائف الملوک کا زمانہ تھا۔ اُن کے علاقے میں چھٹہ خاندان کا حکم چلتا تھا۔ جن کا مرکز قلعہ منچر چھٹہ (ضلع گوجرانوالہ) تھا جو ہدیری نور محمد چھٹہ نے ۱۱۶۹ھ / ۱۸۵۶-۵۷ء میں دریائے چناب کے جنوبی کنارے پر قصبہ "رسول نگر" آباد کیا اور حافظ سید نور اللہ نوشاہی کو مفتی شہر مقرر کیا۔ ۱۲۰۳ھ / ۱۸۸۹-۹۰ء میں جو ہدیری نور محمد چھٹہ کا پوتا جو ہدیری غلام محمد سکھوں سے لڑتے ہوئے مارا گیا اور چھٹہ خاندان کا آفتاب غروب ہو گیا۔ حافظ سید نور اللہ واپس ساہن پال آگئے اور سند تدریس کو رونق بخشی۔

سکھوں کے عہد میں انہیں حکومت کی طرف سے کچھ روزینہ اور ماہانہ ملتا تھا۔ فقیر سید عزیز الدین (د ۱۲۶۰ھ) وزیر اعظم بعہد خالصہ اُن کے ارادت مند تھے اور اُن سے خط و کتابت رکھتے تھے۔

حافظ سید نور اللہ اپنے والد ماجد سے سلسلہ نوشاہیہ میں بیعت تھے اور اُن کی طرف سے مجاز بیعت بھی۔ علوم دینیہ پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ خوش بیان واعظ تھے۔

۶ صفر ۱۲۲۹ھ / ۱۸ جنوری ۱۸۱۲ء کو بیاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اور ساہن پال کے خاندانی قبرستان میں دفنائے گئے۔ اُن کی مندرجہ ذیل تصنیفات ملتی ہیں۔ صاحبزادہ شرافت نوشاہی صاحب نے اُن کی ترتیب و تہذیب کی ہے۔

تاحال کوئی بھی زیورِ اشاعت سے آراستہ نہیں ہوئی:

۱۔ فتاویٰ نوشاہیہ الموسوم بہ تورا القادوی (عربی)

۲۔ مصطلحات الصوفیہ (ناکمل)

۳۔ فالنامہ قرآنی

۴۔ حقائقِ نوریہ

۵۔ مکتوبات نور اللہ

۶۔ انشائے نور اللہ

۷۔ رقعات نور اللہ

حافظ سید نور اللہ نوشاہی کے دو صاحبزادے ہوئے:

۱۔ مولانا حکیم حافظ سید الہی بخش مظہر حق (م ۱۲۵۳ھ)

۲۔ سید خدا بخش (م ۱۲۷۷ھ)



## نور بخش توکلی

مولانا نور بخش توکلی موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد صوفی بخش بزرگ تھے اور نقشبندی سلسلے میں بیعت تھے۔ مولانا نور بخش نے ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ایم۔ اے۔ اور کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ دوسرے اساتذہ کے ساتھ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) سے اکتسابِ فیض کیا۔ انہیں "استاذی مخدومی مولانا شبلی نعمانی" کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ عربی زبان و ادب میں ایم۔ اے کی سند حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہوئے تو ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں اقبالہ چھاؤنی کے ایک سکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ والد ماجد کے کہنے پر اقبالہ کے نقشبندی بزرگ خواجہ توکل شاہ (م ۱۳۱۵ھ) کے ہاتھ پر بیعتِ طریقت کی گئی اور اپنے مرشد کی نسبت سے "توکلی" ان کے نام جزو بن گیا۔

اقبالہ سے وہی منتقل ہوئے۔ ایم۔ بی ہائی سکول میں بطور "ہیڈ مولوی" کام کرتے

۱۹۵۱ء میں مولانا نور بخش نے ان کا سالِ ولادت ۱۸۷۷ء لکھا ہے (نقوش - لاہور نمبر ۱ ص ۹۵) بعد کے تذکرہ نگاروں نے اسی کا اتباع کیا۔ لیکن ۱۸۷۷ء ان کا سالِ ولادت اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ۱۸۹۳ء میں انہوں نے اقبالہ چھاؤنی کے سکول میں ملازمت شروع کی تھی۔ سولہ سال کی عمر میں بمشکل سرٹیک کا امتحان پاس کیا جاسکتا ہے جب کہ وہ علی گڑھ کالج سے فارغ التحصیل ہو کر آئے تھے۔

۱۹۵۲ء تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۶۲



تھے۔ وہاں سے ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء میں امرتسر آگئے۔ امرتسر میں مولانا مفتی غلام رسول قاسمی (م ۱۳۱۷ھ) سے درسِ نظامی کی جملہ کتبِ معقولات و منقولات پڑھیں۔  
خواجہ توکل شاہ انبالوی کی وفات پر مولانا مشتاق احمد بیٹھوی کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی۔ انہوں نے اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ اس کے علاوہ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ عبدالخالق (م ۱۳۵۰ھ) نے ان کی دستار بندی کی اور انہیں خواجہ توکل شاہ کی نسبت سے خلافتِ مرحمت کی۔

مولانا توکل لاہور آگئے اور اپنے دینی اور علمی ذوق کے پیش نظر "انجمن نعمانیہ" سے منسلک ہو گئے۔ ایک عرصہ انجمن کے ناظم تعلیمات رہے اور در سالہ انجمن نعمانیہ مرتب کرتے رہے۔ اسی دوران میں گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ عربی میں تدریس شروع کی۔ ملازمت کی مصروفیات کے ساتھ تصنیفی اور تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔

ملازمت سے سبکدوش ہونے پر وطنِ مالوف "چک قاضیاں" ضلع لدھیانہ چلے گئے اور وہاں ایک دینی مدرسے "اسلامیہ توحیدیہ" کی بنیاد رکھی۔ مدرسہ ان کی سرگرمیوں کا محور تھا۔ طلبہ کو خود پڑھاتے اور ان کے قیام و طعام کا بندوبست کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد موصول آباد آگئے تھے۔ زندگی کے آخری ایام میں مجلسی زندگی تقریباً ختم کر دی تھی اور ہمہ تن لکھنے پڑھنے میں مصروف تھے۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۲۲ مارچ ۱۹۴۸ء کو مسکان کی سیرھی سے گر کر زخمی ہوئے۔ یہی حادثہ جان لیوا ثابت ہوا۔ حسبِ وصیت نور شاہ ولی کے مزار کے ساتھ دفن ہوئے۔

مولانا توکلی مرحوم طبعاً سادگی پسند تھے۔ بلند پایہ صوفی اور منجھے ہوئے قلم کار تھے  
ان کی تالیفات کی فہرست یہ ہے:

۱۔ سیرت رسولِ عربی

۲۔ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ۱۲ ربیع الاولیٰ کو عام طور پر "بارہ وفات" کہا

جاتا ہے۔ مولانا توکلی نے سرکاری کاغذات میں "بارہ وفات" کو "عید میلاد النبی"

کے نام سے بدلوا یا اور اس تاریخ کو عام تعطیل منظور کروائی۔ یہ کتاب ہی موضوع پر ہے۔

۳۔ معجزاتِ نبی

۴۔ اعجاز القرآن

۵۔ عقائد اہلسنت

۶۔ شرح قصیدہ بُرودہ (اردو)

۷۔ شرح قصیدہ بُرودہ (عربی)

۸۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

۹۔ علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۔ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۔ سیرتِ نوح اعظم

۱۲۔ تحفہ شیعہ (دو حصے)

۱۳۔ ابو حنیفہ

۱۴۔ کتاب البرزخ

۱۵۔ شرح ہدیہ یوسفیہ

۱۶۔ شرح مولود برتہ نخی

۱۷۔ رسالہ نور

۱۸۔ الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ رحمہ

۱۹۔ امام بخاری شافعی

۲۰۔ مقدمہ تفسیر القرآن

۲۱۔ تفسیر سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ

۲۲۔ ترجمہ تحقیق المرام فی منع القرات خلف الامام (تالیف مفتی غلام رسول قاسمی)

۲۳۔ ترجمہ الرسالہ الجلیلہ (تالیف مفتی غلام رسول قاسمی)

۲۴۔ افضل المقال فی رد علی الرافضی الضال

۲۵۔ صدائے حقانی در حقیقت محبوب سبحانی

۲۶۔ ترجمہ تاریخ گین (تاریخ حسن)

گین کی تاریخ سے اہل اسلام سے متعلق حصوں کا ترجمہ ہے۔ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء

میں مطبع فاروقی دہلی سے طبع ہوا۔

متذکرۃ الصدر کتب کے علاوہ انجمن نعمانیہ کے رسالہ میں مطبوعہ بیسیوں مضامین

ہیں۔



## نورجہانیاں

مولانا نورجہانیاں بن مولانا اسد اللہ بہاول پور کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا اسد اللہ اپنے دور کے بلند پایہ فاضل تھے۔ وہ ”مہاراں“ سے نقل مکانی کر کے بہاول پور آئے۔ نواب بہاول پور نے ان کے تبحر اور علمی مرتبے کے پیش نظر احمد پوری دروازے کے اندر اقامت اور مدرسے کے لئے وسیع جگہ دی۔ اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ مولانا اسد اللہ کے علمی منصب پر مولانا نورجہانیاں متمکن ہوئے۔ انہوں نے فقط غلام مرتضیٰ (چیلواہن) سے اکتساب فیض کیا تھا۔ ان کی عظیم درس گاہ تو یادِ ماضی بن گئی ہے البتہ درس گاہ کا علاقہ ”تختہ نورجہانیاں“ کے نام سے مشہور ہے۔

مولانا نورجہانیاں درس و تدریس میں مشغول ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں فوت ہوئے۔ ان کی تالیفات میں سے ایک کتاب ”اسدیہ“ کا ذکر ملتا ہے جو ”مطول“ کا واقعہ حاشیہ ہے۔ تاحال زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوا۔



۱۵ جناب مسعود حسن شہاب نے لکھا ہے کہ ”مشہور ہے کہ پنجاب کے مشہور عالم مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی نحو اور منطق کے بعض نکات آپ سے سیکھے تھے“ (اولیائے بہاول پور ص ۲۷۹)۔ یہ روایت درست نہیں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ۱۰۶۷ھ میں فوت ہوئے تھے۔ اور مولانا اسد اللہ بارہویں صدی میں گزرے ہیں۔

۱۵ اولیائے بہاول پور ص ۲۷۹

## خواجہ نور محمد مہاروی

خواجہ نور محمد بن ہندال بن تاتار بن فتح محمد کھل قبیلے کے فرد تھے۔ دریائے راوی کے کنارے آباد گاؤں چوٹالہ میں ۱۲۲۲ھ / ۲ اپریل ۱۷۳۰ء کو پیدا ہوئے۔ اُن کا خاندانی نام بھبھلی تھا جسے خواجہ فخر الدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ) نے نور محمد سے بدل دیا۔ خاندان کی گزربسیرتیں باڑی اور گلہ بانی پر تھیں۔

خواجہ نور محمد کے بچپن میں اُن کا خاندان چوٹالہ سے مہار، منتقل ہو گیا اور یہ گاؤں اُن کے وجود سے چار دانگ عالم میں مشہور ہوا۔ خواجہ نور محمد نے مقامی مکتب میں حافظ محمد مسعود سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد موضع ببلانہ کے شیخ احمد کھوکھر سے ابتدائی درسیات پڑھیں۔ اس کے بعد تعلیمی سفر کر لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ڈیرہ غازیخان میں کچھ عرصہ مقیم رہے۔ اور شرح ملا جامی تک کتب درسیہ پڑھیں۔ وہاں سے خواجہ محکم دین سیرانی کے ہمراہ لاہور گئے۔ لاہور کا زمانہ تعلیم اُن کے لئے معاشی مشکلات کا زمانہ تھا مگر انہوں نے دل جمعی سے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ آخر میں وہی گئے اور مدرسہ نواب غازی الدین خان میں داخل ہوئے۔ یہاں میاں برخور دارجی ایک قابل اور محنتی استاد تھے جن سے بعض کتابیں پڑھیں۔ قطبی پڑھ رہے تھے کہ میاں برخوردار جی کو دہلی سے جانا پڑا اور وہ خواجہ فخر الدین کے ہاں پہنچ گئے۔ اُن سے قطبی کا باقی حصہ مکمل کیا اور حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔

۱۷ مناقب المحبوبین میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ قطبی، ابھی ختم ہوئی تھی کہ خواجہ فخر الدین نے انہیں فرمایا تم علم ظاہری میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ جس قدر پڑھ لیا ہے وہی کافی ہے اور وہ ہم تن اوماد و اشغال

۱۱۶۵ھ/۵۲-۵۱ء میں استاد گرامی خواجہ فخر الدین دہلویؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے دہلی میں خواجہ موصوف کی بیعت کی تھی۔ ان کے زیر تربیت رہ کر مہارہ آگئے۔ حسب قاعدہ خانقاہ قائم کی اور عوام کی روحانی اصلاح و تربیت میں مشغول ہو گئے۔ ان کی ذات مروح عوام تھی اور زیادہ وقت اصلاح و ارشاد میں صرف کرتے تھے۔

خواجہ نور محمد کو اپنے پیر خواجہ فخر الدین دہلویؒ سے بے پناہ محبت تھی۔ سال میں تقریباً چھ ماہ دہلی میں گزارتے تھے۔ ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۹ھ/۷ مئی ۱۷۸۲ء کو خواجہ موصوف کا انتقال ہوا۔ خواجہ نور محمد کے لئے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ کچھ عرصے بعد ان کے عزیز خلیفہ نور محمد ثانی فوت ہوئے۔ صدمہ دو چند ہو گیا اور انہوں نے خلوت گزینی اختیار کر لی۔ اسی عالم میں ۳ رزی الحجہ ۱۲۰۵ھ/۳ اگست ۱۷۹۰ء کو جان اجمان آفرین کو پیر دی۔ مصرعہ تاریخی ہے ع

حیف و اویلا جہاں بے نور گشت ہے

(عاشیہ صفحہ گذشتہ) میں منہمک ہو گئے۔

۱۷ مولانا نور محمد بن صالح محمد حاجی پور (سندھ) کے رہنے والے تھے بعد میں ضلع ڈیرہ غازیخان میں بقا "چاہ ناروالہ" میں مقیم ہوئے۔ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ خواجہ فخر الدین دہلوی سے بیعت ہونے کے لئے انہیں خط لکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مثنوی مولانا روم کا مطالعہ کریں اور سلسلہ چشتیہ کے اوراق و وظائف میں مشغول رہیں اگر بیعت کی خواہش ہو تو خواجہ نور محمد مہارویؒ سے تعلق قائم کریں۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

چنانچہ خواجہ نور محمد مہاروی کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۷ھ/۲۲ جنوری ۱۷۹۰ء کو فوت ہوئے۔ تاریخ وصال لفظ "چراغ" سے برآمد ہوتی ہے۔ مزار حاجی پور میں ہے۔

۱۲۰ مناقب المہجوبین ص ۱۲۰

منفقی غلام سرور لاہوری نے حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا ہے ع  
 حضرت نور محمد نور حق جلوہ گردش چوں بہ گلزار حناں  
 سالِ تری حلیش بقول اہل سیر نور عرفان آفتابے میں نخواست  
 اگرچہ مرحوم "مہار" میں فوت ہوئے مگر انہیں قبرستان حضرت تاج سرور میں دفنایا  
 گیا۔ مزار چشتیاں ریوے سٹیشن کے شمال مغرب میں یون میل کے فاصلے پر ہے  
 نواب محمد بہاول خان ثالث نے ۱۲۶۶ھ میں مزار پر شاندار عمارت تعمیر کی۔  
 خواجہ نور محمد سے ایک زمانے نے روحانی فیض حاصل کی یہ مناقب "محبوبین" کے  
 مؤلف نے ۲۶ تعلقاء کے نام درج کیے ہیں چند اہم نام یہ ہیں:

- ۱۔ خواجہ نور محمد ثانی معروف بہ حضرت نارووالہ
  - ۲۔ قاضی محمد عاقل ساکن مٹھن کوٹ
  - ۳۔ میاں محمد قاضی نیکو کارہ
  - ۴۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی
  - ۵۔ حافظ محمد جمال ملتان
  - ۶۔ صاحبزادہ نور محمد مہاروی
  - ۷۔ قاضی احمد علی بن محمد عاقل ساکن مٹھن کوٹ
- خواجہ نور محمد مہاروی کی اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں

کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ شیخ نور الہدیہ (جانشین)

۲۔ شیخ نور احمد

۳۔ شیخ نور الحسن

خواجہ نور محمد بہاروی سے کوئی تالیف یا دیگر کار نہیں تاہم ان کے ملفوظات قاضی محمد عمر  
سید پوری نے "خلاصۃ الفوائد" کے نام سے جمع کئے ہیں۔ خواجہ موصوف کی مہر کا صحیح تھا۔  
ز نور محمد جہاں روشن است





## نور محمد لاہوری

مولانا نور محمد بن مولانا علام مرتضیٰ نقشبندی ۲ دسمبر ۱۸۹۶ء / ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ مدرسہ حمیدیہ لاہور میں زیر تعلیم رہے۔ آخر میں مولانا مفتی محمد یار خلیق (خطیب سنہری مسجد لاہور) سے فاضلہ فرائع پڑھا۔

سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت اور ان کے خلیفہ و مجاز تھے۔ ۱۳۷۷ھ / ۵۸-۱۹۵۷ء میں واصل بحق ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے مزار کے قریب عثمان گنج دلاہور میں مدفون ہیں۔ مرحوم صاحبِ تلم عالم تھے۔ ان کی حسب ذیل کتابیں معلوم ہو سکی ہیں:

- ۱- تحقیق الوجد
  - ۲- توثیق الایمانات
  - ۳- حجت ربانی
  - ۴- ظہور الصفات فی جمیع الموجدات
  - ۵- حج فقیر بر آستانہ پیر
- ان کے کئی مضامین اخبار "الفقہیہ" (امر تسر) کے صفحات میں محفوظ ہیں۔



## قاضی نور محمد

قاضی نور محمد بن شہیر محمد بن زین العابدین ۱۸۹۶ء/۱۲/۱۳۱۳ھ سے پہلے موضع پڑی ضلع الٹک میں پیدا ہوئے۔ اعوان برادری کے چشم و چراغ تھے۔ تین پشتوں سے خاندان میں دینی تعلیم کی روایت چلی آ رہی تھی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مولانا غلام رسول (واہبی والے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بعد میں مولانا نور شاہ کاشمیری سے ڈابھیل میں دورہ حدیث پڑھا اور سند فضیلت حاصل کی۔

۱۹۲۲ء/۱۱/۱۳۴۰ھ میں آبائی وطن سے ترک سکونت کر کے قلعہ دیدار سنگھ چلے گئے تھے۔ مدرسہ مجریہ کی بنیاد رکھی اور تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات میں زندگی گزاری تو حیدر سنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا۔ وعظ پر تاثیر ہوتا تھا۔ درس قرآن میں بلا کی روانی تھی۔ مولانا حسین علی (واں پھران) سے بیعت تھے اور ان کے اجل خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت ذاکر و شاعر اور خوش پوش عالم تھے۔

۱۳۸۱ھ میں علمائے دیوبند حیات البنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر دو گروہوں میں بٹ گئے تھے اور تند و تیز تقریریں، مناظرے اور کتابیں لکھی جا رہی تھیں کہ محرم ۱۳۸۲ھ میں قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، پاکستان تشریف لائے اور دونوں گروہوں کے سرکردہ راہنماؤں کو یکجا کیا اور حیات البنی کے مسئلہ پر علمائے دیوبند کا انتشار ختم ہوا۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں اسی مقصد

لہ اقامتہ البرہان (تالیف - ۱۹۵۶ء) میں لکھا ہے "میری عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہے"

کے لئے علماء جمع تھے۔ قاضی صاحب بھی تشریف لائے تھے کہ اچانک ۲۲ محرم  
۱۳۸۲ھ/۲۶ جون ۱۹۶۲ء کو روحِ قفسِ منصری سے پرواز کر گئی۔ قاری محمد طیب صاحب  
نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

جناب حافظ محمد ظہور الحق ظہور صاحب نے تعزیتی نظم کہی۔ تاریخ وفات  
اس شعر میں ضبط کی ہے:

سالِ تاریخِ وقاش یا تقم در گوشِ گفت  
روح او «بارحمتِ خالق» بفضلِ حق رسید

۱۳۸۲ھ

قاضی صاحب مرحوم نے حسبِ ذیل کتابیں تالیف کی ہیں:

- ۱۔ صاعقۃ الرحمان (دو حصے)
  - ۲۔ صلوٰۃ الرسول۔ حنفی نقطہ نظر سے نماز کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔
  - ۳۔ ازالۃ الرین عن مسئلہ رفع الیدین
  - ۴۔ ازالۃ الاوبام عن عدم الفاتحہ خلف الامام
  - ۵۔ ازالۃ التتر عن عدد رکعات التراويح والوتر
  - ۶۔ مسئلہ علم غیب
  - ۷۔ مسئلہ حاضر و ناظر
  - ۸۔ اقامۃ البرہان علی اہل الطغیان
- قاضی صاحب کے جانشین اُن کے صاحبزادے قاضی عصمت اللہ ہیں جو دینی و  
تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں۔



## نیاز احمد شاہ گیلانی

مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی بن پیر رحمت علی شاہ گیلانی، نواں شہر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ موصوف کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ) سے ملتا ہے اور ان ہی کی نسبت سے "گیلانی" کہلاتے تھے۔ ان کے اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت سید علی بغدادی برصغیر میں وارد ہوئے اور اُدُوح ضلع بہاولپور میں سکونت پذیر ہوئے بعد میں حضرت سید علی بغدادی کے اخلاف، پنجاب کے اطراف میں پھیل گئے۔

مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی نے ابتدائی تعلیم مولانا محمد ابراہیم سلیم پوری سے حاصل کی اور تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا حسین احمد مدنی (م ۱۳۷۷ھ) کا نام بہت نمایاں ہے۔

تقسیم ہند کے بعد ترک وطن کرنے کے پاکستان آئے اور سلاٹوالی ضلع سرگودھا میں اقامت گزین ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اسی زمانے میں سلاٹوالی سے تلنگہ ضلع ملتان منتقل ہو گئے۔ تلنگہ میں انہوں نے دینی و تبلیغی کام کیا۔ مدرسہ قادریہ تلنگہ ان کی یادگار ہے۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ / ۱۶ مئی ۱۹۷۷ء کو فوت ہوئے اور تلنگہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا نیاز احمد شاہ گیلانی مرحوم سیاسی طور پر جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ تھے۔ جمعیت علمائے اسلام ملتان کے صدر رہے۔ اس علاقے میں جمعیت کی تنظیم کے لئے انہوں نے بھرپور کام کیا۔

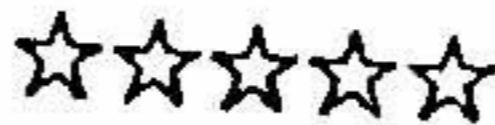


## واحد بخش بہاولپوری

مولانا مفتی واحد بخش بن محمد علی ۱۹ مئی ۱۸۹۰ء/۲۹ رمضان ۱۳۰۷ھ کو ضلع بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد ماجد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا بڑے بھائی نے تربیت کی۔ مولانا واحد بخش نے ابتدائی درسیات کی تحصیل اپنے علاقے میں کی۔ بعد میں مدرسہ اسلامیہ روہمہ میں زیر تعلیم رہے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہو کر کچھ عرصہ نکیٹہ (بھارت) میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ برادر بزرگ اور خوش واقارب کے اصرار پر وطن واپس آئے۔ ان کے علاقے میں خیر لوہڑا میوالی دینی تعلیم کا مرکز تھا۔ وہیں شغل تدریس اپنایا۔ کچھ عرصے بعد محکمہ تعلیم میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ اور بتیس سال درس و تدریس میں گزارے۔ ملازمت سے سبکدوش ہو کر حسبہ اللہ مدرس تعلیم میں مصروف رہے۔

مولانا موصوف نے نو عمری میں جلاپور پیر والہ کے ایک مجذوب فقیر، اللہ ڈوایا سے تعلق بیعت استوار کیا تھا۔ امر وہہ اور دیوبند کے زماں طالب علمی میں مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں آنا جانا ہوا۔ اپنے پہلے مرشد کی وفات پر ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ مولانا تھانوی کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔

مولانا مفتی واحد بخش ایک دینی درسگاہ کے مدرس، شہر کے خطیب اور علاقے بھر کے مفتی تھے تاہم ریاض نمود سے کوسوں دور تھے۔ سادہ مزاج، بے نفس اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔



## سید ولایت شاہ ہمدانی

سید ولایت شاہ بن سید جہان شاہ بن سید کامل شاہ بن سید محمد زاہد ہمدانی ۱۲۶۶ھ / ۱۸۳۰ء میں قصور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ابتدائی درسیات اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ مولانا خدابخش شاگرد مولانا غلام محی الدین قصوری سے علمی استفادہ کیا۔

سید عالم دین اور اچھے طبیب تھے۔ ہم عصر اطباء میں سب سے زیادہ مرجع خلائق تھے۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے والد محترم سے بیعت تھے۔ چار پانچ روزہ بخاری میں مبتلا رہ کر ۹ رمضان ۱۳۲۶ھ / ۵ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو اللہ کو پیارے ہوئے اور کوٹ مراد خان قصور میں اپنے والد کے پہلو میں وقتاٹے گئے۔ مرحوم کے عزیز سید محمد زمان شاہ نیازی نے "عم من منبع الفضاائل بود" سے تاریخ وفات اخذ کی ہے۔

۱۳۲۶ھ

سید ولایت شاہ ہمدانی کے حسب ذیل فرزند ہیں:

۱۔ سید عبدالحق شاہ

۲۔ سید شہاب الدین شاہ

۳۔ سید جلال الدین شاہ

مرحوم کی تصنیفات یہ ہیں:

۱۔ ہدیۃ الحسنین فی رد رفع الیدین ۲۔ انتخاب مسائل تفسیر الرازی (پارہ دوم۔ سوم۔ خطی)

۳۔ خلاصہ قرابادین

۴۔ الوقوف (فن تجوید۔ خطی)

۵۔ حاشیہ تفسیر کبیر (عربی۔ خطی)

۶۔ حاشیہ قرآن مجید (خطی)

## سید ولایت شاہ گجراتی

پیر سید ولایت شاہ بن پیر احمد شاہ موضع رانیوال ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸-۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں حصولِ تعلیم کے لئے گھر سے نکلے۔ مدرسہ تعلیم القرآن جنڈ (ضلع الٹک) میں قرآن مجید حفظ کیا اور مولانا قاری غلام نبی لہی سے قرآن مجید میں مہارت بہم پہنچائی۔ مولانا غلام حیدر مسوی سے درسِ نظامی کی چند کتابیں پڑھیں بعد میں مدرسہ نعمانیہ لاہور میں زیرِ تعلیم رہے یہیں سے سندِ فراغت حاصل کی۔ اساتذہ کرام کے علاوہ مولانا غلام محمد گھوٹوی سے استفادہ کیا جو ان سے چند کتابیں آگے تھے۔

۱۳۳۳ھ میں نقشبندی سلسلے کے بزرگ پیر جماعت علی شاہ علی پوری سے بیعت ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ کے اشغال و اوراد مکمل کئے۔ پیر جماعت علی شاہ مرحوم کے خلقاء میں سید ولایت شاہ کا نام بہت نمایاں ہے۔

پیر ولایت شاہ صاحب کو قرآن مجید کی تعلیم عام کرنے کا شوق تھا۔ اور عمر بھر اس مقصد کے لئے کوشاں رہے۔ گجرات میں مسجد حاجی پیر بخش مرحوم بالکل ویران پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے ۱۳۳۵ھ میں "مدرسہ تعلیم القرآن" قائم کر کے مسجد آباد کر دی۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کی راہنمائی میں انہوں نے گجرات میں "انجمن خدام الصوفیہ" قائم کی اور ۱۳۳۳ھ میں اس انجمن کے زیرِ اہتمام "مدرسہ خدام الصوفیہ" کی بنیاد رکھی۔ مدتوں یہ مدرسہ دینی تعلیم کا ایک اہم مرکز رہا۔ مولانا عمر بخش مفتی عبد الحفیظ اگروی، قاضی عبد سبحان ہزاروی اور مفتی احمد یار خان گجراتی جیسے فضلاء نے تدریسی کام کیا۔

پیر صاحب کے تعمیراتی کاموں میں سے ایک عمدہ علی پورہ گجرات کی خوبصورت مسجد ہے جو ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء میں مکمل ہوئی۔ ۳۱ جولائی ۱۹۷۱ء/۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

کو وفات پائی اور مذکورہ مسجد کے پہلو میں وقتائے گئے۔

پیر صاحب مرحوم کی اولاد میں سات صاحبزادے ہیں جن میں مولانا سید محمود شاہ  
ملک گیر شہرت رکھتے ہیں۔





## حافظ ولی اللہ لاہوری

حافظ ابوالسحاق ولی اللہ لاہوری ۱۲۵۱ھ/۳۶-۱۸۳۵ء میں وادی کشمیر میں پیدا ہوئے۔ اس خطہ جنتِ نظیر کے سکھ راجہ نے اپنی مسلمان رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا چنانچہ مسلمانانِ کشمیر کے بیسیوں خانوادے اپنی جان و ایمان کی حفاظت کے لئے پنجاب آ گئے۔ ان ہی مہاجر خانوادوں میں ولی اللہ کا خاندان شامل تھا۔ حافظ ولی اللہ کا خاندان جب پنجاب آیا تو موصوف شیرنوار پکے تھے۔ ابتداء میں اُن کا خاندان پسرور ضلع سیالکوٹ میں رکا۔ بعد میں لاہور منتقل ہو گیا۔ حافظ صاحب کی عمر پانچ سال کے لگ بھگ تھی کہ چیچک میں مبتلا ہو گئے۔ اس موذی بیماری میں اُن کی جان تو بچ گئی مگر نورِ بصارت سے محروم ہو گئے۔

حافظ صاحب نابینا ہو گئے مگر قدرت کو ابھی اُن کے مزید امتحانات مقصود تھے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے والدین کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے۔ اور وہ اپنے بھائیوں اور بھابھوں کے رحم و کرم پر رہ گئے۔ اُن کے بھائیوں میں سے صدیق شیخ نے لاہور کی کشمیری برادری میں بڑا نام پیدا کیا۔ نواب علی رضا خان قزلباش کو اُن کی وجہ سے کشمیری برادری کے ورثے ملے تھے۔

اُن دنوں لاہور میں مولانا غلام رسول قلعوی کا آنا جانا تھا۔ اُنہوں نے حافظ ولی اللہ کو کس پیرسی کی حالت میں دیکھا تو انہیں اپنے ساتھ لے لیا۔ حافظ صاحب موصوف نے اُن کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کیا اور اُن سے علومِ مروجہ میں اکتسابِ فیض کیا۔ اُن کے ہم درسوں میں مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) کا نام معروف

حافظ صاحب نے مولانا غلام رسول قلعوی کے علاوہ مولانا احمد الدین بگوی اور مولانا نور احمد ساکن کھائی کوٹلی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

حافظ ولی اللہ تکمیلِ تعلیم کے بعد لاہور آگئے۔ مسجد وزیرخان میں درس دینے لگے۔ ڈپٹی برکت علی اُن کے قدر دانوں میں سے تھے۔ انہوں نے بادشاہی مسجد کے لئے اُن کی خدمات حاصل کر لیں۔ ۳۰ مئی ۱۸۷۳ء / ۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۰ھ کو انجمن اسلامیہ نے حافظ صاحب کو مدرسہ شاہی مسجد کا صدر مدرس نامزد کیا اور زندگی کے آخری لمحات تک اس منصب کی ذمہ داریاں پوری کیں۔

حافظ صاحب مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔ عیسائی پادریوں نے لاہور کی فضا اپنے دلاڑی لیکچروں اور مہفلوں سے خراب کر رکھی تھی۔ حافظ صاحب نے عیسائیت کا بطورِ خاص مطالعہ کیا اور عیسائی پادریوں سے مناظرے کرتے لگے۔ اُن کی شہرت ایک بلند پایہ مناظر کی حیثیت سے دور دور تک پھیل گئی۔ انہوں نے پادری فورین اور پادری عادالدین سے تحریری اور زبانی مباحثے کئے اور انہیں ہر موقع پر لاجواب کیا۔ کنہیالال نے اُن کے تعارف میں لکھا ہے:

”یہ ایک شخص عالم متبحر لاہور کے علماء میں سے تھا.....“

..... مناظرے کے علم میں اُس کو یہ استعداد تھی کہ بڑے بڑے

پادری عیسائی اُس کے روبرو بول نہیں سکتے تھے۔“

تمام تذکرہ نگاروں نے حافظ ولی اللہ کے بے نظیر حافظہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ مناظروں اور نجی گفتگو میں کتابوں کے حوالے صفحہ اور سطر کی قید کے ساتھ بنا دیتے تھے۔

حافظ صاحب فقہ و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے۔ لاہور کے عوام ہی نہیں عدالت بھی مذہبی معاملات میں ان سے فتویٰ لیتی تھی۔ جمعہ کے روز شاہی مسجد لاہور میں وعظ کہتے تھے۔ عوام میں ایک عمدہ واعظ کی حیثیت سے ان کا نام لیا جاتا تھا۔ حافظ ولی اللہ کی خدمات دینیہ کے پیش نظر حلقہ علماء میں ان کی قدر و منزلت تھی۔ مولانا رحمت اللہ کراچی (م ۱۳۰۸ھ) ان کی تبلیغی اور مناظرانہ مساعی کے معترف تھے انہوں نے حافظ صاحب کو اپنی معرکہ آرا عربی کتاب "اظہار الحق" تحفۃ بی بی تھی۔ حافظ ولی اللہ مصروف زندگی گزارتے ہوئے ۲۴ جمادی الاول ۱۲۹۶ھ / ۲۲ جولائی ۱۸۷۹ء کو مرض اسہال سے فوت ہوئے۔ احاطہ شاہ ابوالعالی میں دفن کئے گئے۔ قلعہ تاربخ وفات پر ہے۔

آسی حافظ شیریں زباں و آن واعظ خوش ترجاں  
شدر روزادینہ رواں زیں دار پر شیخ و وعا  
بود از جمادی اولیں تاریخ بست و چار  
پنہاں شد زیز زیں آں صاحب فہم و ذکا  
بنویس "جاں دادہ بحق ولی حافظ ولی اللہ"

حافظ ولی اللہ مرحوم کی اولاد میں دو صاحبزادے عبدالعزیز اور اسحاق تھے۔ اول الذکر ۱۹ سال کی عمر میں فوت ہوا اور آخر الذکر کمسنی میں فوت ہو گیا تھا۔ حافظ ولی اللہ کی قلمی یادگاروں میں حسب ذیل ملتی ہیں:

۱۔ صیانتہ الانسان عن وسوسۃ الشیطان

پادری عماد الدین نے "تحقیق الایمان" کے نام سے ایک نہایت دلآزار کتاب لکھی تھی "صیانتہ الانسان" اسی کا جواب ہے۔ گار سماں دتاسی نے اپنے مقالات میں اس کا نام "صیانتہ الاسلام" لکھا ہے جو درست نہیں۔

صیانتہ الانسان ۱۸۴۲ء/۱۲۸۹ھ میں مطبع مصطفائی لاہور سے طبع ہوئی تھی۔ تاریخ  
طباعت "واقع شیطان صیانتہ الانسان" سے برآمد ہوتی ہے۔

۲۔ مباحثہ دینی

۱۲۸۲ھ/۶۸-۶۷ میں پادری عماد الدین سے مباحثہ کیا۔ اسی کی روداد ہے۔

۳۔ ابحاث ضروری

عیسائی رسالہ "ٹسکوک کفارہ" مطبوعہ: منجانب پادری صاحبان مطبع مشن لدھیانہ  
۱۸۴۲ء) کا جواب ہے۔ اس میں قریب قریب عیسائیت کے تمام ضروری مباحث  
آگے ہیں۔ مطبع مصطفائی لاہور سے ۱۲۹۵ھ/۱۸۴۸ء میں شائع ہوا۔

۴۔ رجم الشیاطین

اول الذکر تین کتابوں پر حافظ ولی اللہ کے شاگرد مولانا فقیر محمد جہلمی کے گراں قدر  
حواشی ہیں۔





## ولی محمد بٹالوی

مولانا ولی محمد بٹالہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی اور فوج میں ہیڈ کلرک بھرتی ہو گئے۔ نہایت ذہین اور فرض شناس کارکن تھے۔ تمام افسران کا احترام کرتے تھے۔

مولانا اشرف علی تھا تو می سے تعلق بیعت رکھتے تھے۔ ان کے زیر تربیت رہے تو فوج کی ملازمت سے جی اچاٹ ہو گیا۔ ایک روز گھر کا تمام سامان نیلام کر دیا اور استفادے کے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو گئے۔ ان کے رفقاء حیران تھے کہ انہیں کیا ہوا لگتا کہ دل شاد اور روح فرماں تھی۔

ناظم مدرسہ مظاہر العلوم نے ان کے خورد و نوش کا انتظام محلہ میں ایک گھر میں کر دیا۔ جب مولانا تھا تو ان کے انقلابِ حال کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مدرسہ مظاہر العلوم میں لکھ بھسکا کہ "مولوی ولی محمد" ہمارا آدمی ہے اس کا خاص خیال رکھا جائے چنانچہ ان کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا اور جب مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ کو حقیقتِ حال معلوم ہوئی کہ انہوں نے ایک معقول ملازمت ترک کر کے علوم دین کی تحصیل شروع کی ہے تو وہ از حد متاثر ہوئے۔ نواب ڈھاکہ (جو مولانا تھا تو می کے ارادت مندوں میں سے تھے) نے ان کا معقول وظیفہ جاری کیا اور انہوں نے فارغ البالی سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔

فارغ التحصیل ہوئے تو مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس ہو گئے۔ ۱۹۳۷ء میں رنگون کے ایک دینی مدرسے سے سلسلہ تدریس منسلک ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد

راولپنڈی آگٹے اور مدرسہ "آثار الہی" قائم کیا۔ ۲۱ اپریل ۱۹۵۹ء / ۱۲ شوال ۱۳۷۸ھ کو  
 راولپنڈی میں وفات پائی ہے



۱۵ بزم اشرف کے چراغ ص ۳۸-۳۹

# سید ہاشم شاہ ہمدانی

سید ہاشم بن سید محمد زاہد ہمدانی ۱۱۶۹ھ / ۵۶-۵۵ء میں کوٹ مراد خان (قصور) میں پیدا ہوئے۔ قانع التحصیل صاحب فتویٰ عالم تھے۔

۱۱۹۸ھ / ۸۲-۸۳ء میں بعہد نواب بہاول خان عباسی ثانی (والٹی بہاولپور) نقل مکانی کر کے خیرپور ٹامیوالی (ضلع بہاول پور) چلے گئے۔ خیرپور اور اس کے گرد و نواح میں اصلاح و تبلیغ کے لئے کوشاں رہے اور بستی چھوہن میں قیام رہا۔

سید امام اللہ شاہ قادری نوشاہی سے بیعت تھے اور ان کی طرف سے خلیفہ نامزد ہوئے تھے۔ سید محمد گیلانی سے بھی تعلق ارادت تھا۔ اپنے ہم عصر جمید عالم خواجہ خدابخش خیرپوری سے دوستانہ مراسم تھے۔ خواجہ صاحب ان کے ہاں آتے اور فقہ و تصوف پر گفتگو کرتے تھے۔

۷۲ سال کی عمر میں ۲۷ محرم ۱۲۲۱ھ / ۱۸ ستمبر ۱۸۲۵ء کو وفات پائی اور خیرپور ٹامیوالی میں ابدی پلندہ سو رہے ہیں۔ ان کی اولاد میں صرف ایک فرزند سید محمد (م ۱۲۵۵ھ) تھے۔ سلسلہ طریقت میں ان کے جانشین حکیم بخت جمال خیرپوری اور سلطان محمود گوریہ (مدفون قاضلکا) تھے۔

سید ہاشم شاہ کی قلمی یادگاروں میں سے مجموعہ فتاویٰ موجود ہے جو زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوا۔



## ہدایت اللہ و شہرہ وی

مولانا ہدایت اللہ بن بستے خان، نوشہرہ کے زبیاں ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ موصوف کے زئی برادری کے چشم و چراغ تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پڑھے لکھے افراد سے حاصل کی۔ بعد میں لاہور جا کر درسِ نظامی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے وہی گئے اور مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے سندِ حدیث حاصل کی۔ وہی کے زمانہ قیام میں فنِ طب میں مہارت حاصل کی۔ آخر میں گنگوہ تشریف لے گئے اور فقہ و اصول فقہ کا درس لیا۔

مولانا ہدایت اللہ مرویہ دینی نصاب کی تکمیل کے بعد وطن آئے مگر چند روزہ قیام کے بعد جہلم آگئے۔ وہاں سے راولپنڈی منتقل ہوئے اور مدتِ العمر یہیں رہے۔ مولانا موصوف جامع اہل حدیث راولپنڈی کے امام و خطیب تھے۔ انہوں نے یہاں ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ جس میں قرآن و سنت کی تعلیم کے ساتھ باضابطہ فنِ طب سکھایا جاتا تھا تاکہ دین کی خدمت کرنے والے اپنی معاش کے سلسلے میں عوام کے دست نگر نہ ہوں بلکہ فنِ طب سے آذوقہ حیات حاصل کریں۔ مولانا ہدایت اللہ طب کی معروف کتاب "نفیسی" پڑھانے میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ دُور دُور سے طلبہ "نفیسی" پڑھنے ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

مولانا ہدایت اللہ نے عیسائیوں، آریہ سماجیوں اور قادیانیوں کے خلاف وعظ کہنے کی مناظرے کئے اور مخالفِ اسلام طاقتوں کے خلاف دامنِ درمے قدمے اور سخیے کام کرتے رہے۔ تحریکِ مجاہدین سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ اسی نسبت سے زندگی بھر حقیقہ پولیس کے ہاتھوں تنگ رہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مرزا نے قادیانی سے مباحثہ کے لئے اپنے جن ساتھیوں کو لے کر لاہور گئے تھے۔ ان میں مولانا ہدایت اللہ

شامل تھے۔ پیر صاحب نے اپنے اشتہار میں جو تھے نمبر پر اُن کا نام بھی درج کیا تھا۔  
مولانا ہدایت اللہ پنجابی نظم و نثر پر عبور رکھتے تھے۔ اُن کی حسب ذیل علمی یادگاریں  
موجود ہیں:

۱۔ ترجمہ القرآن (پنجابی مطبوعہ)

۲۔ تفسیر القرآن۔ سورہ البقرہ (پنجابی غیر مطبوعہ)

۳۔ مجموعہ کلام (پنجابی)۔ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس کے نصف اوراق ویمک  
چاٹ گئی ہے۔

مولانا ہدایت اللہ (۱۹۱۱ء/۱۳۲۹ھ) میں کسی کام کی غرض سے سیالکوٹ گئے۔ وہاں  
پہنچے ہی تھے کہ بیمار ہو گئے اور یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ سیالکوٹ میں ابدی میند  
سورہے ہیں۔ مرحوم کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے تھے۔ صاحبزادی لاولد  
فوت ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے حکیم عبدالرحمن راولپنڈی کے معروف طبیب اور سماجی کارکن  
تھے۔ ایک عرصہ مجلس احرار اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ حکیم عبدالرحمان صاحب ۲۷ اگست  
۱۹۵۷ء/۳۰ محرم ۱۳۷۷ھ کو راولپنڈی میں فوت ہوئے۔ حکیم صاحب کے صاحبزادے  
جناب عزیز ملک ملک کے معروف ادیب اور منجھے ہوئے قلم کار ہیں۔



## ہدایت اللہ سوہدروی

مولانا ابوالمحمود ہدایت اللہ سوہدروی بن مولوی حاکم الدین بن ملک امام الدین بن ملک شادی خان بن ملک ہزاری خان ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء / ۱۱/۱۱/۱۳۱۰ھ کو ضلع گوجرانولہ کے معروف قصبہ سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ لکے زنی برادری کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا ابوالمحمود نے سولہ سال کی عمر تک مختلف مکاتب و مدارس میں مروجہ تعلیم حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا غلام نبی سوہدروی اور مولانا عبدالحمید سوہدروی کے نام ملتے ہیں۔ کچھ عرصہ مدرسہ عزنویہ امرتسر میں زیر تعلیم رہے۔

مولانا ابوالمحمود نے آبائی پیشہ تجارت کو ذریعہ روزگار بتایا اور وطن مالوف سے باہر ضلع سراد آباد میں مقیم رہے۔ چند سال حیدرآباد (دکن)، بلیتول، بمبویال اور میسور کے علاقوں میں ٹھیکیداری بھی۔ ۲۷ نومبر ۱۹۱۷ء / ۱۲/۱۲/۱۳۳۶ھ کو واپس وزیرآباد آئے اور ایک تجارتی فرم سے منسلک ہو گئے۔ مسلسل گیارہ سال اس فرم سے تعلق ملازمت قائم رکھا۔ اس کے بعد اپنے ایک ہم خیال دوست حاجی امام الدین کے تعاون اور اشتراک سے چمڑے کی آرٹھت شروع کی۔

مولانا موصوف نے وزیرآباد کے زمانہ قیام میں دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۱۸ء / ۳۷-۳۶/۱۳۳۶ھ میں "انجمن اہل حدیث" قائم کی جس کے روح و رواں وہ خود ہی تھے۔ ان کی کوشش سے انجمن کے چند کامیاب سالانہ اجلاس ہوئے۔ انجمن کے زیر اہتمام ایک دینی درسگاہ بھی قائم تھی۔

مولانا موصوف کریم النفس اور شریف الطبع انسان تھے۔ ادب و شعر سے خاصا لگاؤ رکھتے تھے۔ اپنی تحریروں میں اشعار کا برعمل استعمال کرتے تھے۔ ۱۴ مئی ۱۹۶۷ء /

۲۲ صفر ۱۳۸۷ھ کو سوہدرہ میں قوت میں قوت ہوئے اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں  
دفنائے گئے۔

مولانا ابوالحمود ہدایت اللہ سے حسب ذیل مطبوعات یادگار ہیں:

- ۱۔ فلسفہ اور معجزہ
- ۲۔ شبیر نامہ
- ۳۔ تاریخ گلے زنی
- ۴۔ اسلام اور مسیحیت

۵۔ اسلامی اخلاق (دو حصے)

ان پر مستزاد ان کے بیسیوں مقالات ہیں جو ہفت روزہ "اہل حدیث" (امرتسرہ)  
میں طبع ہوئے تھے۔

مولانا سوہدرہ کی مرحوم کی اولاد میں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔



## یار محمد بندیا لوی

مولانا یار محمد بن میاں سلطان محمد بن میاں شاہنواز ۳۰/۱۳۰ھ/۸۷-۱۸۸۶ء میں ضلع سرگودھا کے معروف گاؤں بندیاں میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں تحصیل علم کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ موضع پیکھا ضلع میانوالی میں قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی تحصیل مولانا محمد امیر دامانی اور مولانا شہداء اللہ (ساکن پنجائن ضلع جہلم) سے کی۔ آخر الذکر الفیہ ابن مالک پڑھانے میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

اعلیٰ التعلیم مدرسہ نعمانیہ لاہور اور مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری دہلی میں پائی۔ دہلی کے زمانہ قیام میں مدرسہ حکیم اجمل خان میں فن طب کی کتابیں پڑھیں۔ ایک روایت کے مطابق مولانا یار محمد بندیا لوی نے مولانا ہدایت اللہ جو نیوری شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی سے بھی استفادہ کیا تھا۔

قاریع التخصیص ہوئے تو اللہ آباد، رامپور، بھوپال اور ٹونک کے مدارس میں دینیہ سے وابستہ رہے۔ آخر میں اپنے وطن مالوہ آئے اور بہا معہ امدادیہ منٹھریہ کی بنیاد رکھی۔ ان کی صدارت تدریس اور اہتمام میں جامعہ نے کافی ترقی کی اور سینکڑوں طالبان شوق نے ان کے فضل و علم سے استفادہ کیا۔

۲۲ محرم ۱۳۶۶ھ/۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو وفات پائی۔ بندیاں، میان، ابدین، سوریہ ہیں۔ ان کے مہاجر اوسے مولانا محمد عبدالحق اور مولانا محمد فضل حق اپنی آبائی دینی و علمی روایات قائم رکھے ہوئے ہیں۔



مکملہ

(مذکرہ علمائے پنجاب)

## مکملہ

ذیل نظر بند کر کے ترتیب و تسوید کے دوران میں بعض حضرات کے سوانحی بیانات  
ضروری تفصیلات کے ساتھ دستیاب نہیں ہو سکے تاہم ان کے بارے میں  
مختلف حوالوں سے جو کچھ حاصل ہوا۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

### احمد شاہ چوروی

چورہ شریف ضلع اٹک کے معروف نقشبندی خالوادے کے چشم و چراغ تھے۔  
مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری کے شاگردوں میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم  
رہے۔ گروہی تعصب سے بالاتر تھے۔ ان کی اولاد میں خادم حسین اور ارشاد حسین کے  
نام ملتے ہیں۔

اللہ بخش چشتی

حافظ اللہ بخش چشتی ملتان کے رہنے والے تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس میں  
مشغول رہے۔ خدا بخش خیرپوری کے خلیفہ و مجاز تھے۔ یکم شوال ۱۳۳۲ھ / یکم اگست  
۱۹۱۶ء کو فوت ہوئے اور قبرستان مانی پاک دامن ملتان کے نزدیک دفنائے  
گئے۔

سید برکت علی

علم ریاضی اور فقہ میں یگانہ روزگار شیعہ عالم تھے۔ سلطان العلماء سید محمد اور

اُن کے بھتیجے ممتاز العلماء سید ابوالحسن کے شاگردوں میں سے تھے۔ لاہور میں قیام پذیر رہے۔ "تاریخ سلطان العلماء" کے مؤلف نے اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ: "پنجاب میں جو کچھ تبلیغ دین ہوئی۔ اس کا سہرا آپ کے سر ہے۔"

## قاضی حبیب الرحمن

مولانا ابوالفضل قاضی حبیب الرحمن بن قاضی عبدالرحمان، منصور پور (ریاست پیلیالہ) کے رہنے والے تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری مؤلف "رحمۃ اللعالمین" اُن کے چچا اور خسر تھے۔ ۱۵ جولائی ۱۹۵۷ء / ۷ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ کو بعد از نماز عصر وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ڈیرہ غازی خان میں قوت ہوئے۔

قاضی صاحب جید عالم تھے۔ اوراد و اشغال سے دلچسپی رکھتے تھے۔ عیسائیت کے بارے میں اُن کی معلومات خاصی وسیع تھیں۔ اُن سے ایک مختصر کتاب "سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ایلیاہ کے مصداق حقیقی کا تعین و وضاحت" اور "عشرہ مبشرہ" یادگار ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی سیرت نبوی سے متعلق متفرق تحریروں کو "خیر البشر" کے نام سے یکجا کیا تھا۔

## خان محمد قریشی

موضع قلعہ دار ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ نسباً قریشی اور مشرباً قادری تھے۔ شعبان ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۸ء میں فوت ہوئے۔ سید احمد ناظم نے حسب ذیل تاریخ کہی ہے



تحت نشین گشت بملکِ سرمد  
 شاہ دیں مولانا خان محمد  
 ذریلِ خمیس در غرہ شعبان  
 ہفتاد و چہار، ایک ہزار و دو صد

## تحدائے بخش منظر گڑھی

طویل مدت تک مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس رہے۔ فقہ، حدیث اور تفسیر کا  
 درس دیتے تھے۔ ٹھوس قابلیت کے حامل تھے اور نون درسیہ میں  
 مہارت تامہ رکھتے تھے۔

دہلی میں انجمن سیف الاسلام اور مدرسہ امینیہ کی انجمن اصلاح العام کے صدر  
 تھے۔ مؤخر الذکر انجمن ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۰ء میں مفتی محمد کفایت اللہ نے قائم کی تھی۔ تقسیم  
 ہند کے بعد واپس وطن آگئے اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔

## تحلیل الرحمان ملتان

مولانا تحلیل الرحمان بن تحدائے بخش نے مولوی قمر الدین اور مولوی نور محمد مراد آبادی سے  
 صرف و نحو کی تحصیل کی۔ منطق و حکمت کی کتابیں سید امیر احمد سہسوانی اور مولانا عبدالکریم  
 رامپوری سے پڑھیں۔ فقہ و حدیث کی تحصیل رامپور میں مولانا اکبر علی سے کی۔ تحصیل  
 علم کے بعد وطن واپس آئے اور ملتان کے قریب ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی۔  
 زندگی بھر تبلیغ و اشاعتِ دین میں مصروف رہے۔ صاحبِ "تزہت الخواطر" نے

۱۰ تذکرہ اولیائے گجرات ص ۷۶ (مسودہ)

اُن کے مسلک کے بارے میں لکھا ہے :  
 ” ہو ممن یعمل بالحدیث ولا یقلد احداً من الائمہ <sup>علیہ</sup>  
 مولانا تھیل الرحمن کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

## سلطان محمود خان بیلوی

مولانا سلطان محمود، خواجہ محمد عاقل (کوٹ مٹھن) کے زیر تربیت رہے اور اُن کے  
 خلفاء میں سے تھے۔ خواجہ محمد عاقل کے ارشاد پر گڑھی اکتیار خان میں مقیم رہے۔ بعد  
 میں خان بیلہ چلے گئے وہیں ۳ ربیع الاخریٰ ۱۲۳۹ھ / ۷ دسمبر ۱۸۲۳ء کو فوت ہوئے۔  
 اُن کا مزار نواب محمد بہاول خان ثالث نے تعمیر کرایا تھا۔

## صدر الدین گجراتی

مولانا صدر الدین گجراتی اپنے وقت کے معروف عالم دین تھے۔ انہوں نے محمد صالح  
 گجراتی سے اکتساب فیض کیا تھا۔ قلعہ دار ضلع گجرات میں کچھ عرصہ مقیم رہے۔ بعد میں  
 جہلم چلے گئے۔ وہیں ۶۸ ۱۲۶۸ھ / ۵۲ - ۱۸۵۱ء میں فوت ہوئے۔ غلام محی الدین کنجاہی  
 نے تاریخ وفات کہی ع

سال فوت جناب صدر الدین

بادمرجم رحمت رحمان

— ۱۲۶۸ھ —

مولانا صدر الدین کی اولاد میں مولانا بیرہان الدین کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔

## عبد الجبار ابو ہروی

مولانا عبد الجبار دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے انہوں نے پشتیاں میں ایک مدرسہ برائے طالبات قائم کیا تھا جو کامیابی سے چلتا رہا۔ آخری عمر میں ملتان میں ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی تھی کہ اجل کا بلا وا آگیا۔ ستن پڑھاتے ہوئے رُکے اور دل پر ہاتھ رکھ کر انا اللہ وانا الیہ راجعون کہا۔ اسی پر روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء سالِ وفات ہے۔

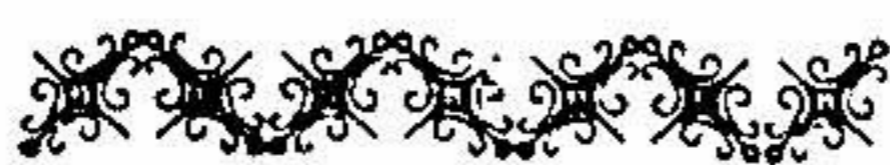
## عبد لکریم گجراتی

موضع آچھ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ مفتی غلام رسول قاسمی امرتسری کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ مسجد سکندر خان امرتسری میں امام و خطیب رہے۔ ۵ ستمبر ۱۹۴۳ء / ۵ رمضان ۱۳۶۲ھ کو وطنِ مالوف میں فوت ہوئے۔

## حافظ عبد اللہ احمد پوری

احمد پور شرقیہ کے رہنے والے تھے۔ خواجہ محمد عاقل کے مرید و حلیف تھے۔ راہِ طریقت میں ایک عرصہ سیر و سیاحت کی اور اہل دنیا سے الگ رہے۔ شاہ کلیم اللہ دہلوی کی مشہور کتاب "تسلیم" کی شرح "تسلیم" کے نام سے لکھی اور ایسا خوب جی پر حاشیہ ان سے یادگار ہے۔

احمد پور شرقیہ میں ان کا مزار ہے۔ ۲۸ ربیع الاخریٰ کو ان کا عرس منایا جاتا ہے۔



## عبداللہ ملتانی

مولانا عبداللہ ملتانی، ضلع ملتان کے ابتدائی فضلائے دیوبند میں سے تھے۔ مولانا انور شاہ کاشمیری اور مولانا اشرف علی تھانوی سے مجاز بیعت تھے۔ ملتان میں ان کی اصلاحی اور درسی خدمات قابل ذکر ہیں۔

## شیخ عبداللہ شورکوٹی

شیخ عبداللہ ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوئے۔ مولانا خواجہ غلام حسن نقشبندی ساکن ڈاگر سوہاک کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اکثر دینی کتابیں پنجاب میں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند گئے۔ اور سند فضیلت حاصل کی۔ موضع شورکوٹ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں مقیم تھے اور درس و تدریس میں وقت گزارتے تھے۔

## عبداللہ بہاولپوری

جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الفقہ تھے۔ بڑے صاحب علم بزرگ تھے۔ مدرسہ امینیہ دہلی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں انہوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔

## غلام حسین نقشبندی

مولانا غلام حسین بن فقیر محمد بن خواجہ غلام حسن نقشبندی نے قرآن مجید اور فارسی درسیات کی تحصیل مولانا غلام محی الدین چنابی سے کی۔ درس نظامی کی تحصیل مولانا عبدالکریم جاپوری سے کی۔ آنتوں کی بیماری میں ۱۲/۵/۱۳۵۷ھ ۲ جنوری ۱۹۳۹ء کو کوہر ڈ

میں فوت ہوئے۔ اُن کا مزار اُن کے والد ماجد فقیر محمد کے مزار کے غریب جانب چاہ تھل کھروڑ میں ہے۔

## علامہ حسین قریشی بھیروی

مولانا غلام حسین قریشی بھیرہ ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ ۳ صفر ۱۳۳۹ھ / ۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو فوت ہوئے۔ مولوی دلپنڈیر بھیروی نے مرثیہ لکھا۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:

بعلمِ پارسی مانندِ پارس	جمالِ صحبتش چوں کیمیا بود
چہ گوئم وصفِ آن مہرِ موم بخدا	دریں ایامِ مردِ پارسا بود
بہر مجلس کہ باعزاز رفتی	ابا مشِ مرجبا و مرجبا بود
و لے از مدتے با ترکِ دنیا	بہ علوتِ گاہِ ذاتِ کبریا بود
بہ ذکر و شغلِ در کج سعادت	ہمہ تن شاعِلِ حمد و ثنا بود
نہ دیدم مثلِ آلِ اہلِ تو کُل	عجب متوکل و صاحبِ رضا بود

پنڈیر ایں مصرعہ سالش نوشتہ

صفا مودے بردانِ خدا بود

— ۱۳۳۹ھ —

## علامہ رسول فقیر لاہوری

شیخ غلام رسول لاہوری، ٹانڈہ والہ کی صفتِ نسبتی سے معروف تھے۔ غالباً پیر سے ترک سکونت کر کے لاہور آئے تھے۔ علمِ فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ اسی لئے "فقیر" کے لقب سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ فقیر طبع اور صوفی منش تھے۔ سلسلہ:

نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ ۱۲۲۰ھ/۰۶-۰۵-۱۸۰۵ء میں فوت ہوئے۔ اعلیٰ درجے کے خطیب بھی تھے۔ شعرو سخن سے دلچسپی رکھتے تھے۔ "آہ دریغ" سے سالِ وفات پر آمد ہوتا ہے۔

## غلام رسول گجراتی

مولانا غلام رسول بن میاں کرم دین بمقام راجہ جکی ضلع گجرات میں ۱۸۷۷ء/۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ میاں محمد دین گجراتی اور مولانا امام الدین سے فارسی کتابیں پڑھیں۔ شعرو شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ صاحب مطالعہ شخص تھے۔

ان کی حسب ذیل تالیفات ملتی ہیں:

۱- حیاتِ قدسی

۲- اظہارِ حقیقت

۳- توحید باری تعالیٰ

۴- تنقید الحقائق

## مفتی غلام رسول گجراتی

مفتی غلام رسول شادیلوال ضلع گجرات کے باسی تھے۔ ان سے چند کتابیں یادگار ہیں۔ فارسی زبان کے شاعر تھے۔

## غلام محمد اعوان

بلال زبیری مرحوم مؤلف "تذکرہ اولیائے جہنگ" کے دادا تھے۔ ہفت روزہ "المیتر" (جہنگ) کے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۶ء تک مدیر ہے۔ کم گو عالم تھے۔ قرآن مجید

کی اشاعت و تبلیغ میں لگے رہتے تھے۔ پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ مذہبی موضوعات پر متعدد رسائل اُن کے قلم سے نکلے ہیں۔ ۱۹۳۲ء/۵۱ - ۱۳۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

## پیر فتح شاہ قریشی ملتانی

منظر خانی دور میں ملتان کے شیروں بیان عالم تھے۔ ۲۵ محرم ۱۳۰۵ھ/۱۳ اکتوبر ۱۸۸۷ء کو فوت ہوئے اور مسجد قریشیہ (کوٹلہ تعلقہ ملتان) کے چوتھے پر دفنائے گئے۔

## فتح محمد سلیمانوی

مولانا فتح محمد قصبہ سلیمانہ ضلع جھنگ کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ خواجہ محمد الدین سیالوی کے اتالیق رہے تھے۔ دہلی جامع مسجد جھنگ صدر کے خطیب مولانا غلام حسین اُن کے پوتے ہیں۔ مولانا فتح محمد سلیمانوی کی علمی یادگاروں میں قرآن مجید کا حاشیہ ہے اور پانچ مطبوعہ رسائل ہیں جن میں سے ایک سماع و وجد کے موضوع پر ہے۔

## فضل الہی جھنگوی

میاں محمدی کے خاندان سے کے ایک فرد تھے۔ اچھے طبیب اور کامیاب شاعر تھے۔ ۱۹۲۳ء/۶۱ - ۱۳۶۲ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے گلستانِ سعدی اور کنز الدقائق کے پنجابی زبان میں ترجمے کئے ہیں۔

## فقیر اللہ رائے پوری

مولانا فقیر اللہ رائے پوری نے ابتدائی اور متوسط کتب درسیہ اپنے وطن رائے پور میں پڑھیں۔ بعد میں مدرسہ نعمانیہ لاہور میں زیر تعلیم رہے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند میں تین چار سال زیر تعلیم رہے۔ حضرت شیخ الحدیث محمود حسن سے بیعت تھے اور ان کے حلقائے مجاز میں تھے۔

تقریباً پچاس سال دین کی تعلیم اور افتاء کی خدمت انجام دے کر ۲۱ رمضان ۱۳۸۲ھ / ۱۱ فروری ۱۹۶۳ء کو فوت ہوئے۔ قطعہ تاریخ یہ ہے ع

فقیر و عالم حق مفتی فقیر اللہ  
جو ہر خلاف شریعت یہ کرتے تھے تو تاریخ  
خدا کے خاص مقرب تھے حضرت والد  
کہ خاص خاص سے نکلی وفات کی تاریخ

۱۳۸۲ھ

## قطب الدین جھنگوی

مولانا قطب الدین۔ چک نمبر ۲۳۲ جوتیاں والا ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم دین، خطیب، مبلغ اور مناظر تھے۔ سبندیاقتہ طیب تھے اور تین سال مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان مرحوم کے ساتھ رہے تھے۔ عمر بھر طبابت اور تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ پیر جماعت علی شاہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے ہمراہ چند بار حج کافرینہ ادا کیا۔

☆☆☆☆☆



## قطب الدین غورخستوی

مولانا قطب الدین بن مولانا شہاب الدین بن بہار الدین غورخستوی ضلع الگ کے باشندے تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ ریاست منڈلہ میں مدرس رہے تھے۔

## قاضی قمر الدین چکڑالوی

قاضی قمر الدین، چکڑالہ ضلع میانوالی کے ایک علم دوست خاندان میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد حسن ناموہوی کے شاگرد تھے۔ خواجہ محمد عثمان دامانی کے مرید تھے۔ حضرت دامانی کی رحلت کے بعد خواجہ سراج الدین کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی تھی۔

## کرم الہی بھیروی

مولانا کرم الہی بھیروی فقہ میں گہری نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک مجموعہ فتاویٰ ترتیب دیا تھا۔ گاہے گاہے قاری اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ ۱۹ صفر ۱۳۱۱ھ / ۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہوئے۔ شیخ محمد حسین احمد آبادی نے حسب ذیل قطعہ تاریخ وقات کہا:

جناب مولوی کرم الہی	کہ عالم بود حیراں از کمالش
بعلم فقہ اوثانی نمی داشت	نہار و ورع کم دیدم مثالش
محقق عالم بچید زمانہ	مبارک بود دیدار و مجالش
ازیں عالم شدہ پرورد افسوس	دریغا حسرتنا از ارتحالش
غریق بحر لطف حق شد زان	غریق آند بہ سال انتقالش

پنجابی شاعر مولوی دلپزیر بھیروی (مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار) مرحوم کے

فرزند تھے۔

## کریم بخش مظفر گڑھی

مولانا کریم بخش مظفر گڑھ سے تعلق رکھتے تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی زبان و ادب کے استاد تھے ان کی کتابوں میں کتاب الحج والزیارت اور ضرورت حدیث ملتی ہیں۔

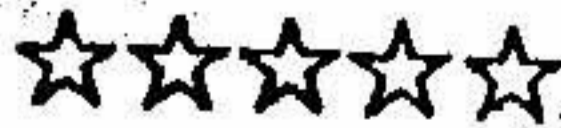
## کریم بخش لاہوری

انجمن حمایت اسلام لاہور کے مدرسہ حمیدیہ میں مدرس تھے۔ ۲ ربیع الاولیٰ ۱۳۲۵ھ / ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء کو لاہور میں الشکر کو پیار ہوئے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے استاد مولانا فضل میراں ان کے فرزند تھے۔

## شیخ کلیم اللہ بھکری

شیخ کلیم اللہ موضع چونی تحصیل بھکر ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آبائی مذہب (ہندومت) ترک کر کے خواجہ غلام حسن نقشبندی کے ہاتھ پر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مختلف علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کر کے سند فضیلت حاصل کی۔

اکثر خواجہ غلام حسن نقشبندی کے ساتھ رہتے تھے اور وعظ و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔



## سید محمد امین اندرابی

سید محمد امین اندرابی لاہور کے قدیمی باشندے تھے۔ اُردو، فارسی اور عربی کے قائل تھے۔ تصوف سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ ۱۳۸۱ھ/۶۲-۶۱۹۶۱ میں لاہور میں فوت ہوئے۔ اُن کی تصنیفات یہ ہیں:

- ۱۔ امیں المشائقین
- ۲۔ القول المقبول
- ۳۔ جذب الاصفیاء فی حقوق المصطفیٰ

## محمد بخش بلبیل

مولانا محمد بخش بلبیل بن مولانا حسن بخش صدیقی مسجد ملا مجید (لاہور) میں خطیب تھے۔ اُن کے برادر مولانا غلام دستگیر نے علمی دنیا میں کافی شہرت حاصل کی ہے۔ کنہیالال دم ۱۳۰۶ھ) نے مولانا بلبیل کو ابتدائی برطانوی عہد کے مشاہیر علمائے کرام میں شمار کیا ہے۔ مولانا موصوف شعر کہتے تھے اور بلبیل تخلص کرتے تھے۔ اُن سے نعتوں کا مجموعہ یادگار ہے۔

## قاضی محمد حسن

مولانا قاضی محمد حسن ڈیرو غازی خان کے شیعہ عالم تھے۔ درس و تدریس سے شغف رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک عمدہ کتب خانہ فراہم کیا تھا۔ ستر سال سے زائد عمر پا کر ۱۳۴۲ھ/۲۶-۱۹۲۵ میں فوت ہوئے۔ ان کے معروف تلامذہ میں مولانا محمد حسین ڈھکوا اور مولانا منزل حسین شامل ہیں۔

## ابو علی محمد حسین

مولانا ابو علی محمد حسین گدائی ضلع ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھتے تھے۔ پید عالم تھے۔ انہوں نے شوال ۱۳۲۵ھ / ۱۹۲۷ء میں وفات پائی۔

## محمد حسین

مولانا محمد حسین تلہ گنگ ضلع انک سے تعلق رکھتے تھے۔ جامع مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ساٹھ سال تک دینی و تبلیغی کام کرتے ہوئے ۸ جولائی ۱۹۲۰ء / ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۹ھ کو سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کا وجود علاقہ بھر کے لئے غنیمت تھا۔ آخری زمانہ حیات میں تلہ گنگ کی عید گاہ تعمیر کرائی۔ مولانا محمد حسین کے پسماندگان میں مولانا غلام جیلانی تھے۔

## محمد صالح کنجاہی

مولانا محمد صالح، کنجاہ ضلع گجرات کے مشہور عالم عارف باللہ اور خطیب تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا غلام محی الدین قصوری سے بیعت تھے۔ ان کے صاحبزادے مولانا غلام محی الدین کنجاہی "مجمع التواریح" کے مؤلف ہیں۔ مولانا غلام محی الدین، خواجہ عبدالرسول قصوری سے بیعت تھے۔ وہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۷ء میں فوت ہوئے۔ شیخ عبداللہ (ساکن پیک عمر) نے ان کی تاریخ وفات کہی ہے

آہ جاں غلام محی الدین!

— ۱۲۸۲ھ —

## محمد عالم قلعداری

مولانا محمد عالم بن فضل احمد قریشی قلعدار ضلع گجرات کے اہل علم میں سے تھے۔  
 مولانا عبدالکریم قلعداری اُن کے بھائی تھے۔ مولانا محمد عالم زاہد مترجم عالم تھے۔ درس و  
 تدریس کا مشغلہ تھا۔ ۱۹۵۵ء/۶۵-۱۳۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ عربی فارسی اور پنجابی  
 میں شعر کہتے تھے۔ اُن کی تالیفات میں سے ایک منظوم تفسیر سورہ اخلاص (پنجابی)  
 ہے۔

## محمد عبداللہ

مولانا مفتی محمد عبداللہ چک رمانہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ کے باشندے  
 تھے۔ بیس سال تک خانقاہ سیال شریف میں بطور مفتی خدمات انجام دیں۔ دو  
 سال جامعہ رضویہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث رہے۔ ۱۹۷۳ء/۱۳۹۳ھ میں  
 فوت ہوئے۔

## محمد گل شیر

مولانا محمد گل شیر موضع جٹ ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ ضلع اٹک اور  
 ضلع میانوالی میں اُن کا وعظ بہت مقبول تھا۔ آغاز میں مجلس احرار اسلام کے شدید  
 ناقدین میں سے تھے۔ جب اُن کے علاقے میں کوئی احراری مقرر تقریر کرتا تو  
 دوسرے روز اُس کا اثر زائل کرنے کے لئے پہنچ جاتے اور خود تقریر کرتے  
 ۱۹۳۸ء/۱۳۵۷ھ میں فریضہ حج ادا کر کے واپس وطن آئے تو مجلس احرار اسلام  
 میں شامل ہو گئے۔ ایک سال بعد مجلس نے فوجی بھرتی کی مخالفت میں تحریک

چلائی تو وہ دو سال کے لئے قید ہو گئے۔ انہوں نے قید کا زمانہ جوان مردی سے گزارا۔

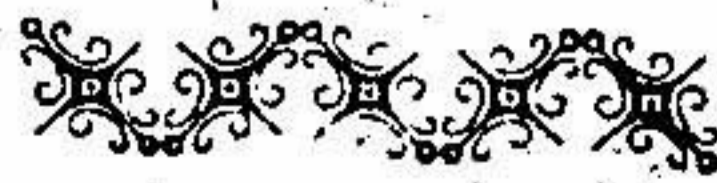
انہوں نے اپنے علاقے میں مجلس احرار اسلام کی شاخیں قائم کیں اور مجلس کو علاقے کی مقبول جماعت بنا دیا۔ جولائی ۱۹۴۴ء/۱۳۶۳ھ میں قتل کر دیئے گئے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ ملک نصرت حیات نے قاتلوں کی گرفتاری کا وعدہ کیا۔ بعض افراد پکڑے بھی گئے مگر ان کے اصل قاتلوں کا سراغ نہ مل سکا۔

## محمد گوہر علی صوفی

ابو عبید اللہ محمد گوہر علی صوفی اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ موضع لودی نزد گوجران میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد قاضی فضل الدین علوم دینی میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ قاضی فضل الدین سے پنجابی زبان میں دو سی حرفیاں المسمیٰ بہ سلک الجواہر (تالیف: ۱۳۹۴ھ) یادگار ہیں۔

محمد گوہر علی منشی فاضل تھے اور پایا فقیر محمد چوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ مدرسہ اسلامیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے تھے۔ ان سے حسب ذیل تحریریں یادگار ہیں۔

- ۱۔ الجوہر العلی فی القصائد والقنادلی فی اللسان العربی الجلی (عربی)
  - ۲۔ البراہین العشرہ فی اثبات النص علی حقیقت الخلافتہ الراشدہ المباشرة
- محمد گوہر علی صوفی شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ خود بھی شعر کہتے تھے اور صوفی تخلص کرتے تھے۔



## محمد وارث کمال

محمد وارث کمال نجیب آباد میں پیدا ہوئے۔ سہ روزہ "مدینہ" بکنور کے مدیر رہے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے۔ روزنامہ "زمیندار" اور "ہفت روزہ" "چٹان" سے وابستہ رہے۔ ایک رسالہ "فروع اسلام" بھی جاری کیا تھا جو تھوڑا عرصہ چل کر بند ہو گیا۔

مولانا تاجور نجیب آبادی سے شاعری میں اصلاح لیتے تھے اور کمال متخلص کرتے تھے۔ عربی سے اردو میں کامیاب مترجم تھے۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۰ء / ۸ / ۱۳ھ کو لاہور میں فوت ہوئے۔ ان کی چند تالیفات و تراجم یہ ہیں:

۱۔ خدمتِ سچہ (تالیف: عبدالحمید زہراوی کا ترجمہ)

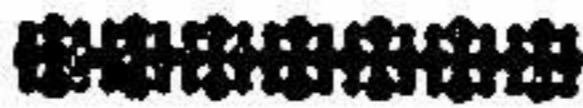
۲۔ حیاتِ محمد (تالیف: محمد حسین ہیکل کا ترجمہ)

۳۔ داتا گنج بخش

۴۔ تذکرہ اولیائے لاہور

## نظام الدین چشتی

مولانا نظام الدین چشتی بھنگ کے باشندے تھے اور سومرہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خواجہ محمد خدایا رچانپوری کے مرید اور مولانا خدایا بخش خیرپوری کے شاگرد تھے۔ مولانا چشتی واعظ و مبلغ تھے اور گاؤں گاؤں جا کر وعظ کہتے تھے ۲۸ شعبان ۱۳۰۹ھ / ۲۹ / ۱۸ھ کو فوت ہوئے اور بستی چمڑنگ ملتان میں ابدی ٹینڈ سو رہے ہیں۔



## محمد نظام بخش ملتان

مولانا محمد نظام بخش ملتان بن خدا بخش بن محمد موسیٰ فقیر و ولایت میں یکتائے روزگار

تھے۔ قرآن و سنت اور فقہ کا درس دیتے تھے۔ ۸ رذی الحجہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء کو

ان کا انتقال ہوا۔ مصرعہ تاریخ یہ ہے

زیر حیلش شدہ ملتان بے نور

بسال وصلش ہالف گفت مغفور

۱۳۲۶ھ

## نورا احمد کھانی والا

مولانا نورا احمد کھانی والا (ضلع جہلم) فاضل اجل تھے۔ ایک سو سال سے زائد عمر پا کر

۱۹ اپریل ۱۸۹۵ء / ۲۳ شوال ۱۳۱۲ھ کو فوت ہوئے۔

## نور الدین چکوڑوی

مولانا نور الدین چکوڑوی ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اپنے دور کے بلند پایہ

عالم اور مدرس تھے۔ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ / ۱۱ مارچ ۱۸۸۵ء کو فوت ہوئے۔

## نور حسین

مولانا نور حسین موضع ساگری ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ کافی عرصہ

۵۷ مجلہ تحقیق جلد ۲، عدد ۳ ص ۵۷

۵۷ ایضاً ص ۵۱



جہلم میں مقیم رہے۔ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء میں فوت ہوئے۔ مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔  
 ”سراج الاخبار“ میں اُن کی وفات کی خبریں انہیں ”سرد فتر مناظرین“ کے الفاظ سے

یاد کیا گیا ہے۔  
**نور عالم چشتی**

نور عالم چشتی تصوفی منش عالم تھے۔ پیر غلام حیدر علی شاہ جلا پوری کے مرید تھے۔  
 انہوں نے مقایح الاعجاز شرح گلشن راز (تالیف: محمد غیاث نور بخش لائیبھی) کا اردو  
 ترجمہ ”بوستان اسرار“ کے نام سے کیا تھا۔

**نور محمد ملتانی**

مولانا نور محمد جامع مسجد نواب علی محمد خان خاکوانی (ملتان) کے متولی اور خطیب  
 تھے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے اور درس و تدریس کا شغل رکھتے تھے۔ سینکڑوں  
 طلبہ نے اُن سے استفادہ کیا۔ عہد مظفر خانی کے بلند پایہ عالم اور سرانگنی شاعر تھے۔ ایک  
 روایت کے مطابق معروف پنجابی نظم ”نور نامہ“ اُن کی کاوشِ طبع کا نتیجہ ہے۔  
 مولانا نور محمد کے دو نمایاں طالب علم سید علی حیدر اور مولوی لطف علی تھے۔ سید علی حیدر  
 کے ”ابیات“ (پنجابی) اور مولوی لطف علی کا قصہ سیف الملوک مشہور ہیں۔

**نیک عالم گجراتی**

مولانا نیک عالم گجراتی موضع چک جانی ضلع گجرات کے باسی تھے۔ اُن کی اولاد

میں عبد الرشید (فاضل دیوبند) اور حافظ عبدالعزیز (فاضل دیوبند) تھے۔ حافظ عبدالعزیز مولوی فاضل بھی تھے۔ دیوبند کالج لاہور کے استاد تھے۔ ان کی ایک تالیف "التسہیل فی حل انوار التنزیل" (سورہ آل عمران) ہے جو طلبہ کی نصابی ضرورت کے لئے لکھی گئی ہے۔

## ولی احمد برہانی

مولانا ولی احمد برہانی موضع برہان ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ انہوں نے شیخ الہند مولانا محمود حسن سے علمی و روحانی استفادہ کیا تھا۔ حضرت شیخ الہند کی رحلت کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی سے تجدید بیعت کی۔ مولانا تھانوی نے انہیں اپنا خلیفہ مجاز نامزد کیا۔ مولانا برہانی کچھ عرصہ حسن پور میں مدرس رہے تھے۔

تقسیم ہند کے بعد زیادہ تر اپنے مولد و مسکن برہان میں مقیم رہے۔ وہیں وفات

پائی۔



## کتابیات

- ابوالحسن علی ندوی۔ سید سوانح حضرت مولانا عبد القادر مکتبہ رشیدیہ لاہور (۱۹۷۷ء)
- رائے پوری۔
- ابوالحمود سوہدروی تاریخ کے زئی فنیسی سٹیم پریس وزیر آباد
- ابوبکر عزیزی سید داؤد عزیزی (سیدی وانی) مکتبہ عزیزیہ لاہور (۱۹۷۴ء)
- احمد الدین بگٹی دیل المشرکین ادارہ نشر و اشاعت نصرت العلوم
- گوچرانوالہ (۱۹۷۱ء)
- احمد حسین احمد قریشی یادِ سلف
- متذکرہ اولیائے گجرات (مسودہ)
- احمد سعید بزم اشرف کے چراغ مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ لاہور (۱۹۷۵ء)
- احمد شاہ بخاری۔ سید تحقیقِ فدک دارالعلوم فاروق اعظم سرگودھا (۱۹۷۲ء)
- احمد علی قصر عارفان اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور
- (س۔ن)
- اختر حسین، سید سیرت امیر ملت دربار شریف علی پور سیدال (۱۳۹۲ھ)
- اسد الرحمان قدسی رباعیاتِ قدسی مکتبہ ناصرہ بھوپال (س۔ن)
- شرعتہ المتین شرح مکتبہ ادب لاہور (۱۹۵۷ء)
- نفحات مطبع مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ (۱۹۳۰ء)
- اشرف عطا غفر علی خان مکتبہ کاروان لاہور (س۔ن)
- کچھ شکستہ داستانیں، کچھ پریشیاں سندھ ساگر اکیڈمی لاہور
- متذکرے۔

اقبال احمد فاروقی تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت مکتبہ نبویہ لاہور (۱۹۷۵ء)

لاہور۔

اکبر علی

امام بخش شیروی

فوائد عثمانی

باتع و بہار (پنجابی) مرتبہ

اقبال صلاح الدین۔

حدیقہ الاسرار فی اخبار الابرار

انوار الحسن شیر کوٹی

انور بیگ اعوان

انیس شاہ جیلانی، سید

بشیر احمد ڈار

بشیر حسین۔ ڈاکٹر

حیات انداد

دھنی ثقافت و ادب

قاضی صاحب

انوار اقبال

فہرست مخطوطات شیرانی

(تین جلدیں)

فہرست مخطوطات شفیق

تذکرہ اولیائے جہنگ

تذکرہ اسلاف

خطبہ صدارت لائل پور

خلافت کانفرنس۔

قوانین قدرت

ید بیضا

فیضانِ قدسی

نقش حیات جلد دوم

بلال زبیری

بہار الحق قاسمی

جماعت علی شاہ، پیر سید

حاکم علی، پروفیسر

حامی عبیدی

حبیب اللہ کشمیری

حسین احمد مدنی، سید

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی (۱۹۶۵ء)

بزم ثقافت چکوال (س۔ن)

حیرت شملوی اکادمی محمد آباد (۱۹۷۰ء)

اقبال اکادمی کراچی (۱۹۶۷ء)

ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان۔ لاہور

(۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۳ء)

پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۹۷۲ء)

جہنگ ادبی اکادمی۔ جہنگ (۱۹۶۸ء)

مؤلف، لاہور (۱۹۶۲ء)

کریچی پریس لاہور (۱۹۲۱ء)

فیض ماہ پریس لاہور (۱۳۳۵ھ)

انجمن خدام الدین لاہور (س۔ن)

گوشہ ادب لاہور (۱۹۵۲ء)

نیشنل بزنسنگ پریس ویونڈ (۱۹۵۲ء)

مکتبہ فریدیہ ساہیوال (س-ن)	الصواریم الہندیہ	حشمت علی خان لکھنوی
سکول بکڈ پورہ گوجرانوالہ (س-ن)	فضل الہی وزیر آبادی	خالد گرجا کھی
دارالمؤلفین۔ اسلام آباد (س-ن)	تاریخ شمشاخ چشت	خلیق احمد نظامی
مکتبہ میری لائبریری۔ لاہور (۱۹۶۷ء)	الکمال	نورشید حسین بخاری
مکتبہ میری لائبریری۔ لاہور (۱۹۷۶ء)	تذکرہ شاہ سکندر کیتلی	
دارالعلوم دیوبند (۱۳۹۱ھ)	رودادِ عمل دارالعلوم دیوبند	دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند

(۱۳۹۰ھ)

انشائے دلپذیر	دلپذیر بھیروی
مکتوباتِ دلپذیر	
شیخ الہی بخش محمد جلال الدین۔ لاہور	
(س-ن)	

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی	تذکرہ علماء ہند (ترجمہ)	رحمان علی
(۱۹۶۱ء)	محمد ایوب قادری	
مکتبہ میری لائبریری۔ لاہور (۱۹۷۵ء)	بیاض مبارک	زوار حسین زیدی
ادبی مرکز میرٹھ (۱۹۶۱ء)	روح مکاتیب حصہ اول	سائغ نظامی
مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان	فارسی گویان پاکستان	سید حسن رضوی، ڈاکٹر
راولپنڈی (۱۹۷۲ء)	(حصہ اول)	

ادارہ فروغِ اردو لاہور (۱۹۷۳ء)	وارواتِ سرمد	سرمد مظاہری
جامعہ اسلامیہ راولپنڈی (۱۹۶۹ء)	تجلیاتِ رحمانی	سعید الرحمان۔ قاری
جید برقی پریس۔ دہلی (س-ن)	سارواہل اور اسلام	سلطان محمود
مکتبہ الشرق۔ کراچی (۱۹۵۵ء)	یادِ رنگال	سلیمان ندوی، سید
مکتبہ نبویہ لاہور (۱۳۹۲ھ)	خلاصۃ الاسرار/تحفۃ القادری	سناد اللہ خراباتی

- کتبہ حضوریہ۔ بنگلہ شریف نو (۶۱۹۶۶)
- انجمن سادات نوشاہیہ ساہن پال (۶۱۹۶۴)
- الکتاب۔ لاہور (۶۱۹۷۸)
- کتبہ نوشاہیہ ساہن پال (۶۱۹۷۶)
- (مسودہ)
- کتبہ چان۔ لاہور (س۔ن)
- ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان لاہور (۶۱۹۷۷)
- اقبال اکادمی پاکستان کراچی (۶۱۹۷۳)
- ماہنامہ شمس اسلام بھیرہ (۶۱۹۳۴)
- مجلس رضا لاہور (۶۱۹۷۶)
- القادر ناشران کتب لاہور (۱۳۹۰ھ)
- کتبہ قادریہ لاہور (۶۱۹۷۶)
- گیلانی الیکٹریک پریس بک ڈپو لاہور (س۔ن)
- فیروز سنز لاہور (س۔ن)
- ادارہ نشر المعارف شجاع آباد (س۔ن)
- قومی کتب خانہ لاہور (۶۱۹۵۲)
- حیدر آباد (۶۱۹۶۲)
- نور محمد اصح المطابع کراچی (۶۱۹۷۶)
- انوار محی الدین
- اذکار نوشاہیہ
- تذکرہ نوشتہ گنج بخش
- منتخب اعجاز التواریح
- شرف التواریح
- سید عطا اللہ شاہ بخاری
- زبدۃ الاخبار
- اقبال اور بھوپال
- تذکرہ مشائخ بکریہ
- اذکار حبیب رضا
- تذکرۃ الخلیل
- تذکرہ اکابر اہلسنت
- مقالات شریعتہ سوم
- مرد مومن
- سوانح عمری و ملفوظات حضرت بہلوی
- بصائر
- زہد الخواطر و بہیمۃ المسامح والنظار
- جلد ہفتم
- جلد ہشتم
- شبیر احمد شاہ، سید
- شرافت نوشاہی، سید
- شورش کاشمیری
- شیر محمد تاور
- صہبیا لکھنوی
- ظہور احمد بگوی
- عارف اللہ شاہ قادری
- عاشق الہی میرٹھی
- عبدالحکیم شرف قادری
- عبدالحکیم شرر
- عبدالحمد تھان
- عبدالحئی
- عبدالحئی فاروقی، خواجہ
- عبدالحئی رائے بریلوی، سید

- عبدالرحمن ہمدانی، سید  
عبدالرحیم  
عبدالرشید، خواجہ  
عبدالسلام خورشید  
عبدالغنی، ڈاکٹر
- ہم اور ہمارے اسلاف  
باب المعارف العلیہ جلد اول  
مذکرہ شعرائے پنجاب  
صحافت پاکستان و ہند میں  
(خطی)
- گزارِ جمالیہ  
نعم الوجیز  
امیر حزب اللہ
- عبدالقادر  
عبدالقدوس ہاشمی
- حسن المجروحہ فی شرح قصیدہ  
البرودہ۔
- شرح قصیدہ غوثیہ  
ذکر اقبال  
حیات سالک
- عبدالحمید سالک  
عبدالنبی کوکب
- فہرست مفصل مخلوطات  
عربیہ جلد اول۔
- بوستان قلم حصہ اول
- عبداللہ خورشیدی
- کلاسیک لاہور (۱۹۶۹ء)  
آگرہ (۱۹۱۸ء)  
اقبال اکادمی پاکستان کراچی (۱۹۶۸ء)  
مجلس ترقی ادب۔ لاہور (۱۹۶۳ء)  
ملوک کتب خانہ گنج بخش۔ مرکز تحقیقات،  
فارسی، ایران و پاکستان۔ اسلام آباد  
مکتبہ جمال۔ ملتان (س۔ن)  
مکتبہ سلفیہ قدیر آباد ملتان (س۔ن)  
ادارہ حزب اللہ جلالپور شریف  
(۱۹۶۵ء)
- لاہور  
ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد  
(۱۹۶۵ء)
- شیخ الاسلام اکیڈمی قصور (۱۳۹۶ھ)
- نوری بک ڈپو۔ لاہور (۱۹۷۵ء)  
نرم اقبال۔ لاہور (س۔ن)  
رضا اکیڈمی۔ لاہور (۱۹۷۱ء)
- پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور (۱۹۷۵ء)
- عباسی پریس کراچی (۱۹۶۲ء)

- عبد اللہ ملتانی فاروق العزیز مکتبہ الشرق کراچی (س-ن)
- عزیز ملک راول دین بک سینٹر راولپنڈی (۱۹۷۰ء)
- عطا اللہ شیخ اقبال نامہ حصہ اول شیخ محمد اشرف لاہور (س-ن)
- عمر کمال خان نواب مظفر خان شہید اور فاروقی کتب خانہ ملتان (۱۹۷۹ء)
- اس کا عہدہ۔
- غلام احمد قادیانی حقیقتہ الوحی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور
- غلام حسن سیالکوٹی کتاب الصلوٰۃ سیالکوٹ (۱۹۵۲ء)
- غلام حسین ذوالفقار ڈاکٹر تاریخ اور نیشنل کالج لاہور اور نیشنل کالج لاہور (۱۹۶۲ء)
- غلام دستگیر بیخود برکات سیال
- غلام دستگیر نامی تاریخ جلید
- نسب نامہ
- غلام رسول سعیدی حیات استاد العلماء
- غلام سرور لاہوری - مفتی حدیقۃ الاولیاء
- غلام فرید خزینۃ الاصفیاء
- غلام قادر گرامی احوال العارفين
- غلام محی الدین قصوری دیوان گرامی
- ملفوظات شریفہ مکتبہ نبویہ لاہور (۱۹۷۸ء)
- (مع اردو ترجمہ)
- غلام مصطفیٰ خالد گیلانی ادارہ افکار ڈائریکٹری راولپنڈی
- (۱۹۶۲ء)



نامی پریس لاہور (۱۹۵۰ء)	اصلاح الانحوان	علامہ مصطفیٰ امرجاتی
اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور (۱۳۹۹ھ)	ہوا المعظم	علامہ نظام الدین مولوی
مکتبہ مہریہ - چشتیاں (۱۹۶۲ء)	ایو اقیات المہریہ	علامہ مہر علی
مطبع غشی نو لکھنؤ (۱۸۸۶ء)	حدائق الختفیه	فقیر محمد جہلمی
فیروز سنٹر لاہور (۱۹۵۹ء)	جہاد زندگی	فیروز الدین - مولوی
(۱۹۶۲ء) " "	اردو انسائیکلو پیڈیا	فیروز سنٹر (ادارہ)
آستانہ عالیہ گواڑہ شریف (۱۹۶۵ء)	مقالات مرضیہ	فیض احمد فیض، مولانا
(۱۳۷۶ھ) " "	مہر منیر	
پاکستان بک سنٹر لاہور (س-ن)	شیخ التفسیر حضرت مولانا	فیوض الرحمن - قاری
مجلس ترقی ادب لاہور (۱۹۷۶ء)	احمد علی اور ان کے خلفاء	
رومزا سٹیت بک ایجنسی لاہور	تاریخ لاہور	کنہیا لال رائے بہادر
(۱۹۳۲ء)	ترک مرزا سٹیت	لال حسین اختر
مطبع شمس ملتان (س-ن)	تذکرۃ الصدیقین	محمد الدین
مطبع فیروز سنٹر لاہور (س-ن)	تذکرۃ الولی	
منڈی بہار الدین (۱۳۲۲ھ)	ذکر حبیب	محمد الدین - صوفی
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور (۱۹۶۳ء)	اولیائے ملتان	محمد اولاد علی گیلانی
نوری کتب خانہ لاہور (س-ن)	مناظرہ بریلی کی مفصل روداد	محمد حامد فقیہ
مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد	دیدار کتاب خانہ ہائی پاکستان	محمد حسین تسبیحی
مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان	فہرست نسخہ ہای خطی کتب خانہ	
راولپنڈی (۱۹۷۲ء)	گنج بخش حصہ اول	

فہرست نسخہ ہای خطی شاہی مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان  
خراباتی۔ (۶۱۹۷۲)

محمد حفیظ الرحمن حفیظ

ذکر کرام

محبوب المطالع دہلی (۱۳۵۷ھ)

محمد حنیف شاہد

اقبال اور انجمن حمایت اسلام

انجمن حمایت اسلام لاہور (۶۱۹۷۶)

محمد حیات

فیوضاتِ حسنیہ

خانقاہ سراچیہ حسنیہ قتل (س۔ن)

محمد دین فوق

انبار نویسوں کے حالات

رفاہ عام پریس لاہور (۶۱۹۱۲)

تذکرۃ العلماء و المشائخ

لاہور (۶۱۹۲۰)

مشاہیر کشمیر

ظفر برادرز لاہور (۶۱۹۳۰)

محمد رفاقت حسین فاروقی

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ لائل پور

(۶۱۹۵۸)

محمد رفیق دلاوری

سیرت کبریٰ جلد دوم

مکتبہ صدیقیہ ملتان (س۔ن)

محمد ظفر الدین مفتی

تعارف مخطوطات دارالعلوم

دارالعلوم دیوبند (۶۱۹۷۳)

دیوبند جلد ۲۔

محمد عادل شاہ

انوار تیراہی معروف بہ آئی پریس کراچی (۶۱۹۱۰)

گلزارِ فوری۔

محمد عالم مختار حق

نقوشِ جمیل

اردو پریس لاہور (س۔ن)

محمد عبدالملک صدیقی

تجلیات

احمد پور شرقیہ (س۔ن)

محمد عبداللہ حفیظانی۔ ڈاکٹر

بادشاہی مسجد لاہور

کتب خانہ نورس لاہور (۶۱۹۷۲)

محمد عثمان الوری

فیضانِ نور شید

مدرسہ تعلیم الدین کراچی (س۔ن)

محمد عزیز الرحمان عزیز

دیوان فرید (مترجم، مشرح)

مکتبہ عزیز بیہ بہا لاہور (س۔ن)

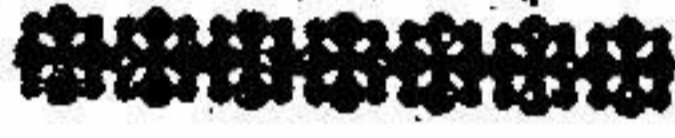
محمد عمران خان

مشاہیر اہل علم کی عسکری کتابیں

معارف پریس اعظم گڑھ (س۔ن)

مطبع خادم التعليم - لاہور (۱۹۱۲ء)	الجواہر العلی	محمد گوہر علی صوفی
مکتبہ مہر و ماہ لاہور (۱۳۹۲ھ)	ذکر مغفور	محمد مولی امرتسری
انجمن تبلیغ الاخاف لاہور (۱۹۷۱ء)	غلام محمد ترنم	
مکتبہ رشیدیہ لاہور (۱۹۷۵ء)	تحریک شیخ الہند	محمد میاں
مکتبہ عثمانیہ لاہور (۱۹۷۷ء)	تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی	محمد میاں صدیقی
پنجاب الیکٹریک پریس - گجرات (س۔ن)	مولانا رحمت علی خان سامی	محمد نصر اللہ خان حازن
مکتبہ اشاعت توحید لائل پور (س۔ن)	سوانح حضرت مولانا حسین علی	محمد یعقوب مرزا
مجلس علمی کراچی (۱۹۶۹ء)	تقریر العنبر فی حیات الانور	محمد یوسف بنوری
کتاب نمالہ لاہور (۱۹۷۲ء)	پنجاب میں اردو	محمد شیرانی
لاہور (۱۹۶۸ء)	ذکر جمیل	محمد عالم ہاشمی
	مطلع انوار (مسودہ)	مرتضیٰ حسین قاضی لکھنوی
تعلیم ایجنسی لاہور (۱۹۵۱ء)	نامہ مراد	مراد شاہ لاہوری
اردو اکیڈمی بہاولپور (۱۹۷۶ء)	اولیائے بہاولپور	مسعود حسن شہاب
(۱۹۶۳ء) " "	خواجہ غلام فرید	
قصور (س۔ن)	تخریذہ فیض قصوری	منشا علی
پنجاب پبلک لائبریری لاہور	تفصیلی فہرست مخطوطات فارسی	منظور احسن عباسی
	پنجاب پبلک لائبریری لاہور	
مکتبہ قادریہ لاہور (۱۹۷۶ء)	صرف بختراں	منور الدین
سٹار پریس وزیر آباد (۱۹۷۱ء)	حضرت شیخ القرآن	منظور احمد خان رانا
لاہور (۱۹۶۰ء)	پنجابی شاعراں و تذکرہ	مولانا بخش کشتہ
جمعیت خدام عزرا - کراچی (۱۹۶۷ء)	تاریخ سلطان العلماء	مہدی لکھنوی - آغا

ادارہ سعیدیہ مجددیہ لاہور (۱۹۷۳ء)	تحفہ سعیدیہ	نذیر عرشی
قصر الادب ملتان (۱۹۷۳ء)	تاریخ ملتان جلد دوم	نور احمد خان فریدی
نوری بک ڈپولڈ ہور (۱۹۷۶ء)	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	نور بخش توکلی
تسلیم کمیٹی گوجرانوالہ (۱۹۵۸ء)	اقامۃ البرہان	نور محمد قاضی
انجمن اسلامیہ سیالکوٹ (۱۹۶۶ء)	تاریخ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ	یوسف قر



284  
177  
—  
461

## رسائل و جرائد

یکم نومبر ۱۹۷۹ء	آئین (ہفت روزہ - لاہور)
۸ اکتوبر ۱۹۷۶ء	الاسلام (ہفت روزہ - لاہور)
۵ فروری ۱۹۶۵ء، ۲۶ اسی قعدہ و ۱۹ اسی قعدہ	الاعتصام (ہفت روزہ - لاہور)
مئی - جون ۱۹۵۹ء	انوار الصوفیہ (ماہنامہ - قصور)
جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ	انوار مدینہ (ماہنامہ - لاہور)
ستمبر تا دسمبر ۱۹۷۱ء	اورینٹل کالج میگزین (سہ ماہی - لاہور)
۱۱ اپریل ۱۹۱۹ء، ۹ اپریل ۱۹۲۰ء	اہل حدیث (ہفت روزہ - امرتسر)
اکتوبر ۱۹۷۲ء	البلاغ (ماہنامہ - کراچی)
تعلیمی نمبر	البلاغ (ماہنامہ - بمبئی)
اکتوبر ۱۹۶۳ء	یقینات (ماہنامہ - کراچی)
اکتوبر ۱۹۵۸ء	تاریخ و تحقیق (ماہنامہ - لاہور)
۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء	جنگ (روزنامہ - راولپنڈی)
۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء، ۲۱ جولائی ۱۹۷۲ء	نظام الدین (ہفت روزہ - لاہور)
۱۹ نومبر ۱۹۵۶ء	دعوت (ہفت روزہ - لاہور)
اگست ۱۹۶۷ء	الرحیم (ماہنامہ - حیدرآباد)
دارالعلوم دیوبند نمبر	الرشید (ماہنامہ - ساہیوال)
اگست ۱۹۶۱ء	الذیہر (سہ ماہی - بہاولپور)
دارالانوار (جدید نمبر)	سلسبیل (ماہنامہ - لاہور)

قرآن نمبر	تیارہ ڈائجسٹ (ماہنامہ - لاہور)
یکم فروری ۱۹۴۰ء تا اگست ۱۹۴۰ء	شمس الاسلام (پندرہ روزہ لاہور)
اکتوبر ۱۹۴۱ء	صحیفہ (سہ ماہی - لاہور)
شاہ ولی اللہ نمبر	الفرقان (ماہنامہ - بریلی)
اکتوبر ۱۹۴۱ء	فکر و نظر (ماہنامہ اسلام آباد)
ستمبر تا اکتوبر ۱۹۴۳ء	فتون (ماہنامہ - لاہور)
جنوری ۱۹۶۰ء	فیض الاسلام (ماہنامہ - راولپنڈی)
اگست ۱۹۶۱ء، اکتوبر ۱۹۶۱ء	کتاب (ماہنامہ - لاہور)
۱۹۴۳ء	کرینڈ (مجلہ اسلامیہ کالج لاہور)
ج ۲، عدد ۳	مجلہ تحقیق (سہ ماہی لاہور)
جنوری - فروری ۱۹۴۱ء، دسمبر ۱۹۴۶ء	محدث (ماہنامہ - لاہور)
جنوری ۱۹۵۷ء	مشیر (ماہنامہ - کراچی)
اکتوبر ۱۹۴۶ء	المعارف (ماہنامہ - حیدرآباد)
شعبان ۱۳۴۱ھ	الانجم (ماہنامہ - لکھنؤ)
جنوری ۱۹۶۶ء، آپ بیتی نمبر لاہور نمبر	نقوش (ماہنامہ - لاہور)
اکتوبر ۱۹۴۷ء	اولی (ماہنامہ - حیدرآباد)
نومبر ۱۹۴۳ء	وحید (ماہنامہ - تہران)
جنوری ۱۹۲۲ء	ہمایوں (ماہنامہ - لاہور)



# کیمیائے سعادت

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کی وہ لافانی کتاب ہے۔ جو صدیوں سے نہایت دلنشین اور مؤثر انداز میں دین اسلام کا مکمل و بھرپور تعارف کرا رہی ہے ہر وہ خوبی جو انسان کی دنیوی زندگی کو وقار، محسن اور سلیقہ سکھاتی ہے اور آخرت کی بھلائیاں عطا کرتی ہے — اور ہر وہ برائی جو انسان کو اثرات المخلوقات کے مقام بلند سے گرا کر حیوانات کی سطح پر لے آتی اور عاقبت کو مخدوش بنا دیتی ہے اس پر اس کتاب میں نہایت تفصیل اور خوبی سے بحث کی گئی ہے۔ دنیا و آخرت کی فلاح کے لئے اس کتاب کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

معروف عالم اور ادیب جناب سعید الرحمن عکرمی نے اسے براہ راست فارسی سے ترجمہ کیا ہے۔

آج کا کیا ہوا یہ ترجمہ پرانے تراجم کے مقابلے میں بہت سلیس اور عام فہم ہے۔ اور یہی ترجمے کی جدت اس کتاب کی بڑی خوبی ہے۔ "کیمیائے سعادت" کی اشاعت کو دنیوی اور اخروی سعادت تصور کرتے ہوئے ہم نے اس کی کتابت اور طباعت نہایت روشن اور واضح کروائی ہے۔ اور کاغذ سفید استعمال کیا ہے۔ جس کی بدولت کتاب سے استفادہ کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

# سوانح قاسمی

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب انگریزوں نے اس خطہ ارض میں اسلام کے نام لیواؤں کو اپنی سوچ کے مطابق بُری طرح کچل ڈالا۔ تو جن شخصیتوں نے اس روندی ہوئی قوم کو پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی جدوجہد کی ان میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شخصیت سب سے زیادہ اہم ہے انہوں نے ایک ایسی تحریک کو جنم دیا جس نے نہ صرف مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا۔ ان تعلیمات سے ہندو معاشرے کی ڈالی ہوئی گرد کو صاف کیا اور انہیں انگریزوں، ہندوؤں اور پارسیوں کی ان مذہبی سازشوں سے محفوظ کیا۔ جو انہیں سراسر اسلام سے دور لے جانے والی تھیں۔ بلکہ سیاسی طور پر ان میں وہ روح پھونک دی جس نے ان کو اپنے وطن

کی آزادی کے لیے خون دینے والے مجاہدین بنا دیا۔

معروف سیرت نگار اور اردو زبان کے منقر و اور نامور مصنف مولانا مناظر احسن گیلانی کی لکھی ہوئی یہ کتاب اسی ہمہ گیر انقلابی شخصیت کے انقلابی کارناموں پر مشتمل ہے، یہیں یقین ہے کہ اس انقلابی اور ہمہ صفت موصوف انسان کی زندگی میں ہمارے دور کے مسلمانوں کے لیے بہت سے اباقی ہے۔ اسی لیے اس کتاب کو پاکستان میں پہلی دفعہ اور حتی الوسع بہتر انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے پر ہمارا دل فخر محسوس کر رہا ہے۔

قیمت ۱۳۵ روپے



## مشکوٰۃ المصابیح

حدیث شریف کی گیارہ کتابوں سے ایک جامع انتخاب جو اپنے مضامین کے اعتبار سے اسلامی زندگی گزارنے کے لیے ہر پہلو سے رہنمائی کرتا ہے۔ اور اپنی اسی جامعیت کی بنا پر اپنی تدریس کے روز اول سے ہی ہر حلقہ فکر اور معاشرے کے ہر طبقہ میں یکساں طور پر مقبول رہا ہے۔ پاکستانی معاشرے کی ضرورت کے پیش نظر ہم نے اس متاع بے بہا کو سلیس اور رواں اردو میں پیش کیا ہے۔ عمدہ کتابت و طباعت سے مزین ریگزیں کی مضبوط اور دیدہ زیب تین جلدوں میں محفوظ ہے۔

## غنیۃ الطالبین

اللہ علیم وخبیر نے اپنے مقبول بندے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذات کی طرح ان کی کتاب "غنیۃ الطالبین" کو بھی بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی ہے حضرت شیخ کے بقول یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے ہے۔ جو شرعی آداب کی پہچان کا خواہشمند ہو۔ جو خالق عزوجل کی شناخت ولائل و علامات سے چاہتا ہو۔ جو قرآن و حدیث کی مجالس میں شریک ہو کر فائدہ حاصل کرے جو نیک بندوں کے اخلاق کی طرف راغب ہو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے ہٹنے کی کوشش کرے۔

ہم نے اس کتاب کو انتہائی عمدگی سے چھاپ کر اس سے استفادہ کرنے کو آسان تر بنا دیا ہے۔ اور اس کی جلد کو پلاسٹک کور میں محفوظ کر کے جذب نظر کا شاندار سامان مہیا کیا ہے۔ ہدیہ نمبر ۲۲

## بہشتی زیور

یہ کتاب جس کے بارے میں کچھ تعارفی کلمات لکھنا سوچ کر چراغ دکھانے کے مترادف معلوم ہوتا ہے۔ ایک عرصہ سے مسلمان گھرانوں میں خواتین کے لیے دینی معلومات کے خزانہ کا کام دے رہی ہے۔ برصغیر میں قرآن پاک کے بعد جہیز میں جو کتاب سب سے زیادہ دی گئی ہے۔ وہ یہی بہشتی زیور ہے۔ کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جس سے بچیوں کو دینی اور گھریلو ضرورت کے بارے میں تمام اہم معلومات یکجا جمع مل جاتی ہیں۔ اور ان سے استفادہ کرنا ان کے لیے کوئی مشکل نہیں رہتا اکثر دیندار گھرانوں میں پڑھنا لکھنا سیکھ جانے کے بعد یہ کتاب بچیوں کو سبقاً پڑھا دی جاتی ہے اور وہ جوانی کے دن شروع ہونے کے ساتھ ہی سکھ پڑھنے کی سیڑھیوں پر بھی قدم رکھ دیں۔ اس طرح یہ کتاب ان کے لیے آئندہ خوشگوار زندگی کا پیغامبر بن جاتی ہے۔ ہم نے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ دلکش اور جہیز میں دیا جانے والا ایک قابل قدر تحفہ بنا دیا ہے۔

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على  
المرسلین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على  
المرسلین

